شیعہ عقائد پر شبہات اور ان کے جوابات

(بزبان اردو)

تالیف

غلام مرتضی انصاری، پاروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمد وآله الطاهرين ولعنة الله على اعدائهم اجمعين الى قيام يوم الدين.

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب تدوین کرنے کی توفیق ہوئی جس میں کچھ شیعہ عقائد اور ان پر اہل سنت کی جانب سے اشکالات اور ان کے جوابات انھیں کی کتابوں سے دینے کی کوشش کی گئی ہے. یہ کتاب دس فصلوں پر مشتمل ہے. پہلی فصل میں عدم تحریف قرآن ، دوسری فصل میں حدیث پیغمبر اسلام (ص) کے دور میں اور تیسری فصل میں مسلمانوں میں اختلافات کے اسباب چوتھی فصل میں مٹی پر سجدہ پانچوں فصل میں شفاعت اور توسل چھٹی فصل میں بحث امامت ، ساتویں فصل میں عزاداری سے مربوط اشکالات آٹھویں فصل میں بحث مھدویت اور نویں فصل میں مشروعیت متعہ اور دسویں فصل میں تقیہ کے بارے میں شکوک اور شبہات سے بحث کی گئی ہے اور آخر میں ایک تتمہ . انشاء اللہ مطالعہ کرنے والوں کیلئے مفید ثابت ہو.اور بندہ حقیر کیلئے باعث مغفرت.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

غلام مرتضیٰ انصاری پاروی

سنہ ۱۴۳۲ ھج

انسان اگر کسی جو جلائے تو شقی لیکن خدا کسی کو جلائے تو

اگر دنیا میں کوئی کسی کو جلائے تو لوگ اسے شقی القلب کہتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن کئی ملیون انسان کو جلائے جب کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ ارحم الراحمین ہے؟

ہم سب علم و حکمت الہی کی تجلی کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ قانون مند ،نظم وضبط والی ذات ہے،اسی لئے اپنے حبیب سے کہا:نماز شب پڑھا کریں تاکہ تم مقام محمود تک پہنچ سکو۔یعنی بغیر علت کے معلول تک نہیں پہنچ سکتے۔

الف : اس عالم میں آگ جلانے والی ہے ہمارا گوشت اور کھال جلنے والا ہے۔انسان سے کہہ رہا ہے کہاپنے ہاتھ کو آگ کے نزدیک نہ لے جائیں تاکہ نہ جلےاور تجھے کوئی درد بھی نہ ہو اور مرے نہ۔ایسی صورت میں اگر کوئی کہے کہ میں اپنا ہاتھ جلانا چاہتا ہوں اور ہاتھ میں آگ ڈالے اور آگ اسے نہ جلائے۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ جو بھی کفر اختیار کرے یا مال یتیم کھائے یا حرام مال کھائے تو گویا آگ نگل رہا ہے جو تیری جسم کو جلائے گی۔ ایسی صورت میں اگر کوئی کہے کہ یہ بھی کوئی عدالت ہے ؟ میں کافر ہوجاوں یا ظلم کروں یا دوسروں کا مال کھاوں اور کوئی تکلیف اور درد بھی نہ ہو:

«إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا» (النساء، ۱۰)

ترجمہ: بتحقیق وہ لوگ جو یتیموں کے اموال ان پر ظلم کرتے ہوے کھاتے ہیں حقیقت میں اپنے پیٹ میں آگ کھانے کے مترادف ہے اور وہ لوگ جلد جہنم میں پہنچیں گے

«إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ إِلاَّ النَّارَ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ» (البقره، ١٧٤)

ترجمہ: کسانی کہ آنچہ را خداوند کتاب نازل کرده پنہان میدارند و بدان بہای اندک چیزی بہ دست میآورند آنان جز آتش در شکمہای خویش فرو نبرند او خدا روز قیامت با ایشان سخن نخواہد گفت و پاکشان نخواہد کرد و عذابی دردناک خواہند داشت.

ب اس دنیا میں بھی انسان اپنے عقل، علم، تجربہ و خبر کے ذریعے اجزای عالم کے خواص اور آثار سے مطلع ہوجاتے ہیں، لہذا جب بھی کوئی خطا کربیٹھتا ہے جیسے کوئی نشہ کرکے عقل ذائل ہوجائے تو اسے کہے گا : کیا تجھ سے نہیں کہا تھا کہ ایسا نہ کرو؟! بلکل اسی طرح ہے کہ خلاف کرنے والے انسان سے کہا جائے گا کہ کیا تجھے شارع نے نہیں بتایا تھا کہ ایسا نہ کرو؟!

«تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ * قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِى ضَلَالٍ كَبِيرٍ» (الملک، ٨ و ٩)

ترجمہ: نزدیک است کہ (جہنم) از خشم شکافتہ شود، ہر بار کہ گروہی در آن افکندہ شوند نگاہبانان آن از ایشان پرسند مگر شما را ہشدار دہندہای نیامد؟! * گویند چرا ہشدار دہندہای بہ سوی ما آمد و[لی] تکذیب کردیم و گفتیم خدا چیزی فرو نفرستادہ است، شما جز در گمراہی بزرگ نیستید.

جس سے اس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالی کسی کو جہنم میں نہیں ڈالتا بلکہ یہ خود انسان ہے جو اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے لئے آگ جلا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر عاقبت اور سزا معین نہ ہو تو انسانوں کے اعتقادات اور کردار کا کوئی نتیجہ نہیں ملے گا۔ ہاں اگر سب کا نتیجہ برابر ہو تو اس وقت اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ غیر علیمانہ، غیر حکیمانہ و غیر عادلانہ ہے. ہاں؛خداوند متعال، رحمان، رحیم، کریم، جواد، غفار ستار و لطیف ہے تو علیم، حکیم، عادل اور قہار بھی ہے ۔

پہلی فصل: عدم تحریف قرآن

قرآن ہر قسم کی تحریف سے پاک اور منزّہ

شیعہ موجودہ قرآن کریم پر مکمل اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ وہی قرآن ہے جو رسول اکرم (ص) پر نازل ہوا ہے اور ایک انچ بھی نہ زیادہ ہوا ہے نہ کم. جیسا کہ قرآن مجید خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون. اوراس کے علاوہ بہت سی کتابوں میں بھی اس پر عقلی اور نقلی استدلال کئے ہیں.

ہمارا عقیدہ ہے کہ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے ،مگر یہ کہ دونوں مکاتب (شیعہ اور سنی) کے کچھ راویوں نے بعض ضعیف حدیثوں پر تکیہ کرکے تحریف قرآن کا ادعا کئے ہیں. انہی کو مدرک قرار دیتے ہوئے وہابی پورے مکتب تشیع پر تحریف کے قائل ہونے کی تہمت لگا کر دوسروں کے سامنے مکتب حقہ کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو بہت ہی ناانصافی ہے.

اہل سنت کا عالم دین ابن الخطیب مصری ہے جس نے ایک کتاب (الفرقان فی تحریف القرآن) جو 1948ھ میلادی بمطابق 1367ھ ہجری میں لکھی تھی ، جس میں تحریف قرآن کو ثابت کیا تھا لیکن جامعۃ الازہر کے عمادین نے فوراً سارے نسخوں کو جمع کرکے ضبط کر لیا.

اسی طرح ایک شیعہ محدث حاجی نوری نے 1291ھ ہجری تحریر میں «فصل الخطاب فی تحریف کتاب ربّ الارباب» نامی ایک کتاب لکھی جو شائع ہوتے ہی حوزہ علمیہ نجف اشرف علماء نے جمع آوری کرکے ضبط کرلیا اور اس کتاب کی رد میں خود شیعہ فقہاء نے بہت ساری کتابیں لکھی ہیں، جیسے:

1- فقیہ عالی قدر مرحوم شیخ محمود بن ابی القاسم، (متوفّای سال 1313)نے کتاب «کشف الارتیاب فی عدم تحریف الکتاب» لکھی ہے

2- مرحوم لامہ سید محمّد حسین شہرستانی (متوفّای 1315)نے کتاب «حفظ الکتاب الشریف عن شبهة القول بالتحریف»کتاب فصل اخطاب کی رد میں لکھی ہے.

3- مرحوم لامہ بلاغی (متوفّای 1352) محقّق حوزه علمیّہ نجف نے کتاب «تفسیر آلاء الرّحمان» لکھی ہے.

4- آیۃ اللہ العظمی کارم شیرازی نے کتاب انوارالاصول میں عدم تحریف قرآن کو ثابت کرتے ہوئے فصل اخطاب کیلئے دندان شکن جواب دیا ہے.

لامہ بلاغی لکھتے ہیں کہ مرحوم حاجی نوری ضعیف روایات پر تکیہ کرتے تھے اپنی کتاب لکھنے کے بعد وہ خود بھی پشیمان ہوئے اور مجبور ہوکراپنی ہی کتاب کی رد میں ایک مقالہ لکھا.2

اس کے باوجود متعصب وہابی حضرات شیخ نوری کی باتوں کو شیعہ عقیدہ سمجھتے ہوئے قرآن کریم کی اہمیت اور سند کو مخدوش کرنا چاہتے ہیں. ہم کہیں گے کہ اگر ایک ضعیف حدیث پر مبنی کتاب شیعہ اعتقادات پر دلیل بن سکتی ہے تو ابن الخطیب مصری کی کتاب (الفرقان فی تحریف القرآن) کو سنی اعتقادات پر دلیل بنا کرتحریف قرآن کے قائل ہونے کی نسبت دے سکتے تھے ، لیکن ہم یہ ناانصافی نہیں کرتے.

اس کے لاوہ تفسیر قرطبی اوردرالمنثور کہ یہ دو اہل سنّت کی معروف تفسیریں ہیں جن میں حضرت عائشہ سےنقل کرتے ہیں

: انّہا(ای سورۃ الاحزاب) کانت ماتی ۃآیۃ فلم یبق منہا الا ثلاث و سبعین! سورہ احزاب ۲۰۰ آیتوں پر مشتمل تھا لیکن اب صرف ۷۳ آیتیں باقی ہیں.(۱)

اس کے لاوہ صحیح بخاری اور مسلم میں بھی کئی روایتیں نقل ہوئی ہیں جن سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے.(۲)

حاجی نوری نے کتاب فصل اخطاب کی روایتوں کو تین راویوں جویا فاسد المذہب یا جھوٹے یا مجھول ا ال (احمد بن محمّد سیاری فاسد المذہب، علی بن احمد کوفی کذّاب و ابی ا بارود مجھول یا مردود)سے نقل ئے ہیں (۳)

حضرت آیۃ اللہ مکارم شیرازی کی زیارت بیت اللہ (زیارت عمرہ) کے دوران وزیر امور مذہبی عربستان کیساتھ ملاقات ہوئی استقبال کرنے کے بعد کہا:ہم نے سنا ہے کہ آپ لوگوں کا الگ کوئی قرآن ہے :سمعت انّ لکم مصحفاً غیر صحیفۃ!!!.

تو آپ نے فرمایا: اس کا امتحان لینا بہت آسان ہے کہ آپ یا آپ کا کوئی نمائندہ ہمارے ساتھ تہران بھیجیں اور مساجد اور گھروں میں دیکھیں کہ ہر ایک گھر وں اور مسجدوں میں سینکڑوں قرآن ملیں گے جو تمھارے پاس ہیں. آپ جیسے دانشور لوگ بھی ان جھوٹے پروپیگنڈے کا شکار نہ ہوں. اسی طرح ہمارے بہت سارے چھوٹے بڑے قارئین محترم بین الاقوامی مقابلوں میں شرکت کرتے ہیں اور انعام بھی حاصل کرچکے ہیں ، کیا کوئی اور قرآن ان کے پاس تھا؟ (۴)

----

(۱):-تفسیر قرطبی، جلد ۱۴، صفحہ ۱۱۳ ،تفسیر درّ المنثور، جلد ۵، صفحہ ۱۸۰.

(۲):- صحیح بخاری، جلد ۸، صفحہ ۲۰۸تا ۲۱۱ ، صحیح مسلم، جلد ۴، صفحہ ۱۶۷ و جلد ۵، صفحہ ۱۱۶.

(۳):- رجال نجاشی ،اور فہرست شیخ.

(۴):- شیعہ پاسخ می گوید، ص: ۲۵

عدم تحریف پر عقلی و نقلی دلیلیں

قرآن :

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحافِظُونَ؛ ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور اس کی حفاظت کو بھی اپنے ذمہ لیاہے .[۱]

دوسری جگہ فرمایا:وَ إِنَّهُ لَكِتابٌ عَزِيزٌ* لا يَأْتِيهِ الْباطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ.[۲]

سوال یہ ہے کہ کیا ایسی کتاب میں کوئی تبدیلی لاسکتا ہے جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہو. اور یہ قرآن، متروک اور فراموش شدہ کتاب تو نہیں تھی بلکہ ہر کسی کے زبان پر قرآن کی آیات کی تلاوت جاری تھی .

کاتبان قرآن (کاتب وحی) کہ جن کی تعداد 14 افراد سے لیکر تقریباً 400 افراد بتائی گئی ہے جو آیت کے نازل ہوتے ہی لکھ لیتے تھے اور سینکڑوں حافظ عصر پیغمبر میں حفظ کرلیتے تھے اور قرآن کی تلاوت بہترین عبادت میں شمار ہوتے تھے اور دن رات تلاوت کرتے رہتے تھے.

عقل:

عقل کہتی ہے کہ ایسی کتاب کبھی تحریف کا شکار نہیں ہوسکتی جس کی ضمانت خود اللہ تعالیٰ نے دی ہو.اور اگر تحریف کے قائل ہوجائیں تو قرآن معیار حق نہیں بن سکتا.

----

(۱):- سورہ حجر، آیہ ۹.

(۲):- سورہ فصّلت، آیہ ۴۱ و ۴۲.

۲۔روایات:

وہ اسلامی روایات جو آئمہ معصومین سے ہم تک پہنچی ہیں سب میں عدم تحریف کو بیان کیا گیا ہے :

امیرالمؤمنین علی (ع)نہج‌البلاغہ میں صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں :انْزَلَ عَلَيْكُمُ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ وَ عَمَّرَ فِيكُمْ نَبِيَّهُ ازْمَاناً حَتَّى اكْمَلَ لَهُ وَ لَكُمْ فِيمَا انْزَلَ مِنْ كِتَاب، دِينَهُ الَّذِى رَضِىَ لِنَفْسِهِ.

اللہ تعالیٰ نےایسا قرآن نازل کیا ہے جس میں ہر چیز بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے رسول گرامی اسلام (ص)کو اتنی عمر عطا کی کہ اپنے دین کو قرآن کے ذریعے کامل کرسکے [1]

نویں امام حضرت محمّد بن علی التقی (ع)نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: وَ كَانَ مِنْ نَبْذِهِمُ الْكِتَابَ أَنْ اقَامُوا حُرُوفَهُ وَ حَرَّفُوا حُدُودَهُ[2]

یعنی بعض لوگوں نے قرآن مجید کواس طرح چھوڑدیا ہےکہ اس کے مفہوم میں تحریف کرتے ہیں . اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ الفاظ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے لیکن معنی اپنے اپنے خیال اور مرضی کے مطابق کرتے ہیں.

ایک اور دلیل حدیث ثقلین ہے :إِنّى تَارِكٌ فِيكُمُ الثِّقْلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتى أَهْلَ بَيْتى مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا.[3] اگر قران میں تحریف ہو چکا ہو تو کیسے یہ باعث ہدایت بن جائے گا؟

----

(۱):- نہج البلاغہ، خطبہ ۸۶.

(۲):- کافی، جلد ۸، صفحہ ۵۳.

(۳):- بحارالانوار، جلد ۳۶، صفحہ ۳۳۱.

تحریف معنوی کا امکان

تحریف والی بات جو مشہور ہوئی ہے وہ تحریف معنوی ہے نہ لفظی.

اسی طرح ہمارے آئمہ طاہرین کی طرف سے یہ بھی حکم ہے کہ اگر کوئی روایت تمہیں ملے اسے قرآن کے ساتھ موازنہ کرو اگر خلاف قرآن نکلے تو اسے دیوار پر دے مارو. یعنی دور پھینک دو:اعرِضُوهُمَا عَلَى كِتَابِ اللهِ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللهِ فَخُذُوهُ وَ مَا خَالَفَ كِتَابَ اللهِ فَرُدُّوهُ. (۱)

یہ ساری دلیلیں بتاتی ہیں کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہے بلکہ ان پر وہابیوں کی طرف سے صرف بہتان اور تہمت ہے.

لیکن اس کے مقابلے میں خود اہل سنت کی کتاب صحیح بخاری میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عایشہ تحریف کے قائل ہیں:

سؤال 147: کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر تحریف قرآن کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ آیات جیسے آیۃ رجم مفقود ہوئی ہیں؟!

جواب: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی روشنی میں ثابت ہے کہ حضرت عمر تحریف قرآن کے قائل تھے۔ ان کے قول کا اصل متن یہ ہے:

----

(۱):- وسائل الشیعہ، جلد ۱۸، صفحہ ۸۰.

ان اللّه بعث محمداً بالحق، و انزل علیه الکتاب، فکان مما انزل اللّه آیة الرجم فقراناها و عقلناها و وعیناها، فلذا رجم رسول اللّه ،و رجمنا بعده فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل: و اللّه ما نجد آیة الرجم فی کتاب اللّه فیضلوا بترک فریضة انزلها الله، و الرجم فی کتاب اللّه حقّ علی من زنی اذا احصن من الرجال. ثم انّا کنا نقرا فیما نقرا، من کتاب الله: ان لا ترغبوا عن آبائکم فانه کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم..[1]

سیوطی از حضرت عمر(رضی الله عنه) چنین نقل کـرده: «اذا زنی الشیخ و الشیخة فارجموهما البته نکالاً من اللّه واللّه عزیز حکیم».[2]

و حضرت عائشه - رضی الله عنها - قائل.به .اپدید شدن دو سوم احزاب است و حضرت ابوموسی اشعری(رضی الله عنـه) قائـل بـه .اپدید شدن دو سوره از قرآن.به .ام حفد و خلع است.

.آیا این ادعاها به م .ای تحریف قرآن نیست؟ و.آیا ما می توانیم به این قرآن استدلال کنیم و در برابر یهود و ن اری مـدعی سـلامت قرآن و عدم سلامت تورات و انجیل موجود شویم؟!

.آیا اگر حضرت عمر و عائشه و اشعری قائل به تحریف قرآن هستند ما چرا شیعه را به تحریف قرآن متهم می کنیم؟

2 - حضرت عائشه فرموده: «کانت سورة نقرا فی زمن النبی ماتی آیة، فلما کتب عثمان المصاحف لم نقدر منها الاّ ما هو الان».[3]حضرت عائشه - رضی الله عنها - مـی گویـد: «کان فیما انزل من القرآن: عشر رضعات معلومات یحرّمن ثم نسخن بخمس معلومات، فتوفی رسول الله ـ صلی الله علیه و سلّم ـ و هنّ فیما یقراً من القرآن».[4]

----

(۱):- ـ صحیح بخاری ۸: ۲۶ - صحیح مسلم ۵: ۱۱۶ - مسند احمد ۱: ۴۷ .

(۲):- الاتقان ۱: ۱۲۱.

(۳):- الاتقان ۲: ۴۰ـ

(۴):- صحیح مسلم ۴: ۱۶۷

حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کہتا ہے کہ بہت سی آیات گم ہوچکی ہیں:
ليقولنَّ احدكم قد اخذت القرآن كلّه و ما يدريه ما كلّه؟ قد ذهب منه قرآن كثير، و ليقل قد اخذت منه ما ظهر.[۱]

مصحف حضرت عائشہ - رضی اللہ عنہا - میں یوں بیان ہوا ہے:
«انّ اللّهَ و ملائكته يصلون على النبى يا ايّها الذين آمنوا صلّوا عليه و سلموا تسليماً و على الذين يصلّون الصفوف الاول».[۲]

عبدالحسین یا عبداللہ؟!!

کیوں شیعہ اپنے بچوں کا نام عبد العلی اور عبدالحسین رکھتے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ کیا شیعہ اللہ کے بندے نہیں ہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبادت کے دو معنی ہیں : پرستش اور عبادت کرنا کہ جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کیلئے جائز نہیں ہے .

دوسرا معنی اطاعت ہے.تو عبدالحسین اور عبد العلی اور عبدالنبی سے مراد ان کا مطیع ہونا ہے . جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے : وَ أَنْكِحُوا الْأَيامى مِنْكُمْ وَ الصَّالِحِينَ مِنْ عِبادِكُمْ وَ إِمائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَراءَ يُغْنِهِمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ اللهُ واسِعٌ عَلِيمٌ .[۳] اور تم میں سے جولوگ بے نکاح ہوں اور تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح کر دو، اگر وہ نادار ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت اور علم والا ہے.اس آیہ شریفہ میں کلمہ عبد غلاموں کے بارے میں استعمال کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ غلام ضرور اپنے آقا کی اطاعت کرے.

----

(۱):- الاتقان ۲: ۴۲ -۴۱ -۴۰.

(۲):- الاتقان ۲: ۴۲ -۴۱ -۴۰.

(۳):- النور : ۳۲.

علمائے اہل سنت نے بھی اس کے جواز پر فتاوی دیے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:- وکذا عبد الکعبة او الدار او علی او الحسن لایھام التشریک ومثله عبد النبی علی ما قاله الاکثرون والاوجه جوازہ لا سیما عند ارادة النسبة له [۱]

قوله وکذا عبد النبی ای وکذا یحرم التسمیة بعبد النبی ای لایھام التشریک ای ان النبی شریک الله فی کونه له عبید وما ذکر من التحریم هو معتمد ابن حجر.[۲]

اس کے علاوہ اہل سنت کے بڑے بڑے علماء کے نام عبد النبی جیسے ہیں بہت سارے ہیں:

الشیخ عبد النبی المغربی المالکی الشیخ الامام العلامة الحجة القدوة الفھامة مفتی السادة المالکیة بدمشق[۳]

عبد المطلب بن ربیعة ابن الحارث بن عبد المطلب بن هاشم الهاشمی له صحبة [۴]

القاضی عبد النبی الاحمد نجری من رجال المائة الثانیة عشرة صاحب جامع العلوم الملقب بدستور العلماء.[۵]

عبد قیس بن لای بن عصیم من الصحابة الذین شهدوا احدا [۶]

عبد النبی بن محمد بن عبد النبی المغربی ثم الدمشقی المالکی [۷]

----

(۱):- اعانة الطالبین للدمیاطی ج ۲ ص ۳۳۷ ط دار الفکر بیروت.

(۲):- شذرات الذہب ج ۸/ ص ۸۳ ط دار ابن کثیر بدمشق ۱۴۰۶ و ج ۸/ ص ۱۲۶، الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ج ۱/ ص ۱۲ تاریخ البصروی ج ۱/ ص ۱۰۸.

(۳):- سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۱۲.

(۴):- قواعد الفقہ لمحمد عمیم البرکتی ج ۱ ص ۱۴۸ دار النشر الصدف کراشی ۱۴۰۷

(۵):- الاصابة ج ۴ ص ۳۸۰

(۶):- الضوء اللامع ج ۵ ص ۹۰.

(۷):- فی الذیل علی کشف الظنون ج ۳ ص ۵

فخر الزمان عبد النبی ابن خلف القزوینی[۱]

ومحمد عبد الرسول الھندی.[۲]

عبد المطلب بن عبد القاھر بن محمد الماکسینی زین العابدین الشافعی[۳]

عبد قیس النکری البصری من الرواۃ من ابن سیرین [۴]

محمد ابن عبد الرسول المدنی عالم مکة.[۵]

----

(۱):-

(۲):- فہرس الفہارس والاثبات ومعجم المعاجم والمسلسلات ج ۲ ص ۸۴.

(۳):- الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة ج ۳ ص ۲۱۸.

(۴):- التاریخ الکبیر ج ۲ ص ۲۵۵.

(۵):- البدر الطالع ج ۱ ص ۲۸۹

دوسری فصل: منع حدیث

حدیث ، پیغمبر اسلام (ص) کے دور میں

مکہ میں چوں کہ مشرکین سے برسر پیکار رہے . اور زندگی کا دائرہ حد سے زیادہ تنگ کردیا تھا حکومت بنی تو وہ پہلے والی محدودیت ختم ہوگئی . احادیث کی نشر اشاعت میں اضافہ ہونے لگا.

رحلت پیغمبر (ص) کے بعد مسلمان احادیث پر بے توجہی کرنے لگے . اور حد سے زیادہ اختلافات پیدا کرنے لگے .احادیث پر جبران ناپذیر نقصانات وارد ہوئے .

بعض علمائے اہل سنت نے اس ممنوعیت حدیث کو مشروعیت بخشی . اور کہہ دئے کہ یہ سیرت پیغمبر (ص) تھی . لیکن اکثر علمائے اہل سنت اور تمام شیعہ فقہا اس بات کے قائل ہیں کہ یہ ممنوعیت غیر قانونی اور غیر شرعی تھی.

ممنوعیت، غیر شرعی ہونے پر دلیل:

۱. اسلامی ثقافت میں تعلیم و تعلّم کی اہمیت .

- اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذی خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسانَ ما لَمْ يَعْلَمْ[۱]

اس خدا کا نام لے کر پڑھو جس نے پیدا کیا ہے اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ بتادیا ہے جو اسے نہیں معلوم تھا.

----

(۱):- علق۱.۵

- لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْ لا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَ لِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ.[1]

اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے حد بلوغ کو پہنچنا شرط ہے ، لیکن تعلیم و تعلّم کیلئے فرمایا: اطلبوا العلم من المهد الی اللحد.

وارثین پر اولاد کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کریں.

۲.پیغمبر(ص) کاحدیث کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرنا

- هُوَ الَّذی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدی وَ دینِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ[2]
- وَ ما أَرْسَلْناكَ إِلاَّ رَحْمَةً لِلْعالَمين.[3]

روایت:

من حفظ من امتی اربعين حديثا مما يحتاج اليه فی امر دينهم بعثه الله عزوجل يوم القيامة فقيهاً[4]میری امت میں سے جو بھی کوئی ایسی چالیس حدیث یاد کرلے جس کی روز مرہ زندگی میں ضرورت پیش آتی ہو ، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے فقہاء کے زمرے میں محشور فرمائے گا. .. اسی لئے علماء نے چہل حدیث کی کتابیں لکھیں . اس حدیث کا اہم ترین پیغام ، حدیث کی نشر واشاعت ہے ، کیونکہ جب یہ اقرار پائے کہ مسلمان قیامت تک کیلئے ان روایات کے ذریعے ہدایت حاصل کریں گے ، اسی لئے ہم از ہم چالیس احادیث کو حفظ کرنا شرعی فریضہ سمجھتے ہیں.

----

(۱):- توبہ ۱۲۲.

(۲):- فتح۹.

(۳):- انبیاء ۱۰۷.

حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا: فيبلغ الشاهد الغائب...

مسجد خیف میں ایک دفعہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا : اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے ، جو ہماری باتوں کو سنے اور اسے کسی ایسے شخص کو سنائے ؛ خواہ وہ شخص اس سے زیادہ علم والا ہو یا کم علم والا ہو۔[1]

۳. پیغمبر(ص) کا حدیث لکھنے کا اہتمام کرنا

فرمایا: اكتبوا هذا العلم [2] اس علم کو لکھیں.

قيّدوا العلم بالكتاب.[3] علم کو لکھنے کے ذریعے محفوظ کرو.

روایت ہے کہ فتح مکہ کے بعد پیغمبر (ص) خطبہ دے رہے تھے ، ایک مرد شامی جس کا نام ابی شات تھا اٹھا اور کہنے لگا : اے رسول خدا (ص)! اس خطبے کو میرے لئے لکھ دیں تاکہ میں دین والوں تک یہ پیغام پہنچاؤں ، اس وقت آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اكتبوا لابى شاة [4] احمد بن حنبل کہتا ہے کہ اس حدیث سے زیادہ صحیح تر اور محکم تر اور کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی ہے [5]

علی کو حکم دیا کہ آپ احادیث کو تدوین کریں اور اپنی اولادوں کو بھی یہی حکم دیا کریں .

اپنے آخری وقت میں قرطاس و قلم کا مانگنا ؛ تاکہ حدیث لکھیں .

حدیث کا املا دینے کا نتیجہ کتاب علی، صحیفۃ النبی، صحیفۃ الصادقہ،...جیسی عظیم کتابیں وجود میں آئیں.

----

(۱):- علی بن بابویہ قمی، شیخ صدوق؛ الخصال،ص۵۴۳،۵۴۱.

(۲):- مسند احمد بن حنبل،ج۵،ص۱۸۳.

(۳):- خطیب بغدادی، تقیید العلم، ص۷۲.

(۴):- المستدرک علی الصحیحین ،ج۱،ص۱۰۶.

(۵):- محمد بن اسماعیل ، بخاری؛ صحیح بخاری، ج۳،ص۹۵.

حدیث ،صحابہ اور تابعین کے دور میں

پہلا خلیفہ اور منع حدیث

پیغمبر اسلام (ص)کی رحلت کے بعد ابوبکراور عمر نے حدیث لکھنے سے منع کیا .ابوبکر رات بھر سو نہ سکے اور جاگتے رہے.جب عائشہ نے وجہ پوچھی تو کہا :میں نے پیغمبر اکرم(ص) سے احادیث نقل کی ہے ، اور مجھے خوف ہے اس کسی وجہ سے امت میں اختلاف پیدا نہ ہوجائے ! صبح کا وقت تھا کہ میرے باپ نے کہا: اگر تیرے پاس بھی کوئی حدیث موجود ہو تو وہ بھی میرے پاس لائیں ، (۵۰۰)پانچ سو احادیث میرے پاس موجود تھیں ، میں نے ان کے سامنے رکھ دیں ، اور انہوں نے سب کو آگ لگا دی ؛ تاکہ کوئی اختلاف مسلمانوں کے درمیان میں پیدا نہ ہو[۱]

ایک دفعہ لوگوں سے خطاب کرتےہوئے حضرت ابوبکر نے کہا: اے لوگو! تم نے رسول خدا(ص) سے احادیث نقل کیں اور آپس میں اختلاف کرنے لگا، اور تمہارے بعد آنے والوں میں مزید اختلافات پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ، اس لئے رسول خدا(ص) سے کوئی چیز نقل نہ کریں . اور اگر کوئی تم سے سوال کرے تو کہہ دو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب موجود ہے ؛ جو اس کتاب میں حلال قرار دیا ہے اسے حلال جانو ،اور جو چیز اس میں حرام قرار پائی ہے اس سے اجتناب کرو.[۲]

----

(۱):- تدوین السنہ الشریفہ ،ص۸۸.

(۲):- تذکرۃ الحفاظ،ج۱،ص۵. النائب عبدالحمید ، تاریخ الاسلام الثقافی، والسیاسی، ص۳۶۲.

دوسرا خلیفہ اور منع حدیث

حضرت عمر نے بھی اسی حکم کو جاری رکھا۔ پہلے تو اپنے اصحاب کو احادیث لکھنے کی تشویق کرتا تھا، پھر ایک مہینہ بعد کہنے لگا: خدا کی قسم میں کسی چیز کو بھی قرآن کے ساتھ مخلوط ہونے نہیں دوں گا . یہ کہہ کر احادیث کے نقل اور تدوین کرنے پر پابندی لگا دی .انہوں نے بھی پہلے خلیفہ کی طرح اس بہانے سے کہ روایات میں تعارض پایا جاتا ہے جو امت میں اختلافات کا باعث ہے ، جسے میں دور کروں گا ؛ جمع آوری کی، پھر سب کو جلا دیا [۱]

خلیفہ دوم نے بعض احادیث نقل کرنے والوں جیسے ابن مسعود کو جیل میں ڈال دیا، بعض کو مرتے دم تک مدینہ میں نظر بند رکھا گیا.اور لوگوں کو تاکید کی کہ احادیث مت نقل کریں. مختلف اسلامی ممالک سے احادیث کو جمع کر کے ان سب کو جلا دئے ۓ.عروہ نقل کرتا ہے کہ عمر بن خطاب نے احادیث رسول کو جمع کرنا چاہا اس بارے میں بعض اصحاب پیغمبر سے مشورہ بھی کیا گیا، وہ لوگ بھی ان کو تشویق کرنے لگے، عمر ایک مہینے تک سوچتا رہا ، اور خدا سے اس بارے میں ہدایت طلب کرتا رہا یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ان کا عزم اور ارادے کو مضبوط کیا اور کہا: میں چاہتا تھا سنت رسول کو لکھ دوں لیکن تم سے پہلے والی قوموں کی یاد نے مجھے احادیث رسول کو لکھنے سے روک دیا ، کیونکہ وہ لوگ اپنے زمانے کے نبیوں کی احادیث نقل کرتے ہوئے اللہ کی کتاب سے دور ہوئے تھے . خدا کی قسم میں کبھی اللہ کی کتاب کو کسی اور چیز سے مخلوط ہونے نہیں دوں گا [۲]

اور جب ان کو پتہ چلا کہ بعض اصحاب رسول ، احادیث لکھنے اور جمع کرنے میں مصروف ہیں؛ تو ان سے لکھی ہوئی ساری حدیثیں لے لیں اور حکم دیا کہ ان کو جلایا جائے [۳]

----

(۱):- محمد بن احمد ذہبی؛ تذکرۃ الحفاظ ، ج۱،ص۳. علامہ عسکری ، معالم المدرستین ، ج۲،ص۴۴.

(۲):- الطبقات الکبری، ج۵، ص۱۴۰. تقیید العلم. ص۵۲.

(۳):- تقیید العلم، ص۵۰.

خ یب بغدادی لکھتا ہے کہ جب عمر بن خطاب کو یہ اطلاع دی گئی کہ لوگوں کے درمیان میں حدیثوں کی کتابیں آئی ہیں . یہ سن کر عمر بت ناراض ہوگیا اور کہا: اے لوگو! مجھے خبر ملی ہے کہ تمھارے درمیان کتابیں آئی ہیں جو اختلافات کا باعث بن رہی ہیں، ان کو چھوڑ دیں ، بہترین کتاب ، اللہ کی کتاب ہے جن کے پاس سب سے زیادہ عزیز ہے . تم سب اپنی اپنی کتابوں کو میرے پاس لے آئیں ، میں ان پر نظر ثانی کروں گا. لوگوں نے سوچا ، شاید وہ ان میں موجود اختلافات اور تعارض کو ایک معیار کے مطابق دور کرکے صرف ایک نسخہ میں تبدیل کرے گا ؛ لیکن جب اس کے پاس لائے گئے تو سب کو آگ لگادی [1]

حضرت عمر کی تقریر

قرضہ بن کعب روایت کرتا ہے : عمر نے کہا :میں احادیث نبی اکرم(ص) کیلئے سب سے زیادہ دلسوز تھا . لوگوں کو مختلف جگہوں پر بھیجتا تھا اور انکو نصیحت کرتا تھا کہ زیادہ احادیث لوگوں کو مت کہا کریں .بلکہ زیادہ تر قرآن سے پڑھا کریں .اور جن گھروں سے تلاوت کی آواز آرہی ہو ، ان کو منع نہ کریں اور ان کو حدیث میں مشغول نہ کریں،اورکہا : اقلوا الروایة عن رسول الله الا فیما یعمل به.[2] کم سے کم روایت نقل کریں ، سوائے ان روایات کے ، جواعمال سے مربوط ہو [3]

----

(۱):- الطبقات الکبری، ج۵،ص۱۴۰.

(۲):- تقیید العلم،ص۵۲.

(۳):تاریخ مدینہ دمشق، ج۶۷،ص۳۴۴. البدایہ و النہایہ ، ج۸،ص۱۱۵.

قرطاس وقلم لانے سے انکار

سؤال :کیایہ صحیح ہے کہ کہا جاتا ہے کہ عمر بن اخطاب نے شدیداً وصیت پیغمبر اکرم(ص) کی مخالفت کرتے ہوئے اسے رد کیا ہے ؟ چنانچہ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں: «انَّ النبی دعا عند موته بصحيفة ليكتب فيها كتابا لايضِّلون بعده ابداً قال: فخالف عليها عمر بن الخطاب حتى رفضها.[1]

دوسری جگہ لکھا ہے : «فكرهنا ذلك اشدَّ الكراهه».[2] یعنی پیغمبر کے وصیت کرنے سے ہم بہت ہی متنفر ہوئے.

تیسرا خلیفہ اور حدیث کی ممانعت

بہ تاریخ بتاتی ہے ،اگرچہ خلیفہ سوم کے دور میں احادیث کے نقل اور تدوین کرنے میں زیادہ مخالفت نہیں ہوئی لیکن پھر بھی کسی کو حق نہیں تھا کہ وہ احادیث نقل کرے.عثمان نے کہا: کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ ابوبکر اور عمر کے دور میں سنی گئی حدیثوں کے علاوہ کوئی اور حدیث نقل کرے. چنانچہ کئی صحابی ،جیسے ابوزر کو حدیث رسول (ص)کے بیان اور نشر کرنے سے روکا گیا. [3]

----

(۱):- سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۱۲. المستدرک علی الصحیحین ، ج۱،ص۱۰۲.

(۲):- مجمع الزوائد ۴: ۳۹۰ و ۸: ۶۰۹ - مسند ابی یعلی ۳: ۳۹۵ -

(۳):- مجمع الزوائد ۴: ۳۹۰ و ۸: ۶۰۹ - مسند ابی یعلی ۳: ۳۹۵ - مسند احمد ۳: ۳۴۹..

معاویہ اور حدیث کی ممانعت

معاویہ کبھی بھی ان احادیث کو نقل کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا، جن میں اہل بیت (ع) کی شان و منزلت بیان ہوئی ہو.اور اس کے علاوہ جو احادیث ان کی شان میں بیان ہوئی ہو ان احادیث کو دشمنان اہل بیت کی شان میں نقل کیکرتا تھا.اس سلسلے میں معاویہ نے جو کام کیا وہ یہ ہے : زر خرید لوگوں سے بنی امیہ اور اپنی شان میں جعلی حدیثیں گھڑوائی اور رسول اللہ (ص) پر تہمت باندھتے ہوئے کہلایا کہ حدیث نقل کرنے سے آپ نے روکا ہے .چنانچہ ابوسعیدخدری ، زیدبن ثابت اور ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) نے احادیث نقل کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: امحضوا کتاب اللہ و اخلصوہ.یعنی اللہ کی کتاب کو ایک حالت میں رہنےدیں، اور اسے کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط نہ کریں.[1]

لاتکتبوا شیئاً منی الا القرآن و من کتب غیر القرآن ولیمحوہ... مجھ سے قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز مت لکھیں. اور جس نے بھی قرآن کے علاوہ کچھ لکھا اس کو مٹا دینا چاہئے...

ہم نے پیغمبر (ص) سے نقل حدیث کی اجازت مانگی لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی ،آپ (ص) نے حکم دیا کہ کوئی حدیث نقل نہ کیا جائے .ابوہریرہ کہتا ہے کہ میں آپ کی حدیثوں کو لکھ رہا ہوں . تو فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کے کلام کے علاوہ کوئی اور چیز کی تلاش میں ہو اور لکھتے ہو ؟!

جب رسول خدا (ص) کو یہ اطلاع ملی کہ ایک گروہ آپ کی احادیث کو جمع کرنے میں مصروف ہے ؛ تو آپ نے منبر پر چڑھ کر اللہ کی حمد وثنا ء کے بعد فرمایا :یہ تم لوگ کیا لکھ رہے ہو ؟! میں تو صرف ایک انسان ہوں تمہاری طرح ،جس کے پاس بھی کوئی میری حدیث موجود ہو ان سب کو مٹادو.

----

(۱):- الطبقات الکبری،ج۲،ص۳۳۶.تدوین السنۃ الشریفہ،ص۲۲۳.

ابوہریرہ کہتا ہے کہ ہم نے تمام احادیث کو جمع ئے اور کہنے لگے : یا رسول اللہ (ص)! کیا ہم آپ سے احادیث نقل ۔۔ کریں ؟ تو فرمایا : کبھی کبھی نقل کیا کریں ، کوئی بات نہیں ، لیکن جو بھی مجھ پر کوئی جھوٹ باندھے یعنی جعلی حدیث نقل کرے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا [1]

جواب :یہ ساری حدیثیں جعلی ہیں ، اگر یہ حدیثیں صحیح ہوں تو پہلا اور دوسرا خلیفہ کو کیا ہو گیا ہے؟بلکہ بخاری نے اس حدیث کے برخلاف عمل کیا ہے اور کہا ہے : یہ حدیث موقوف ہے، اور خود ابوسعید خدری نے لکھی ہے نہ رسول خدا(ص) نے.

معاویہ کی توجیہات:

امّت میں اختلافات کا روک تھام

جب عائشہ نے ابوبکر سے سوال کیا: کیوں ان احادیث کو جلا رہے ہو؟! تو انہوں نے کہا: بیٹی مجھے خوف ہے کہ میں مر جاؤں اور لوگوں سے ایک حدیث بھی میرے پاس باقی رہے ،جبکہ وہ حدیث رسول پاک (ص) سے نقل نہ ہوئی ہو. جس کی وجہ سے لوگ اختلافات کا شکار ہوجائیں [2]

----

(۱):- مسند احمد بن حنبل، ج۳، ص۱۳،۱۲.

(۲):- تقیید العلم، ص۳۵.

ابوبکر نے ایک دفعہ کہا : جو چیز (حدیث) تم لوگ پیغمبر (ص) سے نقل کرتے ہو ، ان میں اختلاف کرتے ہو اور بعد میں آنے والے اس سے بھی زیادہ اختلاف کا شکار ہوجائیں گے . لہذا ہرگز رسول خدا (ص) سے حدیث نقل نہ کریں [1]

جواب:

یہ بات صرف ابوبکر نے کہی ہے ، لیکن اہل سنت کے کسی اور عالم نے اس بات کا دفاع نہیں کیا ہے .ابوبکر کی یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ اولاً : حدیث ؛ آیات کے درمیان موجود ابہامات اور اختلافات کو دور کرنے کیلئے ہے. ثانیاً : لوگوں کے درمیان موجود اختلافات کو ختم کرنے کیلئے ہے . ثالثاً: احادیث کو لوگوں کے سامنے قرآن کو توضیح دینے کیلئے ہے. نہ قرآن کو نابود کرنے کیلئے .

قرآن اور حدیث میں موجوداختلافات کو حل کرے . نہ اصل حدیث کو مٹائے .

جس طرح عثمان نے قرآن کریم کے مختلف نسخوں کو جمع کیا اور ان میں سے ۵ نسخوں کو اصلی منابع قرار دیا اسی طرح احادیث کو بھی دستہ بندی کرتے .

خود اہلسنت اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کے مقابلے میں سنت منبع اصلی ہے ،تو اگر اسے ممنوع قرار دے دے تو کیا ہو گا؟.

----

(۱):- تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص۵.

حدیث ، قرآن کے ساتھ مخلوط ہوجاتی

جواب :قرآن اور حدیث کا مخلوط ہونے کی ا طلاح صحیح نہیں ہے یہ بات اعجاز قرآنی کے منافی ہے ، کیونکہ اگر ایسا ہو تو حدیث قرآن کے برابر ہوجائے گی ، اور قرآن کریم کا سب سے بڑا معجزہ مبارزہ طلبی لغو ہوجائے گا. [1] اور اس زمانے میں قرآن کریم کو کاتبان وحی کے توسط سے لکھا جارہا تھا ؛ تو مخلوط کیسے ہوجاتا؟!

بس اصل وجہ یہ تھی کہ فضائل اہل بیت (ع) ختم ہوجائیں جس کی خاطر لوگوں نے احادیث نقل اور بیان کرنے اور لکھنے پر پابندی لگا دی . کیونکہ یہ لوگ چاہتے تھے کہ اہل بیت(ع) لوگوں کے درمیان معروف ہونے نہ پائے . کیونکہ آئمہ کے سامنے اپنے آپ کو نابود سمجھتے تھے .کیونکہ ہر حدیث رسول(ص) میں کسی نہ کسی طرح اہل بیت کی فضیلت اور قدر ومنزلت بیان ہوچکی تھی جسے سن کر اہل بصیرت اور اہل انصاف سمجھ جاتے کہ وصایت اور خلافت کے حقدار وہی حضرات تھے اور جو بھی ان کی جگہ پر . دور خلیفہ مسند خلافت پر بیٹھے وہ غاصب تھے.اور سمجھ جاتے کہ اس کی زد میں کون کون آتے ہیں؟!!

جمع آوری احادیث کے مراحل

یہ ممنوعیت بنی امیہ اور بنی مروان کے دور تک جاری رہی . جب عبد العزیز کا دور آیا تو انہوں نے ۱۰۱ھ میں یہ احساس کیا کہ اگر یہی صورت رہی تو علم اور علماء اور (احادیث پیغمبر) بالکل مفقود ہوجائیں گے [2]

----

(۱):- محمد بن عجاج ، خطیب، السنۃ قبل التدوین، ص ۱۸۹.۱۸۷.

(۲):- محمود ابوریۃ ؛ اضواء علی السنۃ المحمدیہ ، ص۵۴،۵۳.

لہذا اس نے اولین بار احادیث رسول (ص) کو باره سے تدوین کرنے کا حکم دیا . اور سب سے پہلا جس شخص نے تدوین شروع کی وہ ابن شہاب زہری ہے ، کہ اس نے ۱۵۰ھ یعنی ۵۰ سال بعد تدوین شروع کی .ان کے بعد جن علماء نے تدوین حدیث کا کام شروع کیا ، ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

زکریا بن ابی زائدہ، عبدالملک بن جریج، محمد بن اسحاق،عبدا للہ بن مبارک،لیث بن سعد،ابن ابی ذئب، سفیان بن الثوری، ...

1. تدوین: ہر وہ حدیث جو پیغمبر اسلام (ص)سے نقل ہوئی ہے .

2. مصنفات فقہی کتابوں کے ابواب کے مطابق تدوین کیا گیا ہے . جیسے مصنف ابوحنیفہ، ابن ابی شیبہ .

3. مسانید : مسند نویسی ایک قدم آگے ہے جہاں سنی کی بررسی اور جمع آوری کیا جاتا ہے . اور وہ صحابیوں کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے : جیسے ابوہریرہ نے کیا کہا ؟ اس کی اہم باتوں اور اقوال کو ایک ساتھ جمع کیا ہے . احمد بن حنبل نے کیا کہا ہے ؟ ان کے سارے اقوال کو یک ساتھ ملایا گیا ہے .. اس طرح ۱۳۰ مسانید لکھے جاچکے ہیں ان میں سے ۱۲ بہت ہی معتبر ہیں .

مسند ابی شیبہ

مسانید اربعہ احمد بن حنبل یہ باقی مسانید میں سے چیدہ چیدہ اہم باتوں کو جمع کیا ہے.

صحاح ستہ : اس مرحلے میں سند اور راویاں کے سندوں کی تحلیل کی گئی ہے . صحیح بخاری ۲۵۶ھ، مسلم ۲۶۱ھ، سنن ابی داود ۲۷۵ھ، سنن ابن ماجہ ۲۷۳ھ، ترمزی ۲۷۹ھ، نسائی ۳۰۲ھ

صحاح اور سنن میں فرق

صحاح میں سارے مباحث (سیاسی، اخلاقی ، اعتقادی، ....) سے بحث کی جاتی ہے لیکن

سنن میں فقط فقہی مباحث کو زیر بحث لایا جاتا ہے.

موطا ابن مالک جو علمیت کے عظیم درجے پر فائز ہے وہ ۷۰ ہزار احادیث میں سے صرف ۷۰۰ حدیثیں معتبر جانتا ہے اور انہیں پیغمبر(ص) کی طرف نسبت دیتا ہے .

یہ سات اہل سنت کے جوامع اولیہ شمار ہوتے ہیں .

مصنف: یہ فقہی ابواب کے مطابق تدوین ہوا ہے ؛ جیسے نماز، روزہ ، زکواۃ ، ....

گام بعدی: اہل سنت کے درمیان ایک انقلاب آیا اور ان احادیث کی پاکسازی اور نقد و بررسی کرنے لگا.

حدیث کی کچھ اصطلاحات

غریب الحدیث : وہ کلمات جو قابل فہم نہیں ، جیسے ضرب المثل ،

مختلف الحدیث : ایسے احادیث کے بارے میں بحث ہوتی ہے ، ظاہراً دو حدیثیں آپس میں تناقض رکھتی ہیں ، اگرچہ در حقیقت قابل جمع ہیں .

ناسخ و منسوخ: جس طرح قرآن مجید میں آیات ایک دوسرے کا ناسخ و منسوخ بنتی ہے اسی طرح احادیث بھی ایک دوسرے کا ناسخ و منسوخ بنتی ہیں .ان سے بحث کرتے ہیں.

تیسری فصل: مسلمانوں میں اختلافات کے اسباب

مسلمانوں کی گمراہی کا سبب کون؟

مسجد نبوی میں ایک شیعہ عالم دینی دعاؤں میں مصروف تھا، اتنے میں ایک سلفی مذہب کا (وہابی) آیا اور اہانت آمیز لہجے میں کہا: تم سب گمراہ ہو جس کے ذمہ دار تمہارے علماء خصوصاً شیخ کلینی اور مجلسی ہیں.

شیعہ عالم: وہ لوگ خدا کی رحمت سے دور ہوں جو مسلمانوں کی گمراہی اور ضلالت کا باعث بنے. پھر: کیا تو جاننا چاہتا ہے کہ کون گمراہی کا سبب بنا اور اس سے دوری اختیار کرے؟!

وہابی: کیوں نہیں، میں حاضر ہوں. شیعہ: صحیح بخاری کو مانتے ہو؟

سنی: ہم قرآن کے بعد معتبر ترین کتاب صحیح بخاری کو مانتے ہیں اور اس کی تمام روایات معتبر اور صحیح ہیں.

شیعہ عالم: صحیح بخاری میں سات روایات موجود ہیں جن میں پیغمبر اسلام کا آخری لمحات میں قرطاس و قلم مانگنا تاکہ امت گمراہی سے بچے تو بعض لوگوں نے جو ان کے ارد گرد جمع تھے انکار کیا اور مانع بنے اور رسول غصے میں آکر قوموا عنّی یعنی یہاں سے دفع ہوجاؤ کہہ کر نکال دئے گئے. کیا تمہیں معلوم ہے وہ کون تھے؟ اگر معلوم ہوجائے تو کیا اس سے بیزاری کا اظہار کروگے؟ اس وقت وہ خاموش ہوگیا.

شیعہ عالم نے کہا: آپ صحیح بخاری کا مطالعہ کریں تاکہ تم پر واضح ہوجائے کہ اختلاف اور گمراہی کا منشا شیخ کلینیؒ ہے یا دوسرے شیعہ علماء، یا وہ شخص ہے جس کی محبت کا تم لوگ دم بھرتے ہو؟!

اس نے کہا: ان لوگوں کے باہر نکال دینے کے بعد تو رسول اللہ وہ خط لکھ سکتے تھے کیوں نہیں لکھے؟

شیعہ عالم: جب عمر نے شبہہ کی بنیاد ڈالی تواگر پیغمبر لکھ بھی دیتے تو یہ لوگ کہہ دیتے کہ اس خط کی اہمیت نہیں، کیونکہ رسول اللہ نے حالت غنودگی یعنی جب عقل زائل ہوچکی تھی، میں لکھے ہیں. اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اسے پھاڑ دیتے.

مسلمانوں میں اختلافات پیدا کرنے والے کون؟

شیعہ : تم اہل سنت والے ہیں رافضی کہتے ہو اور گمراہ سمجھتے ہو لیکن کیا تم نے اپنے بزرگوں سے کبھی سوال کیا ہے کہ گمراہی اور اختلاف کے بیج کس نے بوئے ہیں؟ اور کس نے رسول کو بات نامہ لکھنے نہ دیا؟ ایسے شخص سے بیزاری کرنے کی بجائے تم لوگ اس کی محبت میں گرفتار ہوئے ہو؟!

وہابی: ایسا نہیں . خدا اس پر لعنت کرے جو مسلمانوں میں اختلاف کا سبب بنا .

شیعہ: آمین یا رب العالمین. تم صحیح بخاری کا مطالعہ کرو [1] کہ کون سبب بنا کہ رسول اللہ خط لکھ نہ سکے ؟ اور ابن عباس نے کیوں گریہ کیا ؟

وہابی جب اس بات پر متوجہ ہوا تو کہنے لگا کہ بہر حال جو کچھ بھی ہوا اب تو تمام مسلمانوں کو قرآن اور سنت پر عمل کرنا چاہئے جو ہمارے اختیار میں ہے.

شیعہ: ہم شیعیان علی (ع) بھی یہی کہتے ہیں اور معتقد ہیں کی قرآن اور سنت پر عمل کریں جو آئمہ طاہرین کے توسط سے ہم تک پہنچی ہے. لیکن تمھاری یہ بات تو:

اولاً عمر کی بات کے خلاف ہے یعنی حسبکم کتاب اللہ کا معنی یہی ہے کہ ہمیں رسول کی لکھائی کی کوئی ضرورت نہیں.

ثانیاً اگر عمر کی بات ٹھیک تھی اور خدا کی کتاب کافی ہوتی تو اس وقت صحابہ کے درمیان اختلاف کیوں پیدا ہوئے؟

ثالثاً کیوں مسلمانوں بلکہ خود اصحاب ایک دوسرے سے لڑنے لگے؟ کیا علی (ع) اور طلحہ و زبیر اور معاویہ اصحاب رسول میں سے نہیں تھے؟ کیا عائشہ زوجہ پیغمبر نہیں تھی؟ کیا رسول قرآن اپنے ساتھ لیکر گئے؟ پس اگر قرآن کافی ہے سنت کی ضرورت نہیں تو اپنے آپ کو سنّی کیوں کہتے ہو؟

----

(۱):- صحیح بخاری، ج۱،ص۳۳ ،ابوعبداللہ امام نیشاپوری، معرفۃ علوم احدیث ، ص۱۵ باب قول مریض قوموا عنّی.

وہابی: بہر حال جو ہوا سو ہوا . فی ا ال ہمیں کسی رر اسلام کے مسلمانوں کو برا بھلا نہیں کانب چاہئے کیونکہ وہ کلمہ گو تھے.

شیعہ: اگر کلمہ گو کیلئے بدگوئی اور برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے تو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر تم لوگ شیعوں کو کیوں برابھلا کہتے ہو.

اور کفر کے فتوے لگاتے ہو؟صرف اس بات پر کہ اپنے فقہ کے مطابق مٹی (سجدہ گاہ) پر سجدہ جائز سمجھتے ہیں تو انہیں تم مشرک کہتے ہو؟ اور ایرانیوں کو مجوسی کہتے ہو؟!

وہابی: یہ خاص گروہ کیساتھ مختص ہے جن سے ہم بیزار ہیں.

شیعہ: بالآخر تم لوگ شیعوں کو گمراہ سمجھتے ہو. خدا اس پر لعنت کرے جو مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بنا خواہ ان کے ہم پیروکار ہوں یا تم.

وہابی جب لاجواب ہوگیا تو کہنے لگا : کچھ بھی ہو، ایرانی پہلے مجوسی تھے. اس بات سے تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہئے.

شیعہ: کچھ بھی ہو تم عرب بھی بت پرست اور مشرک تھے . کیا تمہیں بتادوں کہ قرآن میں ہم ایرانیوں کی مذمت میں آیت نازل ہوئی ہے یا تم عرب والوں کی؟

وہابی : کچھ فکر کرنے کے بعد کہا: ہمیں معلوم نہیں .

شیعہ: لیکن میں جانتا ہوں کہ عرب کی مذمت میں کتنی آیتیں نازل ہوئی ہیں:

۱. قَالَتِ الْأَعْرَابُ ءَامَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُواْ وَ لَاكِن قُولُواْ أَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْايمَانُ فىِ قُلُوبِكُمْ وَ إِن تُطِيعُواْ الله وَ رَسُولَهُ لَا يَلِتْكمُ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيًْا إِنَّ الله غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱) یہ بدوعرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے ہیں کہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اور اگر تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا کہ وہ بڑا غفور اور رحیم ہے

----

(۱):- حجرات۱۴.

۲. الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَ نِفَاقًا وَ أَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُواْ حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللهُ عَلىَ رَسُولِهِ وَ اللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَ مِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا وَ يَترَبَّصُ بِكمُ الدَّوَائرَ عَلَيْهِمْ دَائرَةُ السَّوْءِ وَ اللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [۱]

یہ بادیہ نشین بدو کفر و نفاق میں انتہائی سخت ہیں اور اس قابل ہی نہیں کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو کچھ نازل کیا ہے ان کی حدود کو سمجھ سکیں اور اللہ بڑا دانا، حکمت والا ہے اور ان بدوؤں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تم پر گردش ایام آئے، بری گردش خود ان پر آئے اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے .

وہابی: یہ آیتیں تو عرب بادیہ نشینوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں.

شیعہ : ٹھیک ہے اسے قبول کرتا ہوں لیکن اس آیت کا کیا کریں گے : وَ مِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُواْ عَلىَ النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نحَنْ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبهُم مَّرَّتَينْ ثمُ يُرَدُّونَ إِلىَ عَذَابٍ عَظِيمٍ .[۲] اور تمہارے گرد و پیش کے بدوؤں میں اور خود اہل مدینہ میں بھی ایسے منافقین ہیں جو منافقت پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے (لیکن) ہم انہیں جانتے ہیں، عنقریب ہم انہیں دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے.

اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کا اتباع کیا ہے ان سب سے خدا راضی ہوگیا ہے اور یہ سب خدا سے راضی ہیں اور خدا نے ان کے لئے وہ باغات مہیا کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے

----

(۱):- توبہ ۹۷،۹۸.

(۲):- توبہ ۱۰۱.

جب یہ آیت پڑھی تو سخت ناراض ہوئے. اور کہنے لگے ان آیات کو سمجھنے کیلئے ظاہر آیات کی بجائے تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہئے .

شیعہ: تم بھی شیعوں کے بعض اعمال کے ظاہر کو دیکھ کر فوراً کفر کا فتوی کیوں لگاتے ہو؟ کیوں اپنے مدارس میں شیعوں کے خلاف جوانوں کو تعلیم دیتے ہو؟ آخر ہم سے ان اعمال کی وجوہات اور ادلے کے بارے میں کیوں دریافت نہیں کرتے ہو؟ اب ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا. اور جو آیات عرب میں سے خواہ بادیہ نشین ہوں یا شہری ، ہر صورت میں عرب تو ہے، اور جو آیات منافقین و کفار و مشرکین کی مذمت میں نازل ہوئیں سب عرب والے تو تھے. سورہ منافقون تو یقیناً مدینہ کے منافقین کی مذمت میں نازل ہوا ہے.لیکن ہم ایرانیوں کی مذمت میں نہیں بلکہ ہماری تعریف و مدح میں آیت نازل ہوئی ہے:

صحیح مسلم میں دیکھ لو: جب سورہ جمعہ نازل ہوا، رسول اللہ (ص)نے آیہ وَ آخَرينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزيزُ الْحَكيمُ [1] کی تلاوت کی تو یک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (ص)آیت میں آخرین سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب نہیں دیا پھر سوال کیا، پھر جواب نہیں دیا ،پھر سوال کیا توفرمایا: کیا سلمان فارسی حاضر ہے؟ پھر اپنے دست مبارک کو سلمان پر رکھ کر فرمایا : اگر ایمان ثریا پر ہی کیوں نہ ہو یہ لوگ اسے حاصل کرکے رہیں گے. فوضع النبی یده علی سلمان ثم قال: لوكان الایمان عند الثریا لنا له رجال من هولاء .[2] ابو ہریرہ نے روایت کی ہے رسول اللہ نے فرمایا: لو کان ا رین عند الثریا زہب بہ رجل من فارس تی یتناو ..[3]

کیا اسے مانتے ہو؟ کہا ہاں یہ قول صحیح ہے.

(ا):- جمعہ ٣.

(٢):- صحیح مسلم کتاب فضل صحابہ،ح ٢٥٤٦.

(٣):- ہمان، ح٢٥٤٧ .

شیعہ: پس ایرانی نہ صرف مورد مذمت نہیں ٹھہرا بلکہ خدا و رسول کی طرف سے ان کی تعریف اور مدح ہوئی ہے. پس کیوں تم لوگ ایرانیوں پر کفر کی تہمت لگاتے ہو؟

وہابی نے کہا: حقیقت میں ساری ذمہ داری ہمارے علماء پر عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگ ہمیں یوں بیان کرتے ہیں کہ شیعوں کا ہر کام بدعت اور گمراہی پر مبنی ہوتا ہے. اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ پھر خدا حافظی کر کے چلے گئے.

۔ یامحمد یا علی کہنا شرک؟!!

سوال : جب شیعیان یا رسول اللہ، یا علی (ع)،... کہتے ہیں؛ تو ابن تیمیہ کے ماننے والے کہتے ہیں کہ مردے کو اس طرح آواز دینا شرک ہے. پس صرف یا اللہ کہہ سکتا ہے.

جواب:

اسلام کا معیار کلمۂ شہادتین ہے. جو بھی زبان پر یہ کلمہ جاری کرے اس کی جان، مال، آبرو اور ناموس محترم ہیں ان باتوں کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا. صحیح بخاری میں ہے : قال رسول الله :امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا: لااله الا الله.فمن قال لا اله الا الله عصم منى ماله و نفسه الا بحقه و حسابه على الله.(1)

----

(1):- صحیح بخاری ح ۶۹۲۴.

رسول اللہ(ص) نے جنگ بدر کے دن ۲۴ مقتولین کو ایک جگہ دفن کرنے کے تین دن بعد اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لائے اور اس گڑھے کے روبرو کھڑے ہو کر ندا دی : یا فلان ابن فلان ویا فلان ابن فلان ایسرّکم انکم اطعتم اللہ و رسولہ؟ فانّا قد وددنا ما وعدنا ربنا حقاً فهل وجدتم ما وعد ربّکم حقاً . قال فقال عمر : یا رسول اللہ! ما تکلم من اجساد لا ارواح لها؟ فقال رسول اللہ : والذی نفس محمد بیده ما انتم باسمع لما اقول منهم۔[1]

یا رسول اللہ! کیا بے روح اجساد کے ساتھ باتیں کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے ، تم ان سے زیادہ میری باتوں کو نہیں سن سکتے۔ یعنی جس طرح زندہ لوگ سنتے ہیں اسی طرح مردہ لوگ بھی سنتے ہیں.

اسی طرح آپ نے اہل قبور کی زیارت کرتے ہوئے اموات کو خطاب کرکے فرمایا:

السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر[2]

عبد اللہ بن عمر نے رسول خدا ، ابوبکر اور عمر کی زیارت کرتے ہوئے کہا:

السلام علیک یا رسول اللہ!السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابتاہ.[3]

اسی طرح تمام مسلمانان عالم تشہد میں کہتے ہیں: السلام علیک ایهاالنبی ورحمةاللہ و...

ان تمام بیانات کی روشنی میں یا رسول اللہ کہنا ، یا علی، یا حسین ، یا فاطمہ کہنا، پیغمبر (ص) کا اہل قبور کو آواز دینا عبد اللہ بن عمر کا السلام علیک یا رسول اللہ، یاابابکر کہنا، شرک ہوا اور یہ لوگ مشرک.! حتی کہ سب مسلمان جو نماز میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ.. کہتے ہیں ، مشرک ہوئے.

----

(۱):- صحیح بخاری،باب قتل ابی جھل،ح۳۹۷۶.

(۲):- القحطانی، صلوة المؤمن ،ح ۳۹ ۷۶.

(۳):- مجموع فتاوی ابن باز،کتاب الحج والعمرہ، ج۹، ص۲۸۹.

اشکال:

مشرکین اور بت پرست بھی یہی کہتے ہیں: وَ الَّذِينَ اتخَّذُواْ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلىَ الله زُلْفَى [1]
اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ سرپرست بنائے ہیں یہ کہہ کر کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں گے؛ اور شیعہ بھی آئمہ کو قرب الٰہی کیلئے واسطہ قرار دیتے ہیں.

جواب:

اس اشکال کا جواب اسی آیۃ میں موجود ہے. شیعوں اور بت پرستوں میں فرق یہ ہے کہ بت پرست کہتے ہیں کہ ہم بتوں کی پوجھا اس لئے کرتے ہیں کہ خدا سے نزدیک ہوجائے. یعنی خود اقرار کرتے ہیں کہ ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں. لیکن شیعہ کبھی بھی اہل بیت کی پرستش کو جائز نہیں سمجھتے اور کبھی بھی آئمہ کیلئے سجدہ نہیں کرتے اور بغیر قصد قربۃً الی اللہ کوئی عبادت ، نذر ، نیاز و... جائز نہیں سمجھتے. اگر نذر امام حسین ، عباس، امام رضا(ع) کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نذر کا ثواب ان ہستیوں کیلئے ہدیہ کرنا ہے لیکن اصل نذر خدا کیلئے ہے. اور کہتے ہیں :

قُلْ إِنَّ صَلاتی وَ نُسُكی وَ محَْيایَ وَ مَماتی لِلَّهِ رَبِّ الْعالَمينَ [2]

کہہ دیجئے کہ میری نماز ,میری عبادتیں ,میری زندگی ,میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے دعائے کمیل میں کہتے ہیں: الهی و ربی من لی غیرک اسئله کشف ضرّی والنظر فی امری .

آیہ شریفہ : أَمَّن يجُِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوءَ وَ يجَْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَ ءِلَهٌ مَّعَ الله قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُون. [3]

----

(۱):- زمر، ۳.

(۲):- انعام،۱۶۲.

(۳):- نمل۶۲.

َ بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کردیتا ہے اور تم لوگوں کو زمین کا وارث بناتا ہے کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے - نہیں - بلکہ یہ لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہیں .

صحابہ کون؟

یہ ایک مہم نکتہ ہے کہ صحابہ کا مفہوم کیا ہے اس بارے میں اہل سنت کے ہاں مختلف نظریات موجود ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

۱.رسول اللہ کو صرف ایک بار دیکھا ہو

کچھ نے کہا کہ ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ (ص) کو اپنی زندگی میں دیکھا ہو. یہ بخاری کی تعبیر ہے :من صحب رسول اللہ او رآہ من المسلمین فہو من اصحابہ!

احمد بن حنبل معروف عالم اہل سنت نے بھی یہی کہا : اصحاب رسول اللہ کلّ من صحبه شهراً او یوماً او ساعة او رآہ؛ اصحاب رسول خدا (ص) ہر وہ شخص ہے جس نے ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھنٹہ آپ کو دیکھا ہو یا ساتھ رہا ہو .

۲.ایک مدت تک آپ کے ساتھ رہا ہو

قاضی ابوبکر محمّد بن الطیب کہتا ہے عرف میں صحابی ان کو کہا جاتا ہے کہ جو : ایک مدت تک آپ کے ساتھ رہا ہو.

۳.ایک سال آپ کے ساتھ رہا ہو

سعید بن المسیّب: صحابی پیغمبر (ص)صرف وہی لوگ ہیں جو کم از کم ایک یا دوسال ساتھ رہے ہوں اور ایک یا دو غزوہ میں رسول خدا (ص) کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں۔[۱]

----

(۱):- تفسیر قرطبی، جلد ۸، صفحہ ۲۳۷.

اور ان تعریفوں میں سے اکثر اہل سنت نے وسیع معنا کو لیا ہے یعنی اگرایک مہینہ یا ایک گھنٹہ بھی رسول کی خدمت میں رہے ہوں . اس صورت میں یہ اشکال پیداہوتا ہے کہ اہل سنت کے کہنے کے مطابق یہ سب عادل ہیں اور ان کا ہر قول و فعل ہمارے لئے حجت ہے اور ایسا اشکال کرنے والا زندیق ہے !!! لیکن ان کا کردار دیکھیں تو جیسا کہ بیان کرچکا بڑے بڑے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں تو ہمارے لئے کیسے یہ لوگ عملی نمونہ بن سکتے ہیں؟!!

شیعہ کیوں صحابہ کومعیار حق نہیں مانتے ؟

جواب: شیعہ سارے اصحاب کو ملعون نہیں مانتے ، بلکہ ایک مخصوص گروہ کو جو سقیفہ میں جمع ہوکر خلافت کو علی(ع) سے دور رکھنے کا سبب بنے.کیونکہ خلافت کو علی کی ضرورت تھی نہ علی کو خلافت کی ، یہ طبیعی بات ہے کہ جنگ میں کہیں بھی حلوا اور پلاؤ تقسیم نہیں ہوتا ، بلکہ تلوار ، نیزے ،گولیوں اور بموں ، ... کے ذریعے سے اس کا استقبال کیاجاتا ہے .

قرآن کریم نے ان لوگوں پر لعنت بھیجی ہے کہ جو اللہ اور رسول کو اذیت دے اور ان کی نافرمانی کرے ، نہ صرف لعنت بھیجی ہے بلکہ قیامت کے دن شدید عذاب کا بھی وعدہ کیا ہے: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَ رَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيا وَ الْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذاباً مُهِيناً».(۱)

یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے لئے رسوا کرنے والاعذاب مہیاّ کر رکھا ہے.

اور تاریخ میں ثبت ہوچکا ہےکہ صحابہ نے کئی دفعہ رسول کی نافرمانی کرکے ان کے دل دکھائے ہیں، جیسے پیغمبر (ص) کے حکم نے کے باوجود جیش اسامہ میں شرکت نہ کرنا، آپ(ص) کے آخری ایام میں قرطاس وقلم مانگنا اور دینے سےصحابہ کا انکار کرنا و.

----

(۱):- الاحزاب ۵۷.

سعد بن عبادہ نے علیؑ سے کہا : ابوبکر اب بوڑھا ہوچکا ہے ، اسے چند سال حکومت کرنے دیں پھر آپ حکومت کریں یعنی انہوں نے اس خلافت کو لوگوں کی مرضی اور اختیاری منصب سمجھ رکھا تھا . جبکہ یہ ایک الہی منصب تھا جسے اللہ تعالی اپنی مرضی سے انتخاب کیا تھا.

لعن بر صحابہ کہاں تک جائز ہے؟

اس سوال کا جواب واضح کرنے کیلئے ہم ایک مناظرہ کو نقل کرتے ہیں:

شیعہ : میں مسجد نبوی میں مفاتیح الجنان کھول کر دعا پڑھ رہا تھا اتنے میں ایک وھابی آیا جو مفاتیح سے آشنا تھا فوراً زیارت عاشورا نکالی اور کہا: یہ اول و دوم و سوم پر لعن کیا گیا ہے ، ان سے کون لوگ مراد ہیں؟

شیعہ: کیا ہر وہ شخص جن پر لعن کرتے ہیں ان کا پہچاننا ضروری ہے؟

وہابی: انسان جس کو نہیں جانتا کیسے اس پر لعن کرتا ہے؟

شیعہ: ہم سارے مسلمان پانچ وقت کی نماز میں کئی مرتبہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے ہیں ، کیا انہیں ہم جانتے ہیں؟

وہابی: کچھ فکر کرنے کے بعد ، نہیں.

شیعہ : جن کو نہیں جانتے ہو کس طرح خدا سے دعا کرتے ہو کہ ان میں سے نہ ہو؟

وہابی: انہیں جانے یا نہ جانے ہمیں خدا کا حکم ہے کہ یہ آیت پڑھا کرے.

شیعہ: یہی حکم زیارت عاشورا میں بھی ہے کہ ان کو جانے یا نہ جانے ان پر لعن کیا کرے.

وہابی: اس زیارت میں معاویہ پر بھی لعن کی گئی ہے اسے تو جانتے ہو کہ وہ صحابی رسول اور خلفائے راشدین میں سے ہے جنہیں رسول خدا نے بھشت کی بشارت دی ہے. اور صحابی رسول پر لعن کرنا گناہ اور حرام ہے اور شرک و کفر سے بھی بد تر ہے، اسلئے لعن کرنے والوں کو سزا ملنی چاہئے.

شیعہ : اصحاب اور خلیفۂ رسول کے ساتھ جنگ کرنا لعن کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے. اگر معاویہ کو موقع ملتا تو علی ابن ابی طالب(ع) کو شہید کرتا. جس طرح اس کے بیٹے یزید نے حسین ابن علی (ع) کو شہید کیا.

اولاً شیعہ کبھی بھی اہل بہشت پر لعن نہیں کرتے.

ثانیاً علی ابن ابی طالب(ع) بھی خلفائے راشدین میں سے تھے. اور معاویہ نے ان کے ساتھ جنگ کی اور جو بھی علی پر لعن نہیں کرتا تھا اسے سزا دیتا تھا. نماز جمعہ کے بعد ہزار مرتبہ لعن کرنا واجب قرار دیا تھا. تاریخ گواہ ہے کہ ایک دفعہ ایک شامی علی پر لعن کرنا بھول گیا تو اس کے کفارے میں اس نے ایک مسجد تعمیر کرائی. پس بقول ترے علی پر لعن کرنے کی وجہ سے معاویہ کافر ہوگیا؛ اور ہم کافر پر لعنت کرتے ہیں.

وہابی: معاویہ نے کب علی پر لعن کیا؟

شیعہ: کیا تم صحیح مسلم کو مانتے ہو؟ جس میں لکھا ہے: امر معاویةبن ابی سفیان سعداً فقال : ما منعک ان تسبّ ابا تراب؟ فقال امّا ما ذکرت ثلاثاً قالهن له رسول الله فلن اسبه لان تکون لی واحدة منهن احبّ الیّمن حمر النعم.سمعت رسول الله یقول له خلّفه فی بعح مغازیه فقال له علیّ : یا رسول الله خلفتنی مع النساء و الصبیان ؟ فقال له رسول الله: اما ترضی ان تکون منّی بمنزلةهارون من موسیٰ الا انه لا نبوّة بعدی. و سمعته یوم خیبر : لاعطینّ الرایة رجلاً یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله. و قال : فتطاولنا لها: فقال : ادعوا علیاً فاتی به ارمد فبصق فی عینه و دفع الرایة الیه ، ففتح الله علیه.ولما نزلت هذه الآیة : فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم، دعارسول الله علیا و فاطمة و حسنا و حسینا فقال:اللهم هولاء اهلی.[1]

----

(۱):- صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابیطالب،ح۴۴۲۰.

یعنی معاویہ نے سعد کو حکم دیا کہ علی پر لعن کرے سعد نے کہا میں علی پر لعن نہیں کروں گا،کیونکہ ان تین خصوصیات میں سے ایک بھی اگر میرے لئے رسول اللہ (ص)نے فرمایا ہوتا جو علی کیلئے بیان کیا ہے تو اس کی قیمت میرے نزدیک سرخ رنگ کے اونٹ کی قیمت سے زیادہ تھی:

١. رسول اللہ(ص) جب جنگ کیلئے عازم سفر تھے تو علی کو اپنا جانشین معین کیا تو علی نے کہا: یا رسول اللہ !کیا مجھے بچوں اور عورتوں کے پاس چھوڑجائیں گے؟تو فرمایا: کیا تم خوش نہیں ہونگے کہ تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی؟ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا.

٢. میں نے رسول خدا (ص)کو خیبر میں سنا کہ آپ فرما رہے تھے: کل پرچم اس شخص کو دونگا جو کرار غیر فرار ہوگا جسے خدا و رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے. دوسرے دن ہر کوئی اپنی گردنوں کو اونچی کر رہے تھے کہ شاید مجھے آواز دے ، لیکن رسول اللہ(ص) نے کہا: علی کو میرے نزدیک بلاؤ . علی کو بلایا درحالیکہ ان کی آنکھوں میں شدید درد تھی. اپنا لعاب دہان علی کی آنکھوں میں ڈال کر نشان انہیں دیدیا . اور خدا نے انہیں فتح و نصرت عطا کی.

٣. جب آیۃ مبارکہ قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم...وانفسنا و انفسکم نازل ہوئی تو رسول اللہ (ص)نے علی وفاطمہ و حسن و حسین کو طلب کیا اور کہا: اللھم ھولاء اھل بیتی.تو تو ہی بتا کہ ایسی ذات پر میں کیسے لعن و طعن کروں ؟! اگر میں ایسا کروں تو اللہ اور رسول کی لعنت مجھ پر پڑے گی.

پس معاویہ اہل سنت کے کہنے کے مطابق فاسق اور زندیق ہے کیونکہ اس نے صحابی رسول علی ابن ابیطالب پر لعن کیا اور ہم اگر معاویہ پر لعن کرتے ہیں تو صحابہ پر نہیں زندیق پر لعن کرتے ہیں.

بعض اصحاب منافق!!

سؤال : کیا یہ صحیح ہے کہ بعض اصحاب پیغمبر منافقین میں سے تھے اور ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے ؟

جواب: ہاں ، صحیح مسلم میں پیغمبر اکرم(ص) سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے اصحاب میں بارہ منافقین ہیں

جن میں سے آٹھ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ اونٹ کو سوئی کے سوراخ سے گذارا نہیں جائیگا.مقصد یہ کہ ۔ ۔امیکنات میں سے ہے: «فی اصحابی اثناعشر منافقاً، فیهم ثمانیة لا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سمِّ الخیاط.[۱]

عثمان کے قاتلؑ بھی صحابہ تھے

سؤال:کیا یہ درست ہے کہ عثمان کے قاتل اصحاب رسول اکرم (ص)میں سے تھے؟

۱.فروۃ بن عمرو از اری اصحاب بیعت عقبہ میں سے تھا[۲]

۲.محمد بن عمرو بن حزم از اری پیغمبر اکرم(ص)نے ۔ ۔ام رکھا تھا. ولد قبل وفاة رسول اللّه بسنتین. فکتب الیه ۔ ای الی والده ۔ رسول اللّٰه سمّه محمد ا. و کان اشدَّ الناس علی عثمان: المحمدون: محمدبن ابی بکر، محمدبن حذیفة، و محمد بن عمرو بن حزم.[۳]

۳.جبلہ بن عمرو ساعدی از اری بدری کہ جس نے عثمان کے جنازے کو بقیع میں دفن کرنے سےروکا : هو اوّل من اجترا علی عثمان. لما رادوا دفن عثمان، فانتهوا الی البقیع، فمنعهم من دفنه جبلة بن عمرو فانطلقوا الی حش کوکب فدفنوه فیه.[۴]

۴.عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، امام بخاری کے کہنے کے مطابق اس نے عثمان کو ذبح کیا اسلم مع ابیه قبل الفتح، و شهد الفتح و ما بعدها انه ممن دخل علی عثمان فطعن عثمان فی ودجه.[۵]

----

(۱):- صحیح مسلم ۸: ۱۲۲ کتاب صفات المنافقین - مسند احمد ۴: ۳۲۰ البدایة والنهایة ۵: ۲۰.

(۲):- الاستیعاب ۳: ۳۲۵ - اسد الغابة ۴: ۳۵۷.

(۳):- الاستیعاب۳۴۲:۳.

(۴):- الانساب ۲: ۲۶۰ - تاریخ المدینة ۱۱۳.

(۵):- تاریخ الاسلام (الخلفاء) ۵۶۷

۵. محمد بن ابی بکر جو حجۃ الوداع کے سال میں پیدا ہوا، و ربتہ اسماء بنت عمیس فی حجۃ الوداع و کان احد الرؤوس ا لذین ساروا الی حصار. امام ذہبی کے کہنے کے مطابق عثمان کے گھر کا محاصرہ کرنے والوں میں سے تھا۔[1]۔عثمان کی داڑھی کھینچتے ہوئے کہا: اے یہودی! اللہ تمہیں رسوا کرے۔

۶۔عمرو بن احمق جو اصحاب رسول میں سے تھا راوی کے کہنے کے مطابق حجۃ الوداع کے موقع پر رسول خدا کی بیعت کی ہے۔
قال الذهبى:وثب عليه عمرو بن الحمق و به ۔عثمان ۔ رَمَق و طعنه تسع طعنات، و قال: ثلاث للّه و ستّ لما في نفسى عليه. راوی کہتا ہے: بايع النبى فى حجة الوداع و صحبه. كان احد من الّب على عثمان بن عفان.[2]

و قال الذهبى: انّ المصريين اقبلوا يريدون عثمان. و كان رؤساؤهم اربعة. و عمرو بن الحمق الخزاعى.[3]

امام ذہبی کے کہنے کے مطابق نو دفعہ خنجر کا ضربہ وارد کیا اور کہا تین ضربہ اللہ کی خاطر اور چھ اپنی خاطر تجھ پر لگاؤں گا۔

قرطبى: عبدالرحمن بن عُديس، مصرى شهد الحديبية و كان ممن بايع تحت الشجرة رسول الله و كان الامير على الجيش القادمين من مصر الى المدينة الذين حصروا عثمان و قتلوه [4] عبدالرحمن بن عدیس جو اصحاب بیعت الشجرہ میں سے تھا ،قرطبی کے کہنے کے مطابق مصری شورش برپاکرنے والے افراد کا لیڈر اور رہبر تھا کہ آخر کار انہی لوگوں نے عثمان کو قتل کیا۔

اب یہ بتائیں کہ یہ اصحاب کیسے ہمارے لئے نمونہ عمل بن سکتے ہیں؟

----

(۱):۔ تاریخ الاسلام(الخلفاء) ۴۶۱

(۲):۔ صحیح بخاری ۸: ۲۳، کتاب المحاربین، باب رجم الحبلی۔

(۳):۔ تہذیب الکمال۱۴: ۲۰۴ - تہذیب التہذیب ۸: تاریخ الاسلام (الخلفاء) ۴۶۱

(۴):۔ فتح الباری ۲: ۱۸۹ - الثقات لابن حبان ۲: ۲۶۵ - الطبقات الکبری۳: ۷۱۔

۱ بعض اصحاب پر اہل سنتؑ بھی لعن کرتے ہیں

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ ہم اہل سنتؑ بھی بعض صحابہ کرام پر لعن کرتے ہیں. عثمان کے قاتلوں پر لعن کرتے ہیں جبکہ وہ لوگ اصحاب رسول میں سے ہیں.اس کے علاوہ وہ لوگ اصحاب شجرہ اور بیعت عقبہ میں سے ہیں ، اس کے علاوہ رسول خدا (ص)کے رکاب میں جنگ بدر ، احد اور حنین اور فتح مکہ میںؑ بھی شریک تھے !

جواب: امام ذہبي ان پر نفرین کرتے ہوئے کہتاہے: «كل هولاء نبرا منهم و نبغضهم فی الله.نرجوله النار»یعنی ہم ان سے اظہار برائت کرتےہیں اور اللہ کی رضایت کی خاطر ان سے دشمنی کرتے ہیں اور ان کےلئے عذاب جہنم کا طلب گار ہیں .

امام بن حزم کہتا ہے«لعن اللّه من قتله و الراضين بقتله.[۱] بل هم فساق حاربون سافكون دماً حراماً عمداً بلا تاويل على سبيل الظلم و العدوان فهم فسّاق ملعونون». اور سارےامام جمعہؑ بھی عثمان کے قاتلوں پر لعن کرتے ہوئے کہتے ہیں:مصر اور کوفہ کے باغی لوگوں نے حضرت عثمان پر ہجوم لائے اور شورش برپا ئے اور یہ باغی، فاجر،ظالم، بے دین ، بے مروت اور جہنمی لوگوں نے تلوار کے ذریعے عثمان کی انگلیاں کاٹ دیں.

۱ بعض صحابہ پر حد جاری ہونا

۱ بعض صحابہ پر رسول خدا کے زمانے میں حد جاری کی گئی. جن میں سے ایک دو مورد کو . ور مثال بیان کریں گے:

ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ برادران اہل سنت کی معتبر ترین کتب میں نقل ئے ئے ہیں کہ بعض اصحاب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور ان پر رسول خدا نے حد جاری کی تو کیا ہم ان اصحاب کوؑ بھی عادل اورمعیار حق مانیں ؟! جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ سارے اصحاب رسول ستاروں کی مانند ہیں جوؑ بھی ان میں سے کسی ایک کیؑ بھی پیروی کرےہدایت پائے گا. جبکہ یہ لوگ خود گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں.

----

(۱):- ہمان

عقبہ بن احرث کہتا ہے کہ «جیء بالنعیمان او بابن النعیمان شارباً فامر النبی من کان بالبیت ان یضربوہ. قال: فضربوہ فکنت انا فیمن ضربہ بالنعال»[1] ابن نعیمان کو شراب کے نشے کی حالت میں رسول اللہ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے گھر میں موجود افراد کو حکم دیا کہ اس کی پٹائی کریں ، تو سب نے جوتوں سے اس کی مرمت کی ،جن میں سے ایک میں بھی تھا.

عن جابر انّ رجلًا من اسلم جاء النبیفاعترف بالزنا، فاعرض عنہ النبی حتی شہد علی نفسہ اربع مرات، فقال لہ النبی«ابک جنون؟ قال: لا، قال: احصنت؟ قال: نعم، فامر بہ فرجم بالمسجد».جابر سے روایت ہےکہ ایک مسلمان پیغمبر اکرمکی خدمت میں آیا اور زنا کے مرتکب ہونے کا اعتراف کیا ، آپ نے اس کی باتوں پر توجہ نہیں دی ، یہاں تک کہ اس نے چار مرتبہ اقرار کیا تو اس وقت آپ نے اس سے کہا : کیا تو پاگل ہوگیا ہے؟اس نے کہا نہیں. فرمایاکیا تو شادی شدہ ہے ؟ اس نے کہا : ہاں . اس وقت آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا اور لوگوں نے بھی سنگسار کیا

قصة الولید بن عقبة المعروفة «الذی صلّی صلاة الصبح وھو سکران اربع رکعات، حیث تم احضارہ الی المدینة واقیم علیہ حدّ شارب الخمر»[2] ولید بن عقبہ کا قصہ تو بہت مشہور ہے کہ جس نے نشے کی حالت میں نماز صبح چار رکعت پڑھائی درحالیکہ وہ مست تھا ، تو اسے مدینہ میں بلایا گیا تاکہ شراب خوری کی حد جاری کرے . ان کے علاوہ اور بھی موارد ہیں لیکن ہم انہیں بیان نہیں کرتے تاکہ بحث طولانی نہ ہو.اور ان موارد کا ذکر کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ہم کیسے آنکھ اور کان بند کرکے ان اصحاب کو عادل،معیار حق اور اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیں گے؟[3]

----

(۱):- صحیح البخاری، ج ۸، ص ۱۳، ح ۶۷۷۵کتاب احدّ.

(۲):- صحیح بخاری،ج۸، ص ۲۲، ح ۶۸۲۰.

(۳):- الشیعة شبہات و ردود ۶۳.

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنا وَ لِإِخْوانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونا بِالْإِيمانِ وَ لا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنا إِنَّكَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ [1]

اور (یہ فئ ان لوگوں کے لیۓ بھی ہے) جو ان کے بعد آئے ہیں، کہتے ہیں: ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کوئی رنجش نہ رکھ، ہمارے رب! تو یقینا بڑا مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

عدالت صحابہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اسلام (ص)کے صحابی عظیم المرتبہ تھے ، وحی الٰہی کو رسول خدا (ص)کی زبانی سنتے تھے ، آپ کے معجزوں کو دیکھتے تھے، گوہربار باتوں سے عملی نمونہ تلاش کرتے تھے اور اسوہ حسنہ سے خوب استفادہ کرتے تھے.یہی وجہ تھی کہ ان کے درمیان بہت ساری ممتاز شخصیات کی پرورش ہوئی، کہ جن پر عالم اسلام افتخار کرتے ہیں. لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا یہ سارے صحابی بغیر کسی استثناء کے قابل تقلید ، قابل احترام ،مؤمن ،فداکار اور عادل تھے یا ان کے درمیان فاسق اور فاجر بھی موجود تھے ؟!اس سلسلے میں دو متضاد عقیدے مسلمانوں کے درمیان موجود ہیں:

پہلا نظریہ: سارے صحابی باتقویٰ اور عادل تھے

اہل سنت کے اکثر لوگ اس نظریے کے قائل ہیں . اس لئے جو بھی صحابہ کہیں اسے قبول کرتے ہیں.اور اگر کوئی برا کام ان سے سرزد ہوجائے تو ان کی توجیہ کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں. تند رو وہابی اور اکثر اہل سنت کا یہ نظریہ ہے اسی لئے صحابہ کے بارے میں تنقید کاایک لفظ بھی نہیں سن سکتے . اگر کوئی تنقید کرے تو اسے وہ زندیق ،ملحد اور ان کا خون مباح قرار دیتے ہیں.[2]

----

(۱):- سورہ حشر ،۱۰.

(۲):- ابوزرعہ رازی کتاب الاصابۃ.

عبداللہ موصلی اپنی کتاب «حتّی لا ننخدع» میں صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے ان کو یہ فضیلت عطا کی ہے کہ رسول اللہ(ص) کی ہم نشینی ان کو نصیب ہوئی ان کا ہر کلام ہمارے لئے قابل عمل ہے اور ان کو اللہ تعالٰی نے رسول کا وزیر بنایا ، ان کی محبت کو دین اور ایمان قرار دیا اور ان کے ساتھ دشمنی اور عداوت کو کفر و نفاق قرار دیا، لیکن جب ان کے درمیان اختلاف اور جنگ کا ذکر آتا ہے تو یہ لوگ بالکل خاموش ہوجاتے ہیں(۱) اور یہ کتاب اور سنت کے منافی ہے .

دوسرا نظریہ:اصحاب میں منافق اور ناصالح افراد بھی تھے

یعنی جس طرح ان میں پاک و تقوی اور عادل افراد موجود تھے ، اسی طرح ناصالح اور منافق افراد بھی موجود تھے .جیسا کہ پہلے بیان کر چکا، شیعہ اور بعض اہل سنت دانشور اس عقیدے کےقائل ہیں.

دلیل

قرآن اور رسول نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا ہے:

يا نِساءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ يُضاعَفْ لَهَا الْعَذابُ ضِعْفَيْنِ وَ كانَ ذلِكَ عَلَى اللهِ يَسِيراً.(۲)

خداوندنے قرآن مجید میں ہمسران پیغمبر (ص)کے بارے میں فرمایا:اے ہمسران پیغمبر (ص)!تم میں سے جو بھی آشکار طور پر گناہ کا مرتکب ہواتو اس کی سزا دوگنی ہوگی. اوریہ اللہ تعالٰی کے لئے بہت آسان ہے .

جبکہ ہمسران پیغمبر (ص)سب سے آشکارترین مصداق صحابی ہیں، قرآن تو ان کو دوگنی سزا سنا رہا ہے لیکن آپ کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کی باتوں کو بغیر کسی قید و شرط کے قبول کرنا چاہئے!

----

(۱):- حتّی لا ننخدع، صفحہ ۲.

(۲):- سورہ احزاب، آیہ ۳۰.

قرآن فرزند نوح شیخ الانبیاءؑ کے بارے میں ان کی خطاء کی وجہ سے خطاب کر رہا ہے :

إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صالِحٍ؛ وہ ناصالح عمل ہے اور حضرت نوحؑ کو انتباہ کیا کہ اس کے بارے میں شفاعت نہ کرے .

سوال یہ ہے کہ کیافرزند پیغمبر زیادہ قریب ہے یا اصحاب؟

اسی طرح ہمسر نوح و لوط (دو پیغمبر بزرگ الہی)کے بارے میں فرمایا :

فَخانَتاهُما فَلَمْ يُغْنِيا عَنْهُما مِنَ اللهِ شَيْئاً وَ قِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ امْرَأَتَ نُوحٍ وَ امْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَلِحَينْ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنهْمَا مِنَ اللهِ شَيئًا وَ قِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِين (۱)

اللہ نے کفار کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال پیش کی ہے، یہ دونوں ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر ان دونوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی تو وہ اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور انہیں حکم دیا جائے گا : تم دونوں داخل ہونے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ قرآن مجید کہہ رہا ہے :

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرابِ مُنافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفاقِ لا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (۲)

اور تمہارے گرد و پیش کے بدوؤں میں اور خود اہل مدینہ میں بھی ایسے منافقین ہیں جو منافقت پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے (لیکن) ہم انہیں جانتے ہیں، عنقریب ہم انہیں دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اس آیۃ شریفہ میں تو وضاحت کےساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اہل مدینہ میں بھی آپ کے ارد گرد منافقین بیٹھے ہوئے ہیں جن کے بارے آپ کو اطلاع دی جارہی ہے۔

----

(۱):- سورہ تحریم، آیہ ۱۰.

(۲):- سورہ توبہ، آیہ ۱۰۱.

طلحہ اورزبیر شروع میں لشکر اسلام کے افسر تھے اور ان کو سیف الاسلام کا لقبؑ بھی ملا تھا لیکن بعد حکومت کے ہوا و ہوس نے علی (ع)کے ساتھ بیعت اور عہد وپیمان توڑنے پر مجبور کردیا اور ہمسر پیغمبر (عایشہ) کو اپنے ساتھ ملا کر جنگ جمل کی آگ بھڑکا دی اورتقریبا 17 ہزار مسلمان اس آگ میں جل گئے۔ یہ لوگ قیامت کے دن جواب دہ ہونگے .

یا خود معاویہ کو دیکھ لیں جس نے صفین کی جنگ شروع کرکے ایک لاھ سے زیادہ مسلمانوں کا خون بہایا، ان کے بارے میں کیا اس سے سوال نہیں ہوگا؟!!

ان تمام حقائق کے باوجود کیسے آنکھ بند کرکے سارے صحابی کو معیار حق تسلیم کریں گے ؟

سارے صحابیوں کو عادل ماننے کی دلیل

اور یہ بھی یاد رہے کہ پہلے تو یہ عقیدہ نہ تھا بعد میں قائم ہوا، اس کی کئی وجوہات ہیں ، جن کو مختصر کرنا ضروری ہے ،وہ یہ ہیں :

الف:کیونکہ یہ لوگ پیغمبر (ص) اورہمارے درمیان حلقۂ اتصال ہیں اور قرآن و سنت پیغمبر (ص)انہی کے وساطت سے ہم تک پہنچے ہیں . اگر یہ لوگ ان صفات کے مالک نہ ہوں تو ہم کیسے ان پر اعتقاد کر سکتےہیں ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ سارے اصحاب ایک جیسے نہیں تھے ،بلکہ ان میں ثقہ اور مورد اعتماد افرادؑ بھی موجود تھے جو ہمارے اور رسول کے درمیان حلقۂ اتصال بن سکتے ہیں جیسا کہ اہلبیتؑ کے بارے میں ہمارا یہی عقیدہ ہے .

مزے کی بات تو یہ ہے کہ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس دور کے سارے صحابی ثقہ تھے اگر ایسا ہو تو ہمارا دین مکمل مرتب ہوجاتا، بلکہ سب نے کہا کہ راویوں کے بارے میں تحقیق کرنی چاہئے کہ عادل ،موثق اورمورد اطمینان ہیں یا نہیں . اور اسی بنا پر علم الرجال، علم احدیث اور علم الدرایہ وجود میں آیا.

ب:بعض اصحاب پاسے شکال کرنے سے مقام پیغمبر اسلام(ص) میں نقص پیدا ہوتا ہے لہذا جائز نہیں ہے .

ان کیلئے جواب یہ ہے کہ کیا قرآن کریم نے منافقین کے اوپر سخت تنقید نہیں کی ؟تو کیا اس سے رسول اسلام (ص) کی شان اور عظمت میں کمی آئی ؟![1]

ج:اگر صحابہ کے اعمال کو مورد نقد قرار دیں گے تو پہلا دوسرا اور تیسرا خلیفہ کا منصب اور مقام مورد نقد اشکال قرار پاتا ہے.

د:بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر صحابہ کومورد اشکال اور نقد قرار دیں گے تو گویا قرآن کے خلاف عمل کیا ہے کیونکہ قرآن کریم اور احادیث نبی میں اصحاب کی شان و منزلت بیان ہوئی ہے .

جواب : یہ توجیہ ٹھیک ہے لیکن قرآن نے . ور مطلقان کے بارے میں تمجید نہیں کی ہے

بلکہ خاص صحابی تھے جن کی مدح سرائی ہوئی ہے: وَ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهاجِرِينَ وَ الْأَنْصارِ وَ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ وَ أَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهارُ خالِدِينَ فِيها أَبَداً ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ.[2]

اس آیہ کی ذیل میں بہت سے اہل سنت کے مفسّرین نے ایک حدیث صحابیوں کے ذریعے یوں نقل کی ہیں: جميع اصحاب رسول الله فی الجنّة محسنهم و مسيئهم.[3] سارے صحابی بہشتی ہیں خواہ وہ نیک کردار کے مالک ہوں یا بد کردار کے.مزے کی بات یہ ہے کہ درج بالا آیت بتاتی ہے کہ تابعین اگر اصحاب کے اچھے کاموں میں اتباع یا پیروی کریں تو قیامت کے دن بہشت پائیں گے . اس کا مفہوم یہ ہے کہ اصحاب گناہوں سے پاک نہیں ہیں بلکہ ممکن ہے وہ بھی گناہ کا مرتکب ہوں. اس کے علاوہ روایت میں تو صراحت کے ساتھ اس مطلب کو بیان کیا گیا ہے.

----

(۱):- شیعه پاسخ می گوید، ص: ۵۸.

(۲):- سوره احزاب، آیه ۳۰.

(۳):- تفسیر کبیر فخر رازی و تفسیر المنار، ذیل آیه فوق.

ان سے سوال یہ ہے کہ کیا وہ نبی جو امت کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا گیا ہو ، اپنے اصحاب کے گناہوں کو استثناء کر سکتے ہیں، جبکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ آپ(ص) کے نزدیک ترین افراد یعنی امہات المؤمنین کو بھی اگر گناہ کا مرتکب ہوجائیں تو دو برابر سزا دی جائے گی؟[۱]

اس کے برعکس دوسری جگہ حقیقی مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَ الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلىَ الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنهَمْ تَرَئهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَ رِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فىِ وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فىِ التَّوْرَئةِ وَ مَثَلُهُمْ فىِ الْانجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلىَ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُواْ وَ عَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ مِنهُم مَّغْفِرَةً وَ أَجْرًا عَظِيمَا.[۲]

" محمد (ص) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ان کے یہی اوصاف ہیں، جیسے ایک کھیتی جس نے (زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اس طرح کفار کا جی جلائے، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح بجا لائے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے"۔

----

(۱):- شیعه پاسخ می گوید، ص: ۶۳

(۲):- سوره فتح،۲۹

کیا انہوں نے جنگ صفین اور جنگ جمل کی آگ کو بھڑکا کر لاکھوں مسلمانوں کو خاک و خون میں نہلادیا ، ایک دوسرے کے ساتھ مہربان تھے؟!! اور ان کی جنگ کافروں کے ساتھ تھی یا مسلمانوں کے ساتھ؟!!

بنابراین مغفرت و اجر عظیم کا وعدہ صرف ان افراد کیلئے ہے جو ایمان اور عمل صالح کے حامل ہوں. لیکن کیا جنگ جمل کے ذمہ دار افراد عمل صالح والے تھے؟!

اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو تو ایک ترک اولی کی وجہ سے بہشت سے نکال دیتا ہے ، حضرت یونس (ع)تو ایک ترک اولیٰ کی وجہ سے ایک مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہا تھا ، حضرت نوح(ع) کو اپنے گناہگار بچے کی شفاعت کرنے پر مواخذہ کرتا ہے تو کیا یہ ماننے والی بات ہے کہ ہمارے نبی کے صحابی اس قانون سے مستثنی ہوئے ہیں؟.[1]

برادران اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ سارے صحابی عادل ہیں لیکن یہ کون سی عدالت ہے جس کی قرآن نفی کرتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطانُ بِبَعْضِ ما كَسَبُوا وَ لَقَدْ عَفَا اللهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ[2]

دونوں فریقوں کے مقابلے کے روز تم میں سے جو لوگ پیٹھ پھیر گئے تھے بلاشبہ ان کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے شیطان نے انہیں پھسلا دیا تھا، تاہم اللہ نے انہیں معاف کردیا، یقیناً اللہ بڑا درگزر کرنے والا، بردبار ہے۔

یہ آیۂ شریفہ ان لوگوں کی طرف اشارہ کررہی ہےجو لوگ جنگ احد میں فرار ہوئے تھے اور پیغمبر اکرم کو دشمنوں کے نرغے میں اکیلا چھوڑے.

قرآن کہہ رہا ہے کہ جنگ احد کے موقع پر فرار ہونے والوں کو اپنے بعض گناہوں کی وجہ سے شیطان نے انہیں دھوکہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول اکرم کے وجود مبارک کے طفیل میں بخش دیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا حلیم رب ہے

----

(۱):- شیعہ پاسخ می گوید، ص: ۶۳

(۲):- سورہ آل عمران،۱۵۵

اس آیۃ سے نتیجہ لے سکتے ہیں کہ بعض صحابہ نے جنگ سے فرار ہوتے ہوئے رسول اکرم کو دشمن کے درمیان چھوڑ کے بہت بڑا گناہ کیا ،شیطان ان پر غالب آگیا،اس کی وجہ بھی ان کے گناہ بتاتے ہیں. یہ کون سی عدالت ہے کہ سچ کے بارے میں بعض اصحاب کو قرآن نے فاسق کہا ہے :

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جاءَكُمْ فاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلى ما فَعَلْتُمْ نادِمِينَ.[۱]

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لا کرو، کہیں(ایسا نہ ہو کہ) نادانی میں تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے ۔

اور یہ مفسّرین کے درمیان مشہور ہے کہ یہ آیۃ ولید بن عُقبۃ کی مذمت میں نازل ہوئی.کہ پیغمبر اکرم نے انہیں بنی المصطلق میں زکات جمع کرنے بھیجا تھا واپس آیا اور کہا یہ لوگ اسلام کے خلاف جنگ کرنے والے ہیں ، بعض مسلمانوں نے اس کی باتوں پر یقین کیااور اس طائفہ کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے نکلے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اس کی باتوں پر یقین نہ کریں ورنہ پچھتاؤگے. اتفاقاً جب اس کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ طائفہ بنی المصطلق ایک باایمان طائفہ ہے . ولید کو ان سے ذاتی دشمنی تھی اس لئے ان پر یہ تہمت لگائی تھی . سوال یہ ہے کہ کیا ولید صحابی نہیں تھا؟!

یہ کیسی عدالت ہے کہ اگر انہیں کچھ دیں تو رسول پر راضی ہوجاتے ہیں اور اگر نہ دیں تو رسول اکرم(ص) پر اعتراض کرنے لگتے ہیں:

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْها رَضُوا وَ إِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْها إِذا هُمْ يَسْخَطُونَ.[۲]

----

(۱):- حجرات،۶.

(۲):- توبہ ۵۸.۱۲ و ۱۳ سورہ احزاب

اور ان مں کچھ لوگ ایسے بھی ہںن جو رقات(کی تقسمو)مںن آپ کو ط نہ دیتے ہںٗ پھر اگر اس مں سے انہںں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہں اور اگر اس مں۱ سے کچھ نہ دیا جائے تو بگڑ جاتے ہں ۔

یہ کیسی عدالت ہے کہ جنگ احزاب میں شریک تھے اور رسول خدا پر فریبکاری کی تہمت لگاتے ہیں:

وَ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَ رَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا [۱]

اور جب منافقن اور دلوں مںی بماری رکھنے والے کہ رہے تھے: اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کام تھا وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھا۔

خدا اور اس کے پیغمبر نے ہمارے لئے جھوٹے وعدوں کے لاوہ کچھ نہیں دیا. ان میں سے کچھ لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ پیغمبر اس جنگ میں شہید ہوجائیں گے اور اسلام پر فاتحہ پڑھا جائے گا.

اسی رح شیعہ سنی دونوں رف سے روایت نقل ہوئی ہے کہ جب جنگ خندق میں خندق کھودا جا رہا تھا اور پتھر توڑا جارہا تھا اور جنگ میں کامیابی اور جیت کی بشارت دی جا رہی تھی تو ایک گروہ باتوں کا مزاق اڑا رہا تھا ؛ سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ صحابہ میں سے نہیں تھے ؟!![۲]

اس سے بڑھ کر پیغمبر اکرم (ص)پر خیانت کی تہمت لگانے والے بھی صحابی رسول تھے :وَ ما كانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَ مَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِما غَلَّ يَوْمَ الْقِيامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ ما كَسَبَتْ وَ هُمْ لا يُظْلَمُونَ.[۳]

----

(۱):- ۔ احزاب ۱۲

(۲):- شیعہ پاسخ می گوید، ص: ۶۵.

(۳):- سورہ آل عمران،۱۶۱.

اور کسی نبی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی خیانت (اللہ کے سامنے) حاضر کرے گا، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یعنی اگر ان کو کوئی سزا دے تو یہ انہی کے اعمال کا نتیجہ ہے. کیا رسول اللہ (ص) پر ان اتہامات کے لگانے والے عادل اور پاکیزہ ہو سکتے ہیں؟!! معروف دانشور بلاذری اپنی کتاب انساب الاشراف میں نقل کرتا ہے کہ مدینہ کے بیت المال میں جواہرات اور دیگر زیورات تھے، عثمان نے ان میں سے کچھ اپنے خاندان والوں کو دیا یہ دیکھ کر لوگ ان پر سخت تپ گئے اور شدید احتجاج کرنے لگے جس سے عثمان سخت خشمگین ہوا اور منبر پر جاکر ایک خطبہ میں کہا: ہم مال غنیمت میں سے اپنی ضروریات کے مطابق لے سکتے ہیں اگرچہ بعض لوگوں کو ناگوار گذرے.

علی(ع) نے ان سے فرمایا: مسلمان تمھارا راستہ روکیں گے

عمار یاسر نے کہا: میں وہ پہلا شخص ہوں گا کہ جو تیری ناک رگڑاؤں گا اور ہمیشہ اس پر اعتراض کرتا رہوں گا.

عثمان غضبناک ہوا اور کہا: تم میرے سامنے جسارت کرتے ہو؟! اسے پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور اس قدر اس پر ظلم کیا کہ وہ بیہوش ہوئے. اور اسی بیہوشی کی حالت میں ام سلمہ (ہمسر پیغمبر) کے گھر لائے گئے نماز ظہر و عصر و مغرب بھی نہ پڑھ سکے جب آخر وقت ہوش آیا تو وضو کرکے نمازیں پڑھ لی اور فرمایا : یہ اللہ کی خاطر ہم پر پہلی بار ظلم نہیں ہورہا.[۱]

یعنی آپ کی مراد دوران جاہلیت کے مظالم تھے .سوال یہ ہے کہ ان اتہامات تاریخی شواہد کے باوجود کیا ہم آنکھیں بند کرکے سارے صحابہ کا دفاع کریں اور سپاہ صحابہ تشکیل دیں تاکہ صحابہ کی ہر بات ، ہر فعل اور ہر کردار کو بغیر کسی قید و شرط کے قبول کریں اور ان کا دفاع کریں ؟!!! کہ یہ عاقلانہ کام نہیں ہے.[۲]

----

(۱):- انساب الاشراف، جلد ۶، صفحہ ۱۶۱

(۲):- شیعہ پاسخ می گوید، ص: ۷۶

علی (ع) کی مظلومیت

جو بھی تاریخ اسلام کا مطالعہ کرے نہایت افسوس کے ساتھ اس مطلب تک پہنچ جائے گا کہ امیر المؤمنین(ع) جو علم و تقوی کا پیکر اور پیغمبر اکرم کا سب سے قریبی دوست ، جانشین، وصی اور اسلام کا سب سے بڑا مدافع ہوتے ہوئے بھی ان کی شان میں گستاخی اور لعنت کرنے لگے اور آپ کے دوستوں اور چاہنے والوں کو نام نہاد صحابیوں نے ستانا شروع کیا .ان ظلم وستانی کی داستان کا کچھ نمونہ درج ذیل ہیں:

الف: علی بن جہم خراسانی اپنے والد پر لعن طعن کرتا تھا جب ان سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا: کیونکہ اس نے میرا نام علی رکھا ہے[1]

ب:معاویہ نے سارے ملازمین کو حکم دیا کہ جو بھی فضائل ابوتراب علی (ع)اور ان کے اہلبیت کے فضائل بیان کرے اس کی جان مال تم پر مباح ہو.اس کے بعد سارے منبروں سے علی پر لعن اور ان سے اظہار برائت کرنے لگے[2]

ج: سلمۃ بن شبیب ابوعبدالرحمان عقری سے نقل کرتا ہے :بنی امیہ والوں کو جب بھی پتہ چلتا کہ کسی بچہ کا نام علی رکھا ہے تو اسے فوراً قتل کرتے تھے .[3]

د: زمخشری و سیوطی نقل کرتے ہیں کہ بنیامیہ کے دور میں ۷۰ ہزار منبر سے علی پر سب و شتم ہوتا تھا اور یہ سنت، معاویہ نے جاری کی تھی [4]

----

(۱):- لسان المیزان، جلد ۴، صفحہ ۲۱۰

(۲):- النصائح الکافیہ، صفحہ ۷۲.

(۳):- تہذیب الکمال، ج ۲۰، ص ۴۲۹ و سیر اعلام النبلاء، ج ۵، ص ۱۰۲.

(۴):- ربیع الابرار، ج ۲، ص ۱۸۶ و النصائح الکافیہ، ص ۷۹ عن السیوطی.

جب عمر بن عبدالعزیز نے دستور دیا کہ علی پر لعن کرنے والی اس بدعت کو ترک کردے تو مسجد میں موجود سب لوگ چیخ اٹھے: ترکتَ السنّة ترکتَ السنّة؛ تو نے سنت کو ترک کیا تو نے سنت کو ترک کیا! یعنی تو نے کیوں اس سنت کو ترک کیا ؟

[1]جب کہ صحیح روایت ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا تھا : مَن سبّ علیّاً فقد سبّنی و من سبّنی فقد سبَّ اللهَ؛ جو بھی علی پر لعن کرے گویا اس نے مجھ پر لعن کیا اور دشنام دیا اور جو مجھ پر لعن کرے گا اس نے خدا پر لعن کیا ہے !! [2]

صحابہ تین قسم کے ہیں

نتیجہ یہ نکلا کہ شیعہ عقیدے کے مطابق صحابہ تین قسم کے ہیں:

الف: جو شروع سے ہی پاک ، صالح اور صادق تھے اور کبھی بھی پیغمبر کے فرامین کی مخالفت نہیں کی .ان کیلئے کہا گیا: عاشوا سعداء و ماتوا السعداء. یعنی انہوں نے سعادتمند زندگی کی اور سعادتمندی کے ساتھ اس دنیا سے تشریف لے گئے.

ب: جو شروع میں تو اچھے اور صالح تھے لیکن بعد میں کسی بھی وجہ سے پیغمبر اکرم(ص) کے فرامین کی مخالفت کرنے لگے اور عاقبت بخیر نہ ہوئے . جیسے وہ لوگ جنہوں نے جنگ نہروان ، جنگ جمل اور جنگ صفین شروع کیں.اس گروہ میں طلحہ اور زبیر وغیرہ آتا ہے جن کو رسول کے زمانے میں سیف الاسلام کا لقب ملا تھا لیکن بعد میں امام وقت یعنی علی ابن ابیطالب کے مقابلے میں جنگ کرنے آئے اور مارے گئے.

ج: جو شروع سے ہی پیغمبر اکرم(ص) کے ساتھ مخلص نہیں تھے ، بلکہ کسی بھی مجبوری کی وجہ سے مسلمانوں کے صف میں موجود تھے یعنی منافقین.جیسے ابوسفیان و غیرہ.

----

(۱):- النصائح الکافیہ، ص ۱۱۶ و تھذیة الصدیق المحبوب، نوشتہ سقاف، ص ۵۹.

(۲):- اخرجہ الحاکم و صحّحہ و اقرّہ الذہبی(مستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۱

شیعہ پہلاگروہکے ۔ بارے میں یوں دعا کرتے ہیں اور اظہار مودت اور محبت کـرتے ہـیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنا وَ لِإِخْوانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونا بِالْإِيمانِ وَ لا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنا إِنَّكَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ۔(۱)

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما اور ہمارےان بھائیوں کو معاف فرما جنہوں نے ہم سے پہلے تجھ پـر ایمـان لائے ہیں ، اور ہمارے دلوں میں ان مؤمنوں کیلئے نفرت اور بغض پیدا نہ کر۔ اے ہمارے پروردگار ! تو بڑا رؤوف و مہربان اور رحـیم والا ہے۔

۔ باقی دو گروہ پر ہم لعن کرتے ہیں ۔ اب ان میں کوئی بھی آئے وہ مورد لعن ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان دو گروہوں پر لعـن کیا ہے ۔

زہرا کی مظلومیت

فاطمہ زہرا(س) کے گھر پر صحابہ کا حملہ منابع اہل سنت میں

کیا ایسا واقعہ ممکن ہے کہ رسول کا صحابی ہو اور اس کی اکلوتی بیٹی پر گھر کا دروازہ گرایا ہو اور اسے شہید کردیا ہو؟!!

اس کا جواب آپ کو مثبت میں ملے گا. چنانچہ اہل سـنت کی حدیث، تاریخ اور رجال کی کتابوں میں اس واقعہ کو کسی نے شـرمندگی کے ساتھ تو کسی نے احتیاط کے ساتھ تقیہ کرتے ہوئے تو کسی نے خلیفہ ثانی کے توسط سے آگ لے کر آنے کو تو کسی نے مسلمانوں کا مسلح محاصرہ اور حملہ آور ہونے کو بیان کیاہے:"و معه قبس من نار" (۲)

«ثم قام عمر، فمشى و معه جماعة حتى اتوا باب فاطمة . و بقى عمر و معه قوم فاخرجوا علياً . » (۳)

----

(۱):- سورہ حشر، آیہ ۱۰.

(۲):- معارف ابن قتیبہ میں یہ عبارت حذف کیا گیا ہے:ان محسناً فسد من زخم قنفذ العدوی.

(۳):- تحریف در مروج الذہب، در چاپ میمنیۃ ج ۳، ص ۸۶

ل بعض نے لکھا ہے «ان عمر رفَسَ فاطمة حتى اسقطت محسناً» [۱]

کہ حضرت فاطمہ پر عمر نے ٹھوکر مارا جس کی وجہ سے آپ نے محسن کو سقط کیا

«و قد دخل الذل بيتها و انتهكت حرمتها و غصب حقها و منعت ارثها، و كسر جنبها، و اسقطت جنينها» [۲]

ل بعض تاریخ دانوں نے لکھا ہے :یہ لوگ فاطمؑ کے گھر میں داخل ہوئے انہو ں نے حضرت فاطمہ کی حرمت کا لحاظ نہ کیا ،ان کا حق غصب کیا اور ان کو ارث سے محروم کردیا اور ان کی پسلیاں توڑی اور پہلو شہید کیا اور جنین کو گرادیا.

ل بعض نے لکھا ہے کہ عمر نے ابوبکر سے کہا: ہم نے فاطمہ کو ناراض کیا ہے ، آؤ چلیں فاطمؑ کے پاس ، ان سے عذر خواہی کریں .عمر اور ابوبکر دونوں علی کے گھرپر آئے اور فاطمہ ؑسے عذر خواہی کرنے لگے . لیکن فاطمؑ نے ان کی طرف سے چہرہ موڑ لیا ان دونوں نے آپ کو سلام کیا لیکن آپ نے اس کا جواب نہیں دیا.

«فقال عمر لابى بكر انطلق بنا الى فاطمة، فانا قد اغضبناها، فانطلقا جميعاً، فاستاذنا على فاطمة، فلم تاذن لهما، فاتيا علياً فكلمّاه، فادخلهما عليها فلما قعدا عندها، حولت وجهها الى الحائط فسلَّما عليها فلم اجابت.

ذہبی کہتا ہے : «اتى ابوبكر فاستاذن، فقال على: يا فاطمة، هذا ابوبكر، يستاذن عليک، فقالت: اتحب ان اذن له؟ قال: نعم، فاذنت له، فدخل عليها يترّضاها.»

ابوبکر جب علی کی خدمت میں آئے اور حضرت فاطمہ کی زیارت اور ان سے عذر خواہی کیلئے اجازت مانگی تو علی نے فاطمہ زہرا سے کہا : کیا آپ راضی ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں؟ آپ نے اجازت دے دی اور وہ عذر خواہی کرنے لگا . ذہبی نے یہاں تک تو ذکر کیا لیکن اجازت ملی اور معاف کیا یا نہیں کیا ، یہ چھپا کر وغیرہ وغیرہ لکھ دیا.

(ا):- تحریف در مروج الذہب، در چاپ میمنیۃ ج ۳، ص ۸۶

(۲):- جوینی شافعی، متوفی سال ۷۲۲، جو شمس الدین ذہبی کا استاد ہے.

«وددت انی لم اکشف بیت فاطمة و ترکته و ان اغلق علی الحرب.»[۱] بعض نے لکھا ہے کہ خلیفہ ثانی نے اپنی وفات کے وقت بیت وحی پر حملہ آور ہونے پر پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اے کاش! میں فاطمہ کے گھر پر حملہ نہ کرتا اور دروازےکو نہ کھولتا اگرچہ اس کے بند رکھنے کو اپنے ساتھ اعلان جنگ تصور کرتا۔

سوال: کیا یہ واقعہ بغیر کسی تحریف کے بھی تاریخ میں بیان ہوا ہے ؟

جواب: اکثر مؤرخین نے تحریف کیا ہے لیکن بعض نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے، جن میں سے ایک ابن عبد ربہ اندلسی ہے ، وہ لکھتا ہے:

«بعث الیهم ابوبکر عمر بن الخطاب لیخرجهم من بیت فاطمة و قال له: ان ابوا، فقاتلهم فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیهم الدار، فلقیته فاطمة، فقالت: یابن الخطاب، اجئت لتحرق دارنا؟ قال: نعم او تدخلوا فیما دخلت فیه الامة.» [۲]

ابوبکر نے عمر کو فاطمہ زہرا کے گھر کی طرف بھیجا تاکہ علی کو اپنی بیعت کیلئے مسجد میں بلایا جاسکے اور وہ بھی اپنے ہاتھوں میں آگ لے کر وہاں پہنچے لیکن فاطمہ نے دروازہ نہیں کھولا اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے !کیا میرے گھرکو آگ لگانے کیلئے آئے ہو؟! اس نے کہا: ہاں ، لیکن اگر آپ بھی دوسرےلوگوں کی طرح ابوبکر کی بیعت کریں تو چھوڑ دیے جائیں گے. اس سلسلے میں مزید منابع درج ذیل ہیں:

اثبات الوصیة ص 143- الوافی بالوفیات، ج 6، ص 17، الملل و النحل، ج 1، ص 57؛ الشافی، ج 4، ص 120؛ شرح ابن ابی الحدید، ج 14، ص 193 و ج 2، ص 60؛؛ تقریب المعارف، ص 23؛ الطرائف، ص 274- و ماساة الزہراء وغیرہ .

----

(۱):- المعجم الکبیر، ج ۱، ص ۶۲؛ شمارہ حدیث ۴۳؛کتاب الاموال بن سلام ص ۱۷۴ متوفی ۲۲۴ ھ۔

(۲):- العقد الفرید، ج ۴، ص ۲۶۰

چوتھی فصل: ں پر جدہ

شیوں کے ہاں مہر یا جدہ گاہ کا استعمال کرنے کی فیں دلیل کیا ہے؟

جواب: فقہی اظ سے شیعہ اور دوسرے کاتب کے درمیان اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ کیا سجدہ ہر چیز پر ممکن ہے یا کچھ خاص چیزوں پر ؟

سنی کہتےہیں ہر چیز پر ممکن ہے لیکن شیعہ کہتے ہیں صرف زمین اور اس سےنکلنے والی چیزوں پر جائز ہے سوائے کھانے پینے ، پہننے اور پہننے والی چیزوں پر. پیغمبر اکرم کے زمانے میں مسلمانوں کی یہی سیرت رہی ہے کہ گرمیوں میں اپنی مٹھی میں کچھ ریت اٹھاتےتھے تاکہ سجدہ کرتے ہوئے پیشانی نہ جلے.

جابر بن عبد اللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا (ص)کے ساتھ نماز ظہر پڑھنے میں مصروف تھا کہ ریت کو اپنی مٹھی میں اٹھایا اور اس پر سجدہ کیا .(۱)

ایک صحابی کوسجدہ کرتے وقت اپنی پیشانی زمین پر رکھنے سے اجتناب کرتے ہوئے دیکھا تو رسول خدا(ص) نے فرمایا: اپنی پیشانی کو مٹی پر رکھا کرو.دوسرے صحابی کو دیکھا کہ اس کا عمامہ پیشانی او ر سجدہ گاہ کے درمیاں حائل ہور ہا تھا تو آپ نے اسے ہٹادئے. آپ حصیر اور ٹھیکری پر سجدہ کیا کرتے تھے.(۲)

مکالمہ

سنی: تم لوگ خاک کربلا سے کیونشفا طلب کرتے ہو؟ اور کیوں بیماروں کو کھلاتے ہو؟

شیعہ: کیا قدرت خدا پر شک کرتے ہو؟

----

(۱):- مسند احمد، ج ۳، ص ۳۲۷ حدیث جابر و سنن بیہقی، ج ۱، ص ۴۳۹

(۲):- کنزالعمال، ج ۷، ص ۴۶۵ ح ۱۹۸۱۰ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۱۰۵ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۷۹، ۳۷۷، و ج ۲ ص ۱۹۲، ۱۹۸.

سنی: نہیں، لیکن مٹی میں اس تاثیر کو قبول کرنا ممکن نہیں.

شیعہ: اس میں کیا اشکال ہے کہ خدا نے شہد کی مکھی میں شفا قرار دیکر فرمایا:

ثمَّ كلِي مِن كلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يخَرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مختَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَالِكَ لَاَيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُون.(۱)

"اس کے بعد مختلف پھلوں سے غذا حاصل کرے اور نرمی کے ساتھ خدائی راستہ پر چلے جس کے بعد اس کے شکم سے مختلف قسم کے مشروب برآمد ہوں گے جس میں پورے عالم انسانیت کے لئے شفا کا سامان ہے اور اس میں بھی فکر کرنے والی قوم کے لئے ایک نشانی ہے ".

اسی خدا نے حضرت یوسف(ع) کی قمیض میں وہ اثر پیدا کیا جس کے ذریعے حضرت یعقوب(ع) کی آنکھوں کی بینائی پلٹ آئی:

فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَئهُ عَلىَ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ أَ لَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنىّ أَعْلَمُ مِنَ الله مَا لَا تَعْلَمُون. (۲)

"اس کے بعد جب بشیر نے آکر کرتہ یعقوب(ع) کے چہرہ پر ڈال دیا تو وہ دوبارہ بینا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو".

جس خدا نے عصائے موسیٰ (ع) میں وہ اعجاز پیدا کرکے سب ساحروں کو مغلوب کیا ؛اسی خدا نے خاک کربلا میں بیماروں کیلئے شفا قرار دیا ہے.

----

(۱):- نحل،۶۹.

(۲):- یوسف۹۶.

وضو کے طریقے میں اختلاف

سوال:شیعہ وضو کے دوران ہاتھ کو کہنیوں سے انگلیوں کی رف دھوتے ہیں لیکن اہل سنت برعکس، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : شیعوں کے ہاں صریح روایت موجود ہیں کہ آئمہ طاہرین(ع) نے انہیں یہی تری سکھایا ہے. انہوں نے یہ تری اپنے آئمہ طاہرین(ع) سے اخذ کیا ہے اور آئمہ طاہرین (ع)نے پیغمبر اکرم (ص)سے اخذ کیا ہے، اور اہل بیتؑ اپنے جد گرامی کی باتوں کو دوسروں سے بہتر جانتے ہیں کہ آپ کام کیسے کرتے تھے، جیسا کہ رسول اللہ(ص) بھی اسی رح انجام دیتے تھے.

نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم

اشکال: شیعہ ہاتھ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟

جواب: اہل سنت کے کسی بھی فرقے کے نزدیک ہاتھ باندھ کر پڑھنا واجب نہیں ہے.بلکہ سارے صحابہ ،عمر کے زمانے تک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور جب ان کا دور آیا تو انھوں نے ہاتھ باندھ کر پڑھنے کو واجب قرار دیا: قرطبی کہتا ہے : «اختلف العلماء فی وضع الیدین احدهما علی الاخری فی الصلاة فَکَرِهَ ذلک مالک فی‌الفرض واجازه فی النفل و رای قوم انّ هذا من سنن‌الصلاة و هم الجمهور». [1]

عبداللّہ بن زبیر، حسن بصری ، ابن سیرین ، لیث بن سعد و ابراہیم نخعی وغیرہ ہاتھ کھول کر پڑھنے کے قائل تھے. پیغمبراکرم(ص) نماز میں ہاتھ نہیں باندھتے تھے . اور جب علماء کے درمیان اختلاف پیدا ہوا تو مالک نے واجب نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ اور مستحب نماز میں سنت قرار دیا اور یہی جمہور اہل سنت کا نظریہ ہے...

----

(۱):- بدایۃ المجتہد، ج ۱، ص ۱۳۶..

(۲):- صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۳۵.

عن ابی حازم عن سهل بن سعد قال: کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل الید الیمنی علی ذراعه الیسری فی الصلاة قال ابوحازم لا اعلمه الّا ان ینمی ذلک الی النَّبی»[1]

اور اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ کچھ صحیح روایات ہم تکَ پہنچی ہیں جن میں رسول خدا (ص) کی نماز پڑھنے کا ریقہ نقل ہوا ہے لیکن ان روایات میں ہاتھ باندھنے کا ریقہ ذکر نہیں ہوا ہے جبکہ علماء حکم دے رہے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر نماز ادا کریں. علمائے جمہور کی دلیل ہاری کی حدیث ہے جس کے ذیل میں ابو حازم کہتا ہے مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس کا حکم کرنے والا رسول خدا(ص) ہے یا کوئی اور ہے.اورہاتھ باندھنے کا حکم جن روایات میں آیا ہے وہ سب مرسلہ ہیں.[2]

تراویح کیا ہے؟

جواب: ماہ رمان کی نوافل میں ۲۰ رعت نماز ہے جسے تراویح کہا جاتا ہے جسے باجماعت پڑھنے میں اختلاف ہے ہاری لکھتے ہیں کہ اس بدعت کو حضرت عمر نے جاری کرتے ہوئے کہا:

انّی اری لو جمعتُ هولاء عَلی قاریءغ واحد، لکان امثل، ثمّ عزم فجمعهم عَلی ابیّ بن کعب، ثمّ خرجت معه لیلة اخری والناس یصلّون بصلاة قارئهم. فقال عمر: نعم البدعة هذه [3]

----

(۱):- عمدة القاری ۵/۲۷، سیوطی. التوشیح عی ا امع الصحیح، ۱/۴۶۳ و نیل الاوطار، ج ۲، ص ۱۸۷.

(۲):- اری، ج ۱، ص ۳۴۲.

(۳):- ارشاد الساری، ج ۴، ص ۶۵۶. عمدة القاری، ج ۱۱، ص ۱۲۶.

جب عمر نے لوگوں کو مسجد میں الگ الگ اس نماز میں مصروف دیکھا تو کہنے لگا : کتنا اچھا ہوتا اگر یہ سب باجماعت ادا کرتے.راوی کہتا ہے دوسری رات جب آئے اور لوگ کو باجماعت اسے پڑھتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا:یہ کتنی اچھی بدعت ہے؟

عینی کہتا ہے: حضرت عمر نے اس لئے بدعت کہا کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) نے کبھی اس تراویح کی نماز کو باجماعت ادا نہیں کیا اور نہ ابوبکر کے زمانے میں ادا کی گئی.(۱)

راوی لکھای ہے: عمر سب سے پہلا شخص ہے جس نے ۱۴ ہجری میں رمضان کے نوافل کو باجماعت ادا کیا.(۲)

الصّلاۃ خیرٌ مِن النوم

اذان میں الصلاۃ خیر مِن النوم تشریع اذان کے وقت تھا یا بعد میں اضافہ کیا ہے؟

جواب : یہ تشریع اذان کے وقت شامل نہیں تھا بلکہ بعد میں حضرت عمر نے اسے اضافہ کیا ہے. جس پر دلیل یہ ہیں:

الف: محمد بن اسحاق روایت کرتا ہے :یہ جملہ الصَّلاۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوم، اس وقت موجود نہ تھا.

ب: سعید بن مسیب صریحاً لکھتا ہے: یہ جملہ (ادخلت ھذہ الکلمة فی صلاۃ الفجر) یعنی نماز صبح میں اضافہ کیا گیا ہے.(۳)

ج: عن مالک: انّه بَلَغَهُ انّ الْمُؤَذِّنُ جاءَ الی عُمَرَ بنَ الْخَطّابَ یُؤْذنه لِصَلاة الصّبح، فَوَجَدَهُ نائِماً فَقالَ: الصَّلاةُ خَیرٌ مِنَ النَّومِ فَامَرَهُ عُمَرُ ان یجعَلَها فی نِداء الصّبح». (۴)

----

(۱):- ساۃالاہ ۃافۃ فی معالم ا لافۃ، ج ۲، ص ۳۳۷.

(۲):- نیل الاوطار، ج ۲، ص ۳۷.

(۳):- الموطا ج ۱، ص ۷۲.

(۴):- نیل الاوطار، ج ۲، ص ۳۸.

امام مالک نے لکھا ہے مؤذن حضرت عمرکے پاس آیا تاکہ اسے بتادے کہ صبح کا وقت داخل ہوگیا تو حضرت عمر سورہا تھا اس نے اونچی آواز میں کہا: «الصلاة خیر من النوم؛» عمر نے حکم دیا آج کے بعد سے نماز صبح کے اذا ن میں اس جملے کو ضمیمہ کیا جائے.

د: شافعی نے اس جملے کو ایک جگہ مکروہ اور دوسری جگہ بدعت قرار دیا ہے. اور شوکانی کہتا ہے : «لَو کانَ لما انکره عَلِیّ وابنُ عُمَر وَطاوس» [1]

اگر یہ اذان کا جزء ہوتا تو کبھی بھی حضرت علی(ع) اور عبداللہ بن عمر اور طاؤس اس پر اعتراض نہ کرتے .

ہ: ابن حزم کہتا ہے: «لا نقول بهذا الصَّلاةُ خَیرٌ مِنَ النَّومِ لانَّهُ لم یات عن رسول اللّه (ص)».[2]

ہم یہ جملہ اذان میں نہیں کہتے کیونکہ یہ جملہ رسول خدا (ص) سے نقل نہیں ہوا ہے.

تشہد ثلاثہ کی حقیقت کیا ہے ؟

تشہد میں علی ابن ابیطالب کی ولایت کا اقرار کرنا ہے ، یہ بحث تقریباً ۱۵ یا ۲۰ سال سے چل رہی ہے ۔ اس کی ابتداء پاکستان کا صوبہ پنجاب سے ہوئی ہے ۔ جن کا کہنا ہے کہ اگرکوئی تشہد میں ولایت علیؑ کا اقرار نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہوجاتی ہے ، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر گندھی زبان استعمال کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کی نسل نہیں ہے ۔ اسی بہانے مجتہدین کرام پر بھی لعن طعن کرتے ہیں اور انہوں نے اپنی پوری زندگی احکام خدا و رسول اور آئمہ طاہرین کو حاصل کرنے اور ملت تشیع تک پہنچانے میں صرف کی اور نصف صدیاں اس اہم وظیفہ کے انجام دینے میں گزاری ، انہیں مقصر کہتے ہیں اور خود جو تمام احکامات سے بے خبر ہوکر صرف اس بات پرکہ نماز میں اشہدان علیا ولی اللہ پڑھتا ہوں، مؤمن کہلاتے ہیں۔

----

(۱):- المحلی، ج ۳، ص ۱۶۰.

(۲):- عوالی اللئالی العزیزیۃ فی الاحادیث الدینیۃ / ج / ۱۹۸ ۔

اگرچہ یہ نعرہ برحق ہے کہ علی کا ذکر عبادت ہے لیکن۔ یہ کہنا کہ اس کے نام لینے سے تیری نماز نماز نہیں ہوتی!! کیا علی اللہ کے ولی نہیں ہیں؟ تو اس کا اقرار کرنا کیا جرم ہے؟ وغیرہ وغیرہ ؛ صحیح نہیں ہے۔ ہم بھی ولایت علی کا منکر کو شیعہ ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ولایت علی کا انکار کرنے والے کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا:

حب علی کا منکر دشمن ہے زندگی کا یہ بھی اک طریقہ انسانی خودکشی کا

ایک اور شاعر کہتا ہے:

جائز نہیں شراب کوئی کائنات میں اس بات میں گواہ خدا کا کلام ہے

لیکن جناب شیخ !یہ حب علیؑ کی مے پینا نہیں حرام، نہ پینا حرام ہے

اب آپ سے ایک سوال ہے کہ آپکے پاس کونسی دلیل موجود ہے جس کی بناء پر یہ پاک ذکر نماز میں شامل کررہے ہیں؟ کیا رسول خدا (ص) نے یا کسی امام معصومؑ نے ایسی تشہد کے ساتھ نماز پڑھی ہیں؟

کیا رسول گرامی نے ایسی نماز پڑھی ہے ؟ اگر پڑھی ہوتی تو سارے محدثین نقل کرتے،جس طرح انہوں نے اس حدیث کو نقل کیا:

الاسوة به صلّى اللّه عليه و آله لقوله عزّ و جلّ «لَقَدْ كانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ الله أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كانَ يَرْجُوا الله وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ الله كَثِيرا

مِنَ السَّجْدَةِ الْأَخِيرَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى اسْتَوَى جَالِساً ثُمَّ قَامَ وَ اعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ وَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ص صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي [1]

-:(1)

اور جسے آپ دلیل کے طور پر لاتے ہیں وہ فقہ الرضا میں مرقوم حدیث ہے جو پورا ایک صفحہ پر مشتمل ہے ، یا خود مجتہدین کی نقل کردہ روایت کو لاتے ہیں اور خود انہی مجتہدین پر لعن کرتے ہو!!

خود انصاف سے بتائیں کہ شیعیت انہی مجتہدین کے ذریعے پھیلی ہے یا نعروں کے ذریعے ؟ بیسویں صدی میں ایک مجتہد کی زحمتوں اور راہنمائی کا نتیجہ تھا کہ آج پوری دنیا میں شیعیت کا نام بلند ہوا ، یہی وجہ ہے کہ آج ہر شیعہ فخر کے ساتھ اپنی شیعیت کا اظہار کرتا ہے اور رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی بت شکنؒ کے لئے دعائیں دیتا ہے۔ ان بزرگوں کا نام لینے کا مقصد یہ ہے کہ کبھی انہوں نے تشہد میں علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت کا اقرار نہیں کیا۔ اگر یہ واجب تھا تو ان سینکڑوں مجتہدین حضرات کا کام ہی روایات اور آیات کی روشنی میں احکامات کی جانچ پڑتال کرنا تھا، ان کی نگاہوں سے بھی وہ روایت گزرتی۔

دوسرا سوال آپ سے یہ ہے کہ صرف اس نعرہ کے علاوہ ولایت علی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اگر ولایت علی اور آل علی کی عظمت کو جاننا چاہتے ہو تو امام خمینیؒ کی کتاب ـــ جو زیارت جامعہ کی شرح ہے اسے پڑھ لو۔ آپ کا یہ نعرہ بھی بالکل خوارج کا نعرہ (لاحکم الا للہ لاحکم الا للہ) کی طرح ہے جو علی کے خلاف بلند کر رہے تھے ۔ جبکہ علیؑ بھی حکم خدا کو ہی رائج کرنا چاہتے تھے۔ اب آپ دیکھ لیئے نعرہ کتنا اچھا ہے کہ اللہ کے حکم کے سوا کسی اور کا حکم ہمیں قبول نہیں ۔ اس سے سادہ لوح افراد بھٹک گئے۔اسی طرح علی کا نام تشہد میں لینے سے تیری نماز باطل ہوجاتی ہے ؟ ہم کہتے ہیں کہ جہاں جہاں نام لینے کا حکم ہے وہاں لینا چاہئے ، اور اپنی مرضی سے نہیں۔

تیسرا سوال آپ سے یہ ہے:اگر علی کا نام لینا واجب ہے تو باقی اماموں کا بھی نام لو۔ خصوصاً امام زمانؑ کا جو ہمارے زمانے کے امام ہیں۔ اگر آپ باقی اماموں کے نام نماز میں نہیں لیتے تو کیا ان کی امامت اور ولایت کے منکر ہوئے !!!

ذرا عقل سے کام لو کہ اس میں یقیناً دشمن کا ہاتھ ہے کہ ایسے لطیف نعروں کے ذریعے شیعیان حیدر کرار ؑ کے درمیان تفرقہ ڈال کر اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتا ہے ۔اصلی دشمن کو پہچان لو ۔ علماء اور مجتہدین آپ کے دشمن نہیں بلکہ خیر خواہ ہیں ۔

چوتھا سوال آپ سے یہ ہے :کیا دین کے منافی وہ لوگ ہیں جو اسٹیج پر آکر علی ولی اللہ کا نعرہ لگاکے مومنین کو علماء اور مجتہدین کے خلاف اکسا کر اپنی جیب بھر کر چلے جاتے ہیں؟ اگر یہ لوگ اتنے دین کے مخلص ہیں تو بغیر فیس کے بھی کوئی مجلس پڑھ کر دکھائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جب تک ان کے اکاونٹ میں فیس نہیں آتی ، مجلس حسین میں جانے کی زحمت نہیں کرتے ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس میں مومنین کا بھی قصور ہے کہ انہی لوگوں کو سننا پسند کرتے ہیں اور بانی مجلس کا قصور یہ ہے کہ نام و نمود کی خاطر کہ اتنے لوگ شریک ہوئے یعنی لوگوں کا زیادہ جمع ہونا مجلس کا معیار سمجھتا ہے ۔

۔ پانچویں فصل

شفاعت اور توسل

سوال: کیا شفاعت کے جائز ہونے پر کوئی قرآنی دلائل موجود ہیں اور عقیدہ توحید کے ساتھ کس رح سازگار ہے؟

جواب:اصل میں وہابیوں کو جو غلط ہی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اولیاء الٰہی (کہ جن کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا مقام اور منزلت ہے) اور بے جان بتوں کو ایک جیسا سمجھا ہے جن میں نہ الہا ہے اور نہ عقل و شعور.

قرآن مجید میں مختلف آیتوں میں شفاعت کے جائز ہونے پر دلائل موجود ہیں جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

قالُوا يا أَبانَا اسْتَغْفِرْ لَنا ذُنُوبَنا إِنَّا كُنَّا خاطِئِينَ قالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. (۱)

بیٹوں نے کہا: اے ہمارے ابا! ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کیجئے ، ہم ہی خطاکار تھے۔(یعقوب نے) کہا: عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی دعا کروں گا،وہ یقینا بڑا بخشنے والا،مہربان ہے۔

فہل کان النبی یعقوب (ع)مشرکاً؟

جب برادران یوسف نے اپنے بھائی کا مقام اور منزلت کا نظارہ کیا اور اپنا مکروہ کردار اور اس کا نتیجہ دیکھ لیا تو اپنے باپ کے پاس جاکر طلب شفاعت کی تاں کے باپ نے بھی ان کی خواہش پر لبیک کہا : انہوں نے کہا بابا جان ہمارے لئے استغفار کریں کہ ہم خطا کار وہیں تھے. بابا نے کہا: عنقریب تمہارے لئے دعا کروں گا میرا پروردگار غفور و رحیم ہے".

----

(۱):- یوسف ۹۷-۹۸.

اب سوال یہ ہے کیا حضرتؑ یعقوب پیغمبر(ع) مشرک تھے؟!

اگر کوئی یہ کہہ دے کہ برادران یوسف نے شفاعت مانگی تو وہ لوگ خطا کار تھے اور ان کا عمل ہمارے لئے حجت نہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ شریعت کے خلاف ہوتا تو اللہ کا نبی اس سے انکار کرتے ، لیکن انہوں نے بھی مفسرین کے کہنے کے مطابق شب جمعہ کا انتظار کیا. قرآن کہہ رہا ہے کہ جب گناہگار لوگ پیغمبر اکرم (ص)کے پاس توبہ کرنے اور استغفار کرانے کیلئے آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیہ نازل ہوئی:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّاباً رَحِيماً [1]

"کہ اگر یہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے کے بعد تمہارے پاس آئیں اور استغفار کریں اور تو بھی ان کے ساتھ ان کیلئے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا اور مہربان پاؤگے". اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ ترغیب دلانا شرک ہے؟!

قرآن کریم منافقین کی مذمت میں ارشاد فرمارہاہے:

وَ إِذا قِيلَ لَهُمْ تَعالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ لَوَّوْا رُؤُسَهُمْ وَ رَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَ هُمْ مُسْتَكْبِرُونَ.[2]

فهل يدعو القرآن الكريم الكفار والمنافقين للشرك؟

"اور جب ان سے کہا جائے: آؤ کہ اللہ کا رسول تمہارے لےی مغفرت مانگے تو وہ سر جھٹک دیتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر کے سبب آنے سے رک جاتے ہیں" کیا قرآن کریم کفار اور منافقین کو دعا مانگنے کا حکم دے رہا ہے؟

----

(۱):- نساء۶۴.

(۲):- منافقون ۵.

ہم جانتے ہیں کہ قوم لوط بدترین قوموں میں سے تھی اور جب شیخ الانبیاء ابراہیم (ع) نے ان کیلئے شفاعت کی کہ انہیں مہلت دی جائے تاکہ یہ لوگ توبہ کریں ؛ لیکن یہ لوگ پلیدگی اور برائی میں حد سے بڑھ گئے اور شفاعت کے قابل نہیں رہے تو ان کیلئے خطاب ہوا:

اے ابراہیم ان کیلئے اب طلب شفاعت کرنا چھوڑدو:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْراهِيمَ الرَّوْعُ وَ جاءَتْهُ الْبُشْرى يُجادِلُنا فِي قَوْمِ لُوطٍ إِنَّ إِبْراهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ يا إِبْراهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هذا إِنَّهُ قَدْ جاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَ إِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ. (1)

"پھر جب ابراہیم کے دل سے خوف نکل گیا اور انہیں خوشخبری بھی مل گئی تو وہ قوم لوط کے بارے میں ہم سے بحث کرنے لگے.بے شک ابراہیم بردبار، نرم دل، اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے. (فرشتوں نے ان سے کہا) اے ابراہیم! اس بات کو چھوڑ دیں، بیشک آپ کے رب کا فیصلہ آچکا ہے اور ان پر ایک ایسا عذاب آنے والا ہے جسے ٹالا نہیں جا سکتا".

آئمہ (ع)سے خارق العادہ افعال کی درخواست کرنا شرک

آئمہ (ع)سے غیر عادی کاموں کی درخواست کرنا کیا(جیسے ان سے شفا طلب کرنا) شرک نہیں ہے ؟

جواب:

سب سے پہلے تو انبیاء اور آئمہ (ع)کے توسط سے خارق العادہ کام انجام پانے میں کوئی مشکل نہیں ہے.

----

(1):- ہود ۷۴-۷۶.

جب بھی کسی مخلوق سے کوئی مدد مانگتے ہیں تو ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ان کی اصل قدرت اور طاقت قدرت الٰہی ہے. اللہ نے انہیں وہ قدرت عطا کی ہے جس کے ذریعے سے وہ یہ کام انجام دے سکتے ہیں . تو اگر ہم ان اولیاء اللہ سے کوئی مدد طلب کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے ہم ان کو اللہ کی بارگاہ میں اپنا شفیع قرار دیتے ہیں . جیسا کہ قرآن کا حکم ہے : يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ اتَّقُواْ اللہ وَ ابْتَغُواْ إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَ جَاهِدُواْ فِى سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.[1] اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف (قربت کا) ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو شاید تمہیں کامیابی نصیب ہو.

ان کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح ہم ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اپنی علاج کیلئے تو اسے ہم شرک کیوں نہیں جانتے؟

اللہ مستقیماً سنتا ہے تو کسی مردے کو درمیاں میں لانے کی ضرورت؟!

ہم اہل بیت (ع) سے کیوں مدد طلب کرتے ہیں جبکہ اللہ مستقیماً سننے والا ہے؟!

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلىَ أَنَّمَا إِلَاهُكمُ إِلَاهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُواْ إِلَيْهِ وَ اسْتَغْفِرُوهُ وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِين[2]

کہدیجئے: میں بھی تم جیسا آدمی ہوں، میری طرف وحی ہوتی ہے کہ ایک اللہ ہی تمہارا معبود ہے لھذا تم اس کی طرف سیدھے رہو اور اسی سے مغفرت مانگو اور تباہی ہے ان مشرکین کے لیے.

يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ اتَّقُواْ اللہ وَ ابْتَغُواْ إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَ جَاهِدُواْ فِى سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون.[3]

----

(۱):- مائدہ ۳۵.

(۲):- فصلت 6.

(۳):- مائدہ ۳۵.

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اوراس کی راہ میں جہاد کرو کہ شاید اس طرح کامیاب ہوجاؤ .

«اوُلئِكَ الّذينَ يَدعُونَ يَبتَغُونَ الى رَبِّهِمُ الوَسيلَةَ ايُّهُم اقرَبُ وَ يَرجوُنَ رَحمَتَه وَ يَخافُونَ عَذابَه انَّ عَذابَ رَبِّكَ كانَ مَحذُوراً».[1]

یہ جن کو خدا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کے لئے وسیلہ تلاش کررہے ہیں کہ کون زیادہ قربت رکھنے والا ہے اور سب اسی کی رحمت کے امیدوار اور اسی کے عذاب سے خوفزدہ ہیں یقیناً آپ کے پروردگار کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے.

سیّد شرف الدین کی حاضر جوابی!

مرحوم آیت اللہ سیّد شرف الدین (صاحب کتاب المراجعات) ملک عبد العزیز کے دور حکومت میں حج پر تشریف لے گئے اور عید قربان کے دن سارے علماء بادشاہ کو عید مبارک کہنے کیلئے شاہی محل میں جمع ہوئے جب سید کی نوبت آگئی تو آپ نے ایک چمڑے کی جلد شدہ قرآن مجید . ور تحفہ ان کو پیش کیا تو بادشاہ نے اسے احتراماً چوما اور پیشانی پر رکھا تو سید شرف الدین ؒ نے ایک دم کہا : اے بادشاہ کیوں اس جلد کا بوسہ لیتے ہو جو بکری کی کھال کا بنا ہوا ہے؟

اس نے کہا : میں اس کھال میں پوشیدہ قرآن کریم کی تکریم کررہا ہوں نہ کہ اس کھال کی . اس وقت آیۃ اللہ سید شرف الدین ؒ نے بےدرنگ فرمایا: احسنت اے بادشاہ! ہم شیعیان بھی اس پنجرے اور کمرے کی تعظیم کیلئے نہیں چومتے بلکہ اس میں موجود رسول گرامی اسلام (ص) کے احترام اور تعظیم کی خاطر پنجرے کو چومتے ہیں .اس وقت سارے علماء نے تکبیر کےنعرے بلند کئے اور تصدیق کرنے لگے تو شاہ عبدالعزیز نے بھی مجبور ہوکر سارے حاجیوں کو رسول خدا(ص) کے مزار کو چومنے کی اجازت دے دی لیکن جب ان کا ولیعہد آیا تو اس نے پھر اس قانون پر پابندی لگا دی[2]

----

(۱):- اسراء ۵۷.

(۲):- ماہنامہ موعود شمارہ ۵۹ پاسخ بہ شبہات(۱)، ص: ۴

آئمہ(ع) کے توسط سے ان افعال کا انجام

اشکال : وہابی کہتے ہیں کہ شیعہ اس بات کے معتقد ہیں کہ آئمہ خدائی کام کرتے ہیں تو یہ ان کے مشرک ہونے پر دلیل ہے.

جواب:الف: ہمارا عقیدہ ہے کہ آئمہ(ع) جو بھی انجام دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم اور اس کی اجازت سے انجام دیتے ہیں: لا حول و لا قوۃ الا باللہ ، بحول اللہ و قوتہ اقوم و اقعد. اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنے اولیاء میں سے کسی کو خارق العادہ کام انجام دینے کی قدرت عطا کرسکتا ہے اور اگر خدا کی طرح کوئی کام انجام دینے لگے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بھی خدا کی طرح ہوئے.بلکہ انسان ایک برقی وسیلہ کی مانند ہے جب تک اس میں برق موجود ہے وہ کام کرتا رہے گا اور جب بجلی کا کرنٹ اس سے الگ ہوجائے تو وہ بھی ناکارہ ہوگیا ،لیکن یہ فعل انسان کا ہے نہ اللہ کا عمل.

ب: اللہ کے نبیوں نے بھی ایسے خارق العادہ کام انجام دئے ہیں: جیسے: «وَ رَسُولًا إِلىَ‏ بَنىِ إِسْرَ ءِيلَ أَنىِ قَدْ جِئْتُكُم بَايَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنىِ أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيَةِ الطَّيرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيرَا بِإِذْنِ الله وَ أُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ وَ أُحْىِ الْمَوْتىَ‏ بِإِذْنِ الله وَ أُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَ مَا تَدَّخِرُونَ فىِ بُيُوتِكُمْ إِنَّ فىِ ذَالِكَ لاَيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ» [1] اور اسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنائے گا اور وہ ان سے کہے گا کہ میں تمھارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی شکل بناؤں گا اور اس میں کچھ دم کردوں گا تو وہ حکمِ خدا سے پرندہ بن جائے گا اور میں پیدائشی اندھے اور مبروص کا علاج کروں گا اور حکمِ خدا سے مردوں کو زندہ کروں گا اور تمہیں اس بات کی خبردوں گا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا گھر میں ذخیرہ کرتے ہو- ان سب میں تمہارے لئے نشانیاں ہیں اگر تم صاحبانِ ایمان ہو.

----

(۱):- آل عمران ۴۹.

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَاعِيسىَ ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتىِ عَلَيْكَ وَ عَلىَ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِمُ النَّاسَ فىِ الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَ إِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَ الحِكْمَةَ وَ التَّوْرَئةَ وَ الْانجِيلَ وَ إِذْ تخَلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيَةِ الطَّيرِ بِإِذْنىِ فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيرَا بِإِذْنىِ وَ تُبرِئُ الْأَكْمَهَ وَ الْأَبْرَصَ بِإِذْنىِ وَ إِذْ تخْرِجُ الْمَوْتىَ بِإِذْنىِ وَ إِذْ كَفَفْتُ بَنىِ إِسْرَ ءِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنهُمْ إِنْ هَاذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ (۱)

جب عیسیٰ بن مریم سے اللہ نے فرمایا: یاد کیجئے میری اس نعمت کو جو میں نے آپ اور آپ کی والدہ کو عطا کی ہے جب میں نے روح القدس کے ذریعے آپ کی تائید کی، آپ گہوارے میں اور بڑے ہو کر لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور جب میں نے آپ کو کتاب، حکمت، توریت اور انجیل کی تعلیم دی اور جب آپ میرے حکم سے مٹی سے پرندے کا پتلا بناتے تھے پھر آپ اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور آپ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے صحت یاب کرتے تھے اور آپ میرے حکم سے مردوں کو (زندہ کر کے) نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو اس وقت آپ سے روک رکھا جب آپ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو ان میں سے کفر اختیار کرنے والوں نے کہا: یہ تو ایک کھلا جادو ہے۔

قَالَ الَّذِى عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا ءَاتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَءَاهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَاذَا مِن فَضْلِ رَبىِ لِيَبْلُوَنىِ ءَ أَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَ مَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَ مَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبىِ غَنىٌّ كَرِيمٌ (۲)

----

(۱):- مائدہ ۱۱۰۔

(۲):- نمل ۴۰۔

جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا وہ کہنے لگا: میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے آپ کے پاس حاضر کر دیتا ہوں، جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس نصب شدہ دیکھا تو کہا: یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر نعمت کرتا ہوں یا کفران اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ خود اپنے فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار یقیناً بے نیاز اور صاحب کرم ہے.

ان قرآنی دلائل کی روشنی میں کیسے آپ شیعہ کو اس کے اعتقاد رکھنے پر کافر کہتے ہو؟!!!

قبور آئمہ کی زیارت شرک لیکن ابن تیمیہ کی زیارت؟

اگر شیعیان اپنے پیغمبر اکرم (ص) کی اولاد کی زیارت کرتے ہیں یا ان کا احترام کرتے ہیں تو وہابی لوگ ان پر کفر اور شرک کا فتوی لگاتے ہیں جبکہ یہی لوگ ابن تیمیہ کے جنازے پر رومال پھینکتے اور تبرک کے طور پر اسے اپنے چہرے پر ملتے تھے تعجب اس بات پر ہے کہ ان کی عشق میں ان کے غسل میت کا پانی بھی تبرک کے طور پر پینے لگے اور آب سدر کو آپس میں تقسیم کرکے لے گئے. ان کے جنازے میں خواتین بھی تھیں جو ان کے قبر پر آجایا کرتی تھیں یہاں تک کہ صبح ہوئی. [1]

سوال یہ ہے کہ اگر شیعہ قبور آئمہ طاہرین(ع) کی زیارت کرتے ہیں تو مشرک لیکن ابن تیمیہ کی قبر کی زیارت کرنے والے مؤمن ہونگے؟!!

----

(۱):- البدایہ و النہایہ (تاریخ ابن کثیر)، جلد ۱۴، صفحہ ۱۵۶، ناشر: داراحیاءالتراث العربی، بیروت.

شیعہ آن لائن گزارش کے مطابق " محمد عبدالعظیم خلیف" اپنی داستان یوں بیان کرتا ہے کہ میں اپنے دوست کے ساتھ رسول خدا(ص) کے حرم میں داخل ہوا تو ایک مامور ہمارے پیچھے آنے لگا اور کہا کہ یہاں سے آگے جانا ممنوع ہے اور ہمیں دوسرے دروازے کی طرف بھیجا ، اور ہمارے پیچھے تین وہابی جوان آنے لگے اور پیچھے سے اتنے زور سے ٹھوکر مارے کہ ہم زمین پر گر پڑے ہمارے چہرے پر بھی ٹھوکر مارنے لگے جس سے ہماری ناک سے خون بہنا شروع ہوگیا ۔ پھر ہمیں پولیس کے حوالے کردئے . کچھ دیر کے بعد میرے دوستوں کو رہا کردئے مجھے اکیلا وہاں روکے رکھا. اس کے بعد ہیئت امر بہ معروف و نہی از منکر کے کمرے میں لے گئے مغرب کا وقت گزر گیا سات افراد آئے اور کہنے لگے: اس بات کا اعتراف کرلو کہ شیعوں کے ساتھ یہاں ہنگامہ آرائی کرنے کیلئے آیا ہے یا کہہ دو کہ" شیخ جواد احضری" کو چاقو مارا ہے. اور شیخ جواد احضری شہر الاحساء کے ایک شیعہ مسجد کا پیش نماز تھا جسے پچھلے ہفتے میں ہیئت امر بہ معروف و نہی از منکر سے وابستہ افراد نے پیچھے سے چاقو مارے تھے . محمد عبدالعظیم خلیف کہتا ہے کہ میں نے انکار کیا اور کہا میں جھوٹ نہیں بولوں گا کہ میں مدینہ آیا ہوں فساد کرنے کیلئے یا میں نے شیخ جواد کو چاقو مارا ہو. پھر انہوں نے ایک جیل میں مجھے منتقل کیا جہاں ۲۰ شیعہ جوان پہلے سے زیر بند کئے ہوئے تھے ، ان پر بھی ایسی ہی تہمتیں لگائی ہوئی تھی ، ان میں سے کچھ جوانوں کو جانتا بھی تھا کہ اپنے گاؤں سے ان کا تعلق تھا . اس کے بعد ہم سے تعہد لیا کہ آج کے بعد کبھی حرم رسول خدا (ص) میں داخل نہیں ہونگے . [1]

----

(۱):- ۱۳۸۷/ ۱۲/ ۲۷: ۱۲ ۱۱- ۴۷ MP شیعہ آنلاین. مطالب خواندنی، ص: ۳.

۔ زیارت پیغمبر (ص) کیلئے سفر کرنا گناہ

وافتی ابن تیمیه ان انشاء السفر لزیاره النبی غیر جائز، ویعد معصیه. وقد وصف زیارته بانھا غیر واجبه باتفاق المسلمین، بل ولم یشرع السفر الیھا، بل ھو منھی عنه.[۱]

ابن تیمیہ نے اپنے ایک فتویٰ میں کہاہے کہ قبر رسول کی زیارت کے غرض سے سفرکرنا حرام ہے کیونکہ یہ گناہ ہے اس کے بعد کہتا ہے کہ آپ کی زیارت واجب نہیں ہے جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے بلکہ زیارت کیلئے سفرکرنا جائز نہیں ہے اور ممنوع ہے :

جبکہ ابن عمر اور دیگر صحابی شام کو فتح کرنے کے بعد رسول خدا(ص) کے مزار پر آکر سلام کرتے اور کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ (ص).[۲]

بت پرستوں اور شیعوں میں شباہت

وہابی کہتے ہیں کہ شیعہ اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں مخلوقات کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع قرار دیتے ہیں اس وجہ سے دونوں مشرک ہیں.

جواب:بت پرست لوگ کہتے ہیں : لبیک لا شریک لک الا شریکٌ ھو لک تملکه و ما ملک.[۳] یعنی نہیں ہے تیرا کوئی شریک مگر وہ شریک کہ جس کی ہر چیز کا تو ہی مالک ہے.جبکہ شیعہ کسی کو بھی خدا کا شریک نہیں ٹھہراتا بلکہ شفیع قرار دیتا ہے جس کا جواز قرآن کریم سے ہم ثابت کرچکے.

----

(۱):- قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ، ص ۵۷، اقتضاء الصراط المستقیم، ص ۴۳۰

(۲):- سُبکی، شفاء السقام: ۴۴). وفاء الوفاء: ۴/ ۱۳۴۰)

(۳):- کافی/ ۴/ ۵۴۲، مستدرک الوسائل ۹/ ۱۹۵، بحار الانوار ۳/ ۲۵۳:

وَ لَئِن سَأَلْتَهُم مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ و سَخَّرَ الشَّمسَ وَ القَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللہُ فَانّی یُوفَکوُنَ.[۱]

اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو کس نے مسخر کیا ہے تو فورا کہیں گے کہ اللہ,تو یہ کدھر کے چلے جارہے ہیں.

وَ لَئنِ سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللہ قُلِ الحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.[۲]

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ زمین و آسمان کا خاق کون ہے تو کہیں گے کہ اللہ، تو پھر کہئے کہ ساری حمد اللہ کے لئے ہے اور ان کی اکثریت بالکل جاہل ہے.

وَ لَئنِ سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللہ قُلْ أَ فَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللہ إِنْ أَرَادَنِيَ اللہ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللہ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكلُونَ[۳] اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ اللہ تو کہہ دیجئے کہ کیا تم نے ان سب کا حال دیکھا ہے جن کی عبادت کرتے ہو کہ اگر خدا نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کیا یہ اس نقصان کو روک سکتے ہیں یا اگر وہ رحمت کا ارادہ کرلے تو کیا یہ اس رحمت کو منع کرسکتے ہیں - آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے میرا خدا کافی ہے اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں.

----

(۱):- عنکبوت ۶۱.

(۲):- لقمان ۲۵.

(۳):- زمر 38۔

1- آسمان و زمین کے خالق اور بارش کا نازل کرنے والا اور سبزے اگانے والا صرف خدا ہے . (61 عنکبوت، 25 لقمان، 38 زمر)

: وَ يَعْبُدُونَ مِن دُونِ الله مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنفَعُهُمْ وَ يَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ الله قُلْ أَ تُنَبِّؤُونَ الله بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَ لَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالىَ عَمَّا يُشْرِكُون.[1]

اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم تو خدا کو اس بات کی اطلاع دے رہے ہو جس کا علم اسے آسمان و زمین میں کہیں نہیں ہے وہ پاک و پاکیزہ ہے اور ان کے شرک سے بلند و برتر ہے.

2.بت پرست لوگ اپنے بتوں کو خدا کے نزدیک شفاعت کرنے والے مانتے ہیں. (یونس ۱۸)

اولا: تو یہ ہے کہ انہوں نے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے ہی بنا کر اپنا شفیع قرار دئے ہیں اور ان کی باتوں کا کوئی پتہ نہیں ہے .

ثانیاً : سورہ یونس ۱۸ کی رو سے یہ لوگ غیر خد اکی عبادت کرتے ہیں کہ بڑے بت کو مستقل طور پر طاقت اور قدرت کے قابل سمجھتے ہیں .اور بت کے سامنے خضوع اور خشوع کرنے لگتے ہیں.اور ان کا خدا بھی تو ایسا خدا نہیں جس کو مسلمان خدا مانتے ہیں،بلکہ ان کا خدا جز رکھتا ہے(15 زخرف)،ملائک کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں مانتے ہیں(40 اسراء)، اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہمتا کے قائل ہوتے ہیں. (8 زمر).

الا لِلّهِ الدّينُ الخالِصُ وَ الّذينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِه اولياءَ ما نَعبُدُهُم الّا لِيُقَرِّبُونا الَی اللهِ زُلفی انَّ اللهَ يَحكُمُ بَينَهُم فی ما هُم فيهِ يَختَلِفُونَ انَّ اللهَ لا يَهدی مَن هُوَ كاذِبٌ كَفّارٌ [2]

----

(۱):- یونس (۱۸)

(۲):- زمر (۳).

آگاہ ہوجاؤ کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ سرپرست بنائے ہیں یہ کہہ کر کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں گے - اللہ ان کے درمیان تمام اختلافی مسائل میں فیصلہ کردے گا کہ اللہ کسی بھی جھوٹے اور ناشکری کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا ہے.

وَ جَعَلُواْ لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا إِنَّ الْانسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ (۱)

اور ان لوگوں نے پروردگار کے لئے اس کے بندوں میں سے بھی ایک جزؤ (اولاد) قرار دیدیا کہ انسان یقیناً بڑا کھلا ہوا ناشکرا ہے.

أَ فَأَصْفَئكمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَ اتخَذَ مِنَ الْمَلَئكَةِ إِنَاثًا إِنَّكمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا (۲)

کیا تمہارے پروردگار نے تم لوگوں کے لئے لڑکوں کو پسند کیا ہے اور اپنے لئے ملائکہ میں سے لڑکیاں بنائی ہیں؟ یہ تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو.

وَ إِذَا مَسَّ الْانسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسىَ مَا كاَنَ يَدْعُواْ إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصحَابِ النَّارِ. (۳)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پوری توجہ کے ساتھ پروردگار کو آواز دیتا ہے پھر جب وہ اسے کوئی نعمت دے دیتا ہے تو جس بات کے لئے اس کو پکار رہا تھا اسے یکسر نظرانداز کردیتا ہے اور خدا کے لئے مثل قرار دیتا ہے تاکہ اس کے راستے سے بہکا سکے تو آپ کہہ دیجئے کہ تھوڑے دنوں اپنے کفر میں عیش کرلو اس کے بعد تو تم یقیناً جہنّم والوں میں ہو.

----

(۱):- زخرف (۱۵).

(۲):- اسراء (۴۰).

(۳):- زمر (۸)۔

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذَالِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ [1]

اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی مثال بیان کی ہے کہ جو رزق ہم نے تم کو عطا کیا ہے کیا اس میں تمہارے مملوک غلام و کنیز میں کوئی تمہارا شریک ہے کہ تم سب برابر ہوجاؤ اور تمہیں ان کا خوف اسی طرح ہو جس طرح اپنے نفس کے بارے میں خوف ہوتا ہے .... بیشک ہم اپنی نشانیوں کو صاحب عقل قوم کے لئے اسی طرح واضح کرکے بیان کرتے ہیں.

ان آیات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ:

1. شیعہ اور بت پرستوں میں کوئی شباہت نہیں پائی جاتی، کیونکہ بت پرستوں نے اپنے لئے شفاعت کنندہ چن لئے ہیں لیکن ہمارے شفاعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے.

2. وہ لوگ اپنے شفاعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے مستقل مانتے ہیں جبکہ ہم اپنے آئمہ طاہرین (ع) کو کبھی اللہ تعالیٰ سے مستقل نہیں مانتے ہیں.

3. وہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں لیکن ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے . پس کیسے آپ شیعوں کو بت پرستوں کی مانند جانتے ہو؟![2]

----

(۱):- روم (۲۸)۔

(۲):- پاسخ بہ شبہات(۱)، ص: ۷

مُردوں سے کسی چیز کا مانگنا ؟

یہ لوگ سورہ نمل 80، فاطر 22، نحل 20 و 21 اور کئی آیات سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مردہ لوگوں سے ارتباط پیدا کرنا شرک ہے .

«انَّكَ لا تُسمِعُ الموتى وَ لا تُسمِعُ الصُّمَّ الدُّعاءَ اذا وَ لَّوا مُدبِرينَ» (۱)

آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں نہ ہی بہروں کو اپنی دعوت سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھر کر جا رہے ہوں.

«وَ ما يستَوِى الاحياءُ وَلَا الامواتُ انَّ اللهَ يُسمِعُ مَن يَشاءُ وَ ما انتَ بِمُسمِعٍ مَن فِى القُبُورِ» (۲)

اور نہ ہی زندے اور نہ ہی مردے یکساں ہوسکتے ہیں، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ قبروں میں مدفون لوگوں کو تو نہیں سنا سکتے.

«وَ الَّذينَ يَدعوُنَ مِن دوُنِ اللهِ لا يَخلُقوُنَ شَيئًا وَهُم يُخلَقوُنَ امواتٌ غَيرُ احياءٍ وَ ما يَشعُرُونَ ايّانَ يُبعَثُونَ» (۳)

اور اللہ کو چھوڑ کر جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو خلق نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں.وہ زندہ نہیں مردہ ہیں اور انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے.

----

(۱):- نمل (۸۰)۔

(۲):- فاطر (۲۲)۔

(۳):- نحل (۲۰ و ۲۱)۔

جواب:

۔ آیات:

پہلی بات تو یہ ہے کہ مردوں سے ارتباط پیدا کرنا شرک تو نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اسے بیہودہ کام کہہ سکتا ہو، کیونکہ رسول خدا (ص)کے زمانے میں جو کام رائج تھا وہ آپ کی زندگی کے بعد شرک میں کیوں کر بدل سکتا ہے؟ اور یہ آیت آپ سے مربوط تھی کہ رسول خدا(ص) تو مردوں کی آواز سن سکتے تھے۔[1]

دوسری بات یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ یہ فلو۰ا چاہتا ہو کہ سننے کی قدرت پیدا کرنا میرا کام ہے نہ تیرا۔

تیسری بات یہ ہے کہ مؤمنون 99 و 100 ، نحل 28 کے مطابق مرنے کے بعد برزخ کی زندگی شروع ہوتی ہے تو ہمارا روح وہاں زندگی کر رہا ہوتا ہے :

«الَّذینَ تَتَوَفّاهُمُ المَلائِکَةُ ظالِمی انفُسِهِم فَالقَوُا السَّلَمَ ما کُنّا نَعمَلُ مِن سُوءٍ بَلی انَّ اللهَ عَلیمٌ بِما کُنتُم تَعمَلُونَ» [2]

نہیں ملائکہ اس عالم میں اٹھاتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کے ظالم ہوتے ہیں تو اس وقت اطاعت کی پیشکش کرتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کرتے تھے۔ بیشک خدا خوب جانتا ہے کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔

«حَتی اذا جاءَ احَدَهُمُ الموتُ قالَ رَبِّ ارجِعُونِ لَعَلّی اعمَلُ صالحًا فیما تَرَکتُ کَلّا انَّها کَلِمَةٌ هُوَ قائِلُها وَ مِن وَرائِهِم بَرزَخٌ الی یَومِ یُبعَثُونَ»[3]

----

(۱):- صحیح مسلم جلد ۸ صفحہ ۱۶۳۔

(۲):- نحل (۲۸).

(۳):- مؤمنون (۹۹ و ۱۰۰).

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آگئی تو کہنے گا کہ پروردگار مجھے پلٹا دے شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں. ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے. ان آیات سے بخوبی واضح ہے کہ مرنے والے بھی ہماری باتوں کو سمجھ جاتے ہیں لیکن ہم ان کو سننے سے قاصر ہیں.

روایات :

صحیح مسلم اور صحیح بخاری:

صحیح بخاری اور مسلم میں بھی ہے کہ مردوں کے ساتھ ارتباط پیدا کرنا ممنوع چیز نہیں ہے کیونکہ وہ بھی دنیوی حالات سے باخبر ہیں اور ہماری باتوں کو سنتے ہیں چنانچہ بخاری روایت کرتے ہیں کہ : اگر مردہ نیک انسان ہو تو وہ اپنے تشییع کرنے والوں سے کہتا ہے کہ مجھے جلدی قبر تک پہنچادیں اور اگر برا انسان ہو تو وہ کہے گا : مجھے کہاں لے جارہے ہو؟ افسوس ہو مجھ پر مجھے قبر کس طرف لے جائیں. [۱]

مرنے والا اس کے لواحقین کے رونے سے عذاب میں مبتلا ہوجاتا ہے.[۲]

احمد بن حنبل:

مرنے والا اسے غسل و کفن دینے والے اور دفنانے والے کو پہچان لیتا ہے[۳]

نماز میں ہم پھر السلام علیک ایہا النبی و رحمہ اللہ و برکاتہ کیوں پڑھتے ہیں؟اور یہ سلام مذاہب اربعہ میں واجب ہے .

(ا):- صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷.

(۲):- صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۴۱.

(۳):- مسند احمد- الامام احمد حنبل- ج ۳- ص ۳.

جلال الدین سیوطی:

پیغمبر اکرم(ص) سے روایت ہے کہ جو بھی ج بیت اللہ احرام کرے اور میری زیارت نہ کرے تو اس نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے۔[(۱)]

ابن ابی شیبہ (بخاری کا استاد)

پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا: جو میرے مرنے کے بعد میری زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی ہے۔جیسا کہ ایک صحابی نے بارانِ رحمت کی نزول کے لئے پیغمبر اکرم(ص) کی رحلت کے بعد مدد مانگی اور قبول ہوئی [(۲)]

قبور کی زیارت:

چار دلیلوں کے ساتھ قبور کی زیارت کرنا جائز ہے :

1. قرآن کریم:

وَ مَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ الله وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُواْ الله وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ الله تَوَّابًا رَّحِيمًا. [(۳)]

----

(۱):- الدر المنثور- جلال الدین السیوطی- ج ۱- ص ۲۳۷.

(۲):- السنن الکبری- البیہقی- ج ۵- ص ۲۴۶، ابن ابی شیبہ (استاد بخاری) مصنف جلد ۷ ص ۴۸۲، کنز العمال متقی ہندی جلد ۷ ص ۴۳۱

(۳):- نساء ۶۴.

اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کی اجازت سےاس کی اطاعت کی جائے اور جب یہ لوگ اپنے آپ پــر ظلم کر بیٹھتے تھے تو اگر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کــرتے تــو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ، پاتے.

2. روایات:

خود پیغمبراکرم(ص) فرماتے ہیں :

«حَیاتی خَیرٌ لَکُمْ تحدثون و نحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم ..» [۱]

میری زندگی تمھارے لئے بہتر ہے کہ تم مجھ سے سوال کریں اور میں تم کو جواب دوں ، اسی طرح میری وفات بھی تمھارے لئے بہتر ہے کہ تم اپنے اعمال کو عارضہ کرو. اسی طرح اپنی زیارت کرنے کی بھی لوگوں کو تشویق دلائی:

«مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی». [۲]

جو بھی میری قبر کی زیارت کرے گا اس کیلئے میری شفاعت اور بہشت واجب ہوگی.

جو بھی میری قبر کی زیارت کرے اس کی شفاعت کرنا میرے اوپر فرض ہے .[۳]

3. صحابہ کی سیرت:

حضرت عمر نے فتوحات شام کے بعد جب مدینہ پہنچے تو سب سےپہلے مسجد نبوی میں آکر آپ پر سلام بھیجا ہے.

----

(۱):- شرح التشریب، ص ۲۹۷.

(۲):- السنن الکبری، ج ۵، ص ۲۴۵.

(۳):- ۴۰ منبع از کتاب های اہل سنت.

احمد بن حنبل، رملی شافعی، مبارکپوری، زرقانی مالکی اور عزامی شافعی وغیرہ نے نقل کئے ہیں: جب احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ سے پوچھا کہ منبر اور قبر رسول کو ثواب کی نیت سے چومنا اور مس کرنا کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا: کوئی اشکال نہیں ہے۔ کہنا ہے کہ قبر رسول یا کسی اور ولی اللہ کی قبر کا تبرک کے طور پر بوسہ لینا جائز ہے۔ رملی شافعی اور محب الدین طبری شافعی کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ [1] اسی طرح تاریخ میں ثابت ہے کہ لوگ قبر پیغمبر اکرم اور حضرت حمزہ سے مٹی جذام اور صداع جیسے امراض کیلئے شفایابی کیلئے لے جاتے تھے، ابو سلمہ پیغمبر اکرم سے نقل کرتے ہیں: غُبارُ الْمَدِينَةِ يُطْفِي

4. عقل:

عقل انسان کہتی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے عزت اور عظمت دی ہے ان کی تعظیم کرنا واجب ہے اور زیارت بھی ایک قسم کی تعظیم ہے۔

ابن اثیر جزری نے پیغمبر اکرم (ص) سے نقل کیا ہے:

وَالَّذی نَفْسِی بِيَدِهِ انَّ فی غُبارِها شِفاءٌ مِنْ كُلِّ داءٍ [2]

اہل سنت بھی قبر سے تبرک

ذہبی جو صحابی رسول ہیں کہتے ہیں: ایک آدمی نے سعد بن معاذ کی قبر سے مٹی اٹھائی پھر دیکھا کہ وہ مٹی اچانک مشک میں بدل گئی۔ [3]

----

(۱):- کنز المطالب، ص۲۱۹۔ اسنی المطالب، ج۱، ص۳۳۱۔ جامع فی العلل ومعرفۃ الرجال، ج ۲، ص ۳۲؛ وفاءالوفا، ج ۴، ص ۱۴۱۴۔

(۲):- وفاء الوفا، ج ۱، ص ۶۹، ص ۵۴۴۔

(۳):- طبقات الکبری، ۳، ۱۰- سیر اعلام النبلاء، ۱، ۲۸۹۔

ابونعیم اصفہانی و ابن حجر عسقلانی کہتے کہ عبداللّہ حدانی ۸ذی الحجۃ سال 183 کو مارا گیا تو لوگوں نے اس کی قبر کی مٹی تبرک کے طور پر اٹھا کر لے گئے [۱]

عسقلانی کہتا ہے: وَهُوَ مِن ابشع المسائل المنقولة عنه»۔

ابن تیمیّہ کا زیارت قبر رسول اللہ (ص)(ص)سے روکنا ان بدترین مسائل میں سے ہے جو ان سے نقل ہوئی ہے .غزالی کہتا ہے:

«کلّ من یتبرک بمشاهدته (ص) فی حیاته، یتبرک بزیارته بعد وفاته ویجوز شدّالرحال لهذا الغرض»۔

جو بھی پیغمبر اکرم (ص)کی زندگی میں ان کی زیارت کرتے تھے ان کی وفات کے بعد بھی ان کی زیارت کیلئے جانا جائز ہے [۲]

«إِنَّ فاطِمَةَ کانَتْ تَزُورُ قَبْرَ عَمِّها حَمْزَةَ کُلّ جُمُعَةٍ فَتُصَلّی وَتَبْکِی عِنْدَهُ. »[۳]

حضرت فاطمہ زہرا ہر جمعہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کیلئے جاتی اور گریہ کرتی تھیں.

قبور کی تعمیر اور ان پر گنبد بنانا

نَهی رَسُول اللّه (ص) ان یجصّص القبر وان یعقد علیه وان یبنی علیه [۴] پیغمبر اکرم (ص) نے قبر کو گچ کاری اور اس پر قبہ وغیرہ بنانے سے منع فرمایا ہے. اس حدیث کو دلیل بنا کر یہ لوگ مسلمانوں کے قبور کو مسمار کرنا واجب سمجھتے ہیں.

----

(۱):- حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۲۵۸- تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۳۱۰.

(۲):- مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۵۷۰- معجم البلدان ۲، ۲۱۴.

(۳):- سنن الکبری، ج ۴، ص ۱۳۲؛ مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۵۷۲.

(۴):- صحیح مسلم، ج ۳، ص ۶۳.

جواب: بہت ساری حدیثیں ایسی ہیں جن میں امر کیا ہوا ہے لیکن وہ کراہت پر حمل کئے جاتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ امر وجوب پر ہی دلالت کرتا ہو چنانچہ حضرت فاطمہ اپنے چچا حضرت حمزہ کی قبر پر پتھروں سے علامت بنا کر وہاں فاتحہ پڑھا کرتی تھیں.اور رسول خدا (ص)نے عثمان بن مظعون کی قبر پر پتھر سے نشان بنایا. اور یہ کیسے ممکن ہے کہ عام انسانوں جیسے بخاری کی قبر پر گنبد بنانا جائز لیکن آئمہ طاہرین کی قبروں پر گنبد بنانا شرک ہو جائے؟!

ان کی صرف ایک دلیل ہے جو ابی الھیاج سے نقل ہوئی ہے جو سند کے لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ وکیع اور حبیب بن ابی ثابت اہل سنت کے نزدیک مورد اعتماد نہیں ہیں.دلالت حدیث بھی کامل نہیں ہے کیونکہ «وَ لا قَبراً الّا سوّیته» کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ قبرکو مسمار کردے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قبر کو مسطح کیا جائے نہ یہ کہ کوہان شتر کی طرح بلند کردے.

قسطلانی کہتا ہے: «السنة فی القبر تسطیحه و انَّه لا یجوز ترک هذه السنّة لمجرّد انّها صارت شعاراً للروافض وانّه لا منافات بین التسطیح و حدیث ابی هیاج: لانّه لم یُرَد تسویته بالارض و انّما اراد تسطیحه جمعاً بین الاخبار ...» (1)

سنت پیغمبر(ص) تو یہ ہے کہ قبر کو مسطح کرتے تھے اور یہ شیعہ مذہب کا شعاربننے کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں ہے اور ابی الھیاج کی روایت سے بھی کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ روایت کا مقصد یہ نہیں کہ زمین سے ہم سطح کر دیا جائے بلکہ صاف رکھنا مراد ہے اور قبروں کے کنارے مکان اور مسجد بنانا مسلمانوں کی سنت رہی ہے تاکہ جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں.

1. جس طرح قبر پیغمبرکے کنارے مسجد تعمیر کی گئی.
2. قبور آئمہ بقیع کو ۱۳۴۵ھ کو وہابیوں نے خراب کیا.

----

(1):- ارشاد الساری، ج ۲، ص ۴۶۸.

3. رسول خدا کے بیٹے ابراہیم کی قبر کو جو محمد بن زید بن علی کے گھر میں تھی وہابیوں نے خراب کیا.

4. حضرت حمزہؓ کی قبر پر مسجد بنی ہوئی تھی جسے دوم ہجری میں وہابیوں نے خراب کیا.

5. سعد بن معاذ کی قبر پر عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں گنبد تعمیر کی گئی.[۱]

6. حضرت علیبن ابی طالب کی قبر پر دوسری صدی میں گنبد بنائی گئی.[۲]

7. حضرت سلمان فارسی کی قبر پر بھی گنبد بنائی گئی تھی.[۳]

خلاصہ یہ ہے کہ سارے مسلمانوں میں یہ سیرت عام رہی ہے کہ اپنی اہم شخصیات کی قبروں کے کنارے بارگاہیں بنایا جائے، مسجد تعمیر کی جائے، تاکہ ان کو بھی یاد کریں اور ان کے توسط سے اللہ کی بارگاہ میں بھی متوسل ہوجائیں. سارے اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں صرف وہابیوں کو ان سے اختلاف ہے.

سند حدیث میں ابوالزبیر محمد بن مسلم آمدی- موجود ہے جسے علمائے اہل سنت ، جیسے احمد بن حنبل اور ابن عیینہ اور ابوحاتم نے ضعیف قرار دیا ہے.[۴] اسی طرح سند میں ربیعہ ہے جسے ازدی اور ابن ابی شیبہ اور ساجی نے مشکوک قرار دیا ہے[۵]

----

(۱):- وفاء الوفا، ج ۲، ص ۵۴۵.

(۲):- موسوعۃ العتبات ۲، ۹۷.

(۳):- تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۶۳.

(۴):- تہذیب الکمال ۴۰۷: ۲۶.

(۵):- تہذیبالتہذیب ۲، ۳۶۰- تاریخ بغداد ۸، ۱۹۹- سیر اعلام النبلاء ۹، ۳۱.

مناظرہ:

شیعہ: کیوں تم قبور کی بے احترامی کرتے ہو اور نبد کو گرا دیتے ہو؟

وہابی: کیا تو علی کو مانتے ہو؟ اس نے کہا: وہ تو میرا پہلا امام ہے اور رسول کا خلیفہ بلافصل ہیں.

وہابی: ہماری متبرک کتابوں میں تین علماء نے لکھا ہے کہ جن کا نام یحیٰ ، ابوبکر اور زہیر ہیں، وکیع سے ، اس نے سفیان سے ، انہوں نے حبیب سے ، اس نے ابی وائل سے اور اس نے ابی الھیاج اسدی سے نقل کیا ہے کہ علی ابن ابیطالب نے ابی الھیاج سے فرمایا:کیا میں تمہیں کسی ایسے کام کا حکم دوں جس کا مجھے رسول خدا (ص)نے حکم دیا تھا؟اس نے کہا: ہاں .

تو آپ نے فرمایا : کسیَ بھی تصویر کو مٹائے بغیر نہ رکھو اور کسیَ بھی قبر کو باقی نہ رکھو مگر وہ زمین کے برابر کردو[1]

شیعہ : یہ حدیث سند اور دلالت دونوں لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں درج ذیل افراد موجود ہیں 1. وکیع. 2. سفیان. 3. حبیب بن ابی ثابت. 4. ابی وائل ، جن کی سند کو احمد بن حنبل نے اس تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے:وکیع نے پانچ سو حدیثوں میں خطا کیا ہے.[2]، سفیان ثوری کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ ابن مبارک نے جب سفیان کو حدیث میں تدلیس(ناحق کو حق کا جلوہ دکھاتے ہوئے) کرتے ہوئے دیکھا تو وہ شرمسار ہوگیا.اسی طرح حبیب بن ابی ثابت بھی.[3]اور ابی وائل کے بارے میں تو کہا جاتا ہے کہ وہ ناصبی تھا اور امیر المؤمنین کے دشمنوں میں شمار ہوتا تھا.[4]

----

(۱):- صحیح مسلم، ج ۳، ص ۶۱، سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۵۶، سنن نسائی، ج ۴، ص ۸۸.

(۲):- تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۱۲۵.

(۳):- ہمان، ج ۴، ص ۱۱۵. ج ۳، ص ۱۷۹.

(۴):- شرح نہج البلاغہ حدیدی، ج ۹، ص ۹۹

اور قابل توجہ بات تو یہ ہے کہ سارے صحاح ستہ میں یہی ایک حدیث ہے جسے دلیل بنا کر یہ لوگ قبور آئمہ کو مسمار کرتے ہیں.

وہابی:قبور کے اطراف میں عمارت تعمیرکرنا عرف میں تو یہ پسندیدہ عمل ہے لیکن قرآن میں اس پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے.

جواب: کیوں نہیں ؟ ایک آیۃ مؤدت ہے :

قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى.

اور دوسری دلیل اصحاب کہف کا قصہ ہے کہ جب یہ لوگ تین سو سال کے بعد بیدار ہوئے تو اس غار کے کنارے کسی نے کوئی شاندار عمارت بنانے کا مشورہ دیا تو کسی نے وہاں مسجد تعمیر کرنے کا مشورہ دیا اور مسجد بنانے پر اتفاق ہوا : ابْنوا عليهم بُنياناً: لنتَّخِذَنَّ عليهم مسجداً. [1] اور یہ اولیاے خدا کے قبور کا احترام کرنے کا ایک انداز ہے ، تیسری دلیل لوگوں کا قبور کے اطراف میں مساجد بنانا ،صاحب قبر کی عزت اور ان کا احترام کرنے کا انداز ہے.

قبور پر چراغ جلانا

سوال : کیا قبور پر چراغ جلانے کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟

جواب:

درج ذیل دلائل کی روشنی میں قبور پر چراغ جلانا کوئی ممنوع نہیں ہے :

اہل سنت کی روایات کی روشنی میں کہ پیغمبر اکرم (ص) نے قبرستان میں جاتے وقت حکم دیا کہ وہاں چراغ جلائے جائیں[2]

----

(۱):- کہف، ۲۱ .

(۲):- الجامع الصحیح، ج ۳، ص ۳۷۲

مسلمانوں کی سیرتَ بھیَ یہی رہی ہے کہ ایوب از ار ی اور زبیر بن عوام کی تبر پر چراغ جلایا کرتے تھے.[1] اسی طرح مقبروں میں نماز پڑھنے کو جائز قرار دیتے تھے:

قال مالک لا باس بالصلاۃ فی المقابر و قال بلغنی ان بعض اصحاب النبی کانوا یصلّون فی المقبرۃ»[2]

----

(۱):- تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۵۴ المنتظم، ج ۱۴، ص ۳۸۳.

(۲):- المدونۃ الکبری، ج ۱، ص ۹۰.

چھٹی فصل:

بحث امامت اور خلافت

امامت یا خلافت پہ بحث کرنے کا کیا فائدہ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوجائے ؟ جو ہوا سو ہوا ہم کیوں آپس میں الجھیں؟!

اس کا جواب دو حصوں پر مشتمل ہے :

الف: تاریخی ہے جو گذر گئی کہ کبھی واپس نہیں آئے گی.

ب: دینی ہے جو ابھی تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا.اب کوئی موجود ہو جو ان آنے والی مشکلات کو حل کرے اور لوگ اس کی طرف رجوع کرے .یہی وجہ ہے کہ شیعوں کا اعتقاد ہے کہ علی اور اولاد علی کو رسول اللہ (ص)نے بعنوان خلیفہ مقرر کیا . اس سے شیعہ ذریہ تشبیت ہوجاتا ہے.جس پر حدیث ثقلین دلالت کرتی ہے اور اس کی سند فریقین کے نزدیک صحیح بھی ہے اور متواتر بھی . یہ منصب ایک الہی منصب ہے جس کی معرفت اور پہچان بھی الہی فریضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا اور زندگی کرنے کا طریقہ بھی بتایا اور اپنے رسول کے ذریعے ان رہنماؤں کی معرفی بھی کرائی اور خبردار بھی کیا کہ ان سے جدا نہ ہونا.یہی وجہ ہے کہ اس بحث کو نظرانداز نہیں کرسکتا.

اگر ہم بغیر کسی تعصب اور ٹھنڈے دماغ کے ساتھ امامت یا خلافت سے بحث کریں تو یہ مسلمانوں کے صفوں میں اتحاد اور اتفاق کا باعث ہے.ایک دوسرے کے عقائد سے بھی آگاہ ہوجائیں گےجس کے باعث ایک دوسرے کے قریب ہوجائیں گے.

امامت کی حقیقت شیعہ اور اہل سنت کی نظر میں

لغت میں امامت اسے کہا جاتا ہے جس کی اتباع اور پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو کہ کتاب ہو ، حق ہو یا باطل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن انہی کے ساتھ انسان کو محشور کیا جائے گا :

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُناسٍ بِإِمامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتابَهُ بِيَمينِهِ فَأُولئِكَ يَقْرَؤُنَ كِتابَهُمْ وَ لا يُظْلَمُونَ فَتيلاً .(۱)

قیامت کا دن وہ ہوگا جب ہم ہر گروہ انسانی کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے اور اس کے بعد جن کا نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے صحیفہ کو پڑھیں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا.

لیکن اصطلاح میں امامت سے مراد رسول خدا (ص) کا جانشین ہے جو دین کی خاطر رسول کی جانب سے منتخب ہو جس کا اتباع کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہو.

امامت کو اصول دین میں کیوں شمار کیا جاتا ہے ؟

جواب شیعہ : ہم چونکہ امامت کو سلسلہ نبوت کی ایک کڑی سمجھتے ہیں جس کے ساتھ اسے بھی کنو کرنا ضروری ہے .

امامت کی خصوصیات

شیعہ : وہی صفات کے لحاظ ہونا چاہئے کہ جس کا نبی یا رسول حامل ہو سوائے وحی کے .

اہل سنت: چار ہیں : عالم ہو، عادل ہو، سیاسی امور سے آگاہ ہو ، اور حسن تدبیر کا مالک ہو. بعض نے کچھ اور اضافہ کیا ہے جیسے : قریشی ہو، جسم کے سارے اعضاء و جوارح سالم ہو، شجاع اور دلیر ہو، بالغ ہو، مرد ہو،

----

(۱):- الاسراء : ۷۱.

اشکال : کیوں ان خصوصیات کی تعداد میں اختلاف ہے؟

۔آیۃ اللہ جعفر سبحانی فرماتے ہیں:کیونکہ انہوں نے نصوص میں دقت نہیں کی ہے:

الف:امامت کے متعلق نصوص دینی کا مطالعہ ہی نہیں کیا ہےان کے ۔ پاس جو نصوص موجود ہیں ان میں امامت کے متعلق ان مذکورہ شرائط کا تعین ہی نہیں کیا گیا ہے . ان کے مذکورہ شرائط کا منبع استحسان اور اعتبارات عقلی ہیں . عجیب بات تو یہ ہے کہ کیسے ممکن تھا کہ رسول خدا (ص)نے شرائط اور خصوصیات امام جیسی اہم چیز کو بیان نہیں کیاہو اور امت پر چھوڑ دئے ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے مکروہات اور مستحبات کو بھی مفصل بیان کیا ہے.

ب:ان کی بیان کردہ صفات ، عدالت والی صفت کے ساتھ تضاد رکھتی ہیں.باقلانی نے کہا : فاسق اور فاجر ہونے کی وجہ سے منصب امامت سے نہیں ہٹایا جاسکتا بلکہ اسے نصیحت اور ہدایت کی جائے گی..[1]

ج:امیر المؤمنین(ع) کے بعد اکثر خلفاء ان صفات کے حامل نہیں تھے .یعنی یہ لوگ امام حاضر کیلئے شرائط ڈھونڈتے ہیں لیکن شیعہ امامت کو نبوت کا سلسلہ مانتے ہیں لہذا وحی اور نبوت کے سوا نبی کی تمام صفات کو امام کیلئے لازم سمجھتے ہیں .

د:مزید اشکالات: امام ہونے کے لئےقریشی ہونا شرط رکھی گئی ، اس صورت میں غیر قریشی خلفاء کا کیا کروگے؟ اسی طرح عدالت کی صفت در حدوث یا در بقاء؟ اسی طرح عالم ہونے کی قید ذکر کی گئی تو جو جاہل خلفاء گذرے ہیں ان کا کیا کروگے؟جیسا کہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مروان کے پاس نہ علم تھا اور نہ دین تھا .

ان مباحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے انتخاب کرنے میں کسی سے رائے نہیں لی .یہ باتیں شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف کی وجہ تھیں، لیکن درج ذیل چیزیں مسلمہ کے بارے میں مورد اتفاق ہیں:

الف: پیغمبر(ص) کے بعد کسی امام کا ہونا ضروری ہے .

ب: پیغمبر(ص) کی جانب سے جو لوگوں پر حکومت کرے.

----

(۱):- الٰہیات،ص۵۰۸.

اثبات امامت کی راہیں اور رکاوٹیں

شیعوں کے نزدیک تین راہیں ہیں :

1. اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب ہو۔

2. رسول خدا(ص) کی طرف سے منتخب ہو.

3. پہلا امام کی طرف سے منتخب ہو.

اہل سنت کے نزدیک بھی تین راہیں ہیں:

1. وہی تین راہیں جن کے شیعہ معتقد ہیں. لیکن ان میں سے صرف تیسری صورت وقوع پذیر ہوئی.

2. حل و عقد (قوم کا سردار، ریش سفید اور زمینداروں) امام کو منتخب کریں گے.لیکن اس صورت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سردار یا وڈیروں اور قوم کے بزرگوں کی تعداد کتنی ہونے چاہئے؟ ایک یا دو یا تین یا چھ یا دس یا سو ؟!!

اہل سنت کے ہاں چار قول ہیں:

کم از کم پانچ افراد ہونے چاہئے کیونکہ ابوبکرکو پانچ افراد نے انتخاب کیا تھا.. شیعہ اشکال کرتے ہیں :یہ تو نقض لازم آتا ہے ،کیونکہ عمر کو چھ افراد نے انتخاب کیا ہے .

کم از کم دو افراد ہونےچاہئے ، کیونکہ نکاح میں دو گواہ لازم ہے .

حد اقل ایک نفرہونا چاہئے ، کیونکہ قاضی کا حکم نافذ ہے جب کہ وہ ایک سے زیادہ نہیں ہے .

شیعہ اشکال کرتے ہیں : اگر ایک شخص سو آدمی کو منتخب کرےتو کیا انہیںَ بھی قبول کریں گے؟ اس صورت میں عباس (ع)کو بھی ابوذر، سلمان اور مقداد نے اپنا امام منتخب کیا تھا ، تو انہیں کیوں نہیں بنائے گئے؟ شاید آپ جواب دیں گے:

بائُکَ تجُر و بائی لا تجُر.

یعنی تیرا (با) زیر دیتا ہے لیکن میرا (با) زیر نہیں دیتا.

شوری کے ذریعے امام کا انتخاب کیاجاتا ہے . اہل سنت کے دانشور حضرات کہتے ہیں کہ خلیفہ یا امام شوری کے ذریعے انتخاب کیاجاتا ہے جس پر دلیل قرآنی پیش کرتے ہیں:

فَبِما رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ. (1)

"پیغمبر یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے نرم ہو ورنہ اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے لہذا اب انہیں معاف کردو- ان کے لئے استغفار کرو اور ان سے امر جنگ میں مشورہ کرو اور جب ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو کہ وہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے".

اس آیۃ شریفہ میں حکم ہوا ہے کہ اپنے مہم کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کرو. اور امامت یا خلافتً بھی ایک اہم کام ہے اسی لئے ہم نے بھی باہمی مشورے سے اپنا خلیفہ انتخاب کیا ہے .

شیعہ اشکال کرتے ہیں : اس آیۃ شریفہ میں ہمارے اپنے کاموں میں مشورہ کرنے کا حکم ہے لیکن امامت کا انتخاب کرنا ہمارا کام تو نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کام ہے کہ وہ جس کا انتخاب کریں ، ان کی مرضی ہے اس میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں ہے .دوسری دلیل یہ ہے کہ ہمارے مشورے کے مطابق عمل کرنا رسول پر واجب نہیں ہے کیونکہ فرمایا : فتوکل علی اللہ ثانیاً بنی عامر جب مسلمان ہوئے تو رسول خدا (ص)پر منت چڑھاتے ہوئے مطالبہ کیا تھا کہ چونکہ آپ ہماری وجہ سے قوی ہو ئے ہیں تو اپنے بعد آپ کا جانشین ہماری قوم سے ہونا چاہئے.تو اس وقت فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو جس کو چاہے منتخب کرے .

----

(1):- آلعمران ۱۵۹.

لزوم امامت پر دلائل

سوال یہ ہے کہ امام کاہونا کیوں ضروری ہے ؟

جواب یہ کہ تین وجوہات کی بنا پر امام کاہونا ضروری ہے :

۱.نبی کریم (ص)کے بعد مختلف علمی میدانوں جیسے تفسیر قرآن ، تبیین احکام، یہود و نصاری کی طرف سے کئے جانے والے شکوک و شبہات کا جواب دینے والا نیز دین مبین اسلام کو تحریفات سے بچانے والا موجود ہو.

۲.امت اسلامی کیلئے اندرونی اور بیرونی خطرات لاحق تھے .بیرونی خطرات جیسے روم کی حکومت کہ جن کے ساتھ بہت سی جنگیں لڑی گئیں .اور ایران کے اس بادشاہ نے ایک دفعہ بہت ہی اہانت کے ساتھ یمن کے والی کو لکھا : تو دو نفر کو بھیج کر ان (رسول خدا (ص)) کو میرے پاس لے آؤ.اندرونی خطرات جیسے منافقین کی جانب سے تھے جو ستون پنجم کے نام سے مشہور تھے . جن کی مذمت میں مکمل سورہ منافقون نازل ہوا .

حیران کن بات یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے دور میں کبھی ان منافقین نے سر نہیں اٹھایا جو رسول اللہ (ص) کے زمانے میں ہر وقت اسلام کے خلاف جنگ کرتے رہےل تھے ، لیکن جب علی کی خلافت کا دور آیا تو پھر انہوں نے سر اٹھایا . جس کی وجہ سے علی کو خلافت کے پورے چار سال جنگ اور جہاد میں مصروف رہنا پڑا .

سوال: یہ کس بات کی دلیل ہے ؟!! کیا ایسا نہیں کہ ان کے دور خلافت میں منافقین کو آسائشی زندگی میسر ہوئی؟

۳.قاعدہ لطف ، کہ اللہ تعالی کا لطف و کرم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گمراہی اور ضلالت سے بچنے کیلئے نبی کے بعد کسی ہادی یا رہبر یا امام بھیجا جائے .

اس کا منطقی قاعدہ یہ ہے :

پہلا مقدمہ : امامت کا منتخب کرنا بندوں پر ایک لطف ہے.

دوسرا مقدمہ: اپنے بندوں پر لطف کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے ، کیونکہ وہ حکیم ہے اور حکمت الٰہی یہ ہے کہ بندوں کو کمال تک پہنچائے، اگر لطف نہ کرے تو نقض غرض لازم آتا ہے .

نتیجہ: اللہ تعالیٰ پر امام کا منتخب کرنا واجب ہے .

اشکال: رسول خدا (ص) اپنا جانشین معین کر کے گئے ہیں، لیکن اہل سنت اس بات کو نہیں مانتے .

ابوبکر اور عمر دونوں اپنا اپنا جانشین معین کرکے گئے ہیں،اس بات کو اہل سنت قبول کرتے ہیں،

ہم کہیں گے کہ یہ دونوں رسول سے زیادہ عاقل اور ہوشیار تھے؟!!

اگر آپ کہیں گے : نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ رسول سے یہ لوگ زیادہ ہوشیار اور عاقل ہوں. تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہو گا.

اہل سنت علیؑ کو خلیفہ بلا فصل کیوں نہیں مانتے؟

اہل سنت کہتے ہیں کہ ہم علی کو خلیفہ بلا فصل نہیں مانتے کیونکہ ان کا نام قرآن میں نہیں آیا ہے .

شیعوں کا جواب:

۱. کیا اللہ تعالیٰ کے سارے نبیوں کا نام قرآن میں آیا ہے ؟!

۲.کیا خلیفہ اول اور دوم(ابوبکر اور عمر) کا نام قرآن میں آیا ہے؟

۳.غدیر خم میں رسول خدا(ص)نے اعلان کیا ہے :

رُوِيَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْبَاقِرِ ع قَالَ حَجَّ رَسُولُ اللهِ ص مِنَ الْمَدِينَةِ وَ قَدْ بَلَّغَ جَمِيعَ الشَّرَائِعِ قَوْمَهُ مَا خَلَا الْحَجَّ وَ الْوَلَايَةَ فَأَتَاهُ جَبْرَئِيلُ ع فَقَالَ لَهُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ لَكَ إِنِّي لَمْ أَقْبِضْ نَبِيّاً مِنْ أَنْبِيَائِي وَ رُسُلِي إِلَّا بَعْدَ إِكْمَالِ دِينِي وَ تَكْثِيرِ حُجَّتِي

وَ قَدْ بَقِيَ عَلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ فَرِيضَتَانِ مِمَّا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ أَنْ تُبَلِّغَهُمَا قَوْمَكَ فَرِيضَةُ الْحَجِّ وَ فَرِيضَةُ الْوَلَايَة...وَ أَوْحَى إِلَيَّ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْآيَةَ مَعَاشِرَ النَّاسِ مَا قَصَّرْتُ عَنْ تَبْلِيغِ مَا أَنْزَلَهُ وَ أَنَا مُبَيِّنٌ سَبَبَ هَذِهِ الْآيَةِ إِنَّ جَبْرَئِيلَ ع هَبَطَ إِلَيَّ مِرَاراً ثَلَاثاً يَأْمُرُنِی عَنِ السَّلَامِ رَبِّی وَ هُوَ السَّلَامُ أَنْ أَقُومَ فِی هَذَا الْمَشْهَدِ وَ أُعْلِمَ كُلَّ أَبْيَضَ وَ أَحْمَرَ وَ أَسْوَدَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِی طَالِبٍ أَخِی وَ وَصِيِّی وَ خَلِيفَتِی وَ الْإِمَامُ مِنْ بَعْدِی الَّذِی مَحَلُّهُ مِنِّی مَحَلُّ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِی وَلِيُّكُمْ بَعْدَ اللهِ وَ رَسُولِهِ وَ قَدْ أَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى عَلَيّ بِذَلِكَ آيَةَ إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ وَ عَلِيُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ الَّذِی أَقَامَ الصَّلَاةَ وَ آتَى الزَّكَاةَ وَ هُوَ رَاكِعٌ يُرِيدُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِی كُلِّ حَالٍ ...

مَعَاشِرَ النَّاسِ فَضِّلُوا عَلِيّاً فَإِنَّهُ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدِی مِنْ ذَكَرٍ وَ أُنْثَى بِنَا أَنْزَلَ اللهُ... وَ بَقِيَ الْخَلْقُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَغْضُوبٌ مَغْضُوبٌ مَنْ رَدَّ قَوْلِی هَذَا عَنْ جَبْرَئِيلَ ع عَنِ اللهِ تَعَالَى فَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ ما قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَ اتَّقُوا اللهَ أَنْ تُخَالِفُوا إِنَّ اللهَ خَبِيرٌ بِما تَعْمَلُونَ معَاشِرَ النَّاسِ تَدَبَّرُوا الْقُرْآنَ وَ افْهَمُوا آيَاتِهِ وَ مُحْكَمَاتِهِ وَ لَا تَتَّبِعُوا مُتَشَابِهَهُ فَوَ اللهِ لَهُوَ مُبَيِّنٌ لَكُمْ نُوراً وَاحِداً وَ لَا يُوَضِّحُ لَكُمْ تَفْسِيرَهُ إِلَّا الَّذِی أَنَا آخِذٌ بِيَدِهِ وَ مُصْعِدُهُ إِلَيَّ وَ شَائِلٌ بِعَضُدِهِ وَ مُعْلِمُكُمْ أَنَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ أَخِی وَ وَصِيِّی وَ مُوَالاتُهُ مِنَ اللهِ تَعَالَى .[۱]

----

(۱):- روضة الواعظين و بصيرة المتعظين، ج۱،ص۸۹.

امام باقر(ع) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ص) مدینہ سے حج پر تشریف لے گئے اور حج اور ولایت کے حکم کے علاوہ اسلام کے سارے احکام لوگوں تک پہنچائے .جبرئیل امین(ع) آئے اور فرمایا: اے محمد (ص) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے اپنے کسی بھی نبی یا رسول کو (لوگوں کے درمیان سے) نہیں اٹھایا ہے جب تک اپنے دین کو کامل نہ کرے اور ان کی حجت اتمام نہ ہوجائے . اور تجھ پر دو فریضے باقی ہے جن کا اپنی قوم تک پہنچانا تم پر فرض ہے وہ فریضہ حج اور فریضہ ولایت ہے ...اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی ہے کہ جو کچھ مجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچادوں.اس کے بعد فرمایا: اے لوگو!میں نے جو کچھ اوپر نے نازل کیا تھا ان کے پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے . اور میں اس آیۃ شریفہ کی شان نزول بیان کرتا ہوں کہ جبرئیل میرے پاس تین دفعہ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا جس کا مقصد یہ تھا کہ میں تمہارے سامنے آؤں اور سارے لوگوں (گورے ،کالے اور سرخ) کو یہ اعلان کروں کہ علی ابن ابیطالب میرا بھائی ،وصی، خلیفہ اور میرے بعد امام ہوگاجس کا مقام میری نسبت ایسا ہوگاجوہارون کی نسبت موسیٰ سے ہےمگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا.وہ تمہارے ولی ہیں اللہ اور اس کےرسول کےبعداور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی شان میں آیۃ ولایت نازل کی ، جس کا مصداق علی ابن ابیطالب ہیں انہوں نے نماز قائم کی اور حالت رکوع میں زکات دی اور ہر حال میں اللہ کی رضایت کے طالب رہے... اے لوگو! علی (ع)کی فضیلت کا اقرار کرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق میرے بعدسارے مرد اور عورت میں افضل ترین انسان ہیں . اور وہ لوگ لعنتی ہیں اور مغضوب ہیں جنہوں نے میری باتوں کو رد کیا جو جبرئیل نے اللہ تعالیٰ سے وحی نازل کی ہے .پس اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیج دیا ہے اور اللہ کے فرامین کی مخالفت سے ڈرتے رہو کہ وہ یقیناً تمہارے اعمال سے باخبر ہے.

اے لوگو!قرآن کریم میں غور وفکر کرو اور اس کی آیتوں کو سمجھو محکمات پر عمل کریں اور متشابہات کی پیروی نہ کریں ،خدا کی قسم وہ تمہارے لئے ایک نور کواجالا کرنے والا ہے جس کی تفسیر تمہارے لئے واضح نہیں ہوگی سواے اس انسان کے ذریعے جس

کے ہاتھ کو میں نے پکڑ کر بلند کیا اور تم لوگوں کے سامنے ا لان کیا :جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کایہ علی مولا ہے جو علی ابن ابیطالب ہیں ،میرے بھائی اور جانشین ہیں ،ان کی ولایت کو اللہ تعالی کی جانب سے لوگوں پر فرض کیا گیا ہے یہ خبر غدیر کا اقتباس ہے جس سے قرائن حالیہ ، مقامیہ اور قرائن مقالیہ کے ذریعے ولایت علی پر استدلال کر سکتے ہیں.کیونکہ پہلے الست اولی بکم من انفسکم کہہ کر اقرار لیا بعد میں من کنت مولاہ... کہنا اور اکمال دین اتمام حجت کے موقع پر رسول خدا(ص) کا تکبیر کہنا ، .اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ولایت علی سے مراد اولی بالتصرف ہے نہ دوست .

جانشین پیغمبر (ص)کو صحابہ نے کیوں منصب خلافت سے دور رکھا؟

اہل سنت اشکال کرتے ہیں کہ اگر لوگوں کے سامنے علیؑ کا نام لیکر جانشین بنایا ہی تھا توپیغمبر (ص) کی رحلت کے بعد صحابہ نے کیوں علیؑ کو منصب خلافت پر نہیں بٹھایا؟

شیعہ جواب دیتے ہیں:

الف: سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نبی کی باتوں کو ٹھکرایا گیا.

ب:یا نبی کی باتوں کو فراموش کیا گیا، کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ دومہینے سے زیادہ عرصہ بھی نہیں گذرا تھا.

ج: یا انہوں نے قول نبی کے مقابلے میں اجتہاد کیا ہے .ان تینوں جواب میں سے جو بھی جواب انتخاب کرے ، وہ لوگ لاجواب ہوجائیں گے .

ا.دعوت ذوالعشیرہ میں علی(ع) کا نام لے کر لوگوں کے سامنےاپنا جانشینی کا ا لان کیا گیا.

ٹا.نام لینے سے زیادہ اوصاف اور خصوصیات کا بیان کرنا بہتر ہے ، کیونکہ دوسرے لوگ اس سے غلط فائدہ نہ اٹھا سکے .جیسا کہ تاریخ میں بہت سے لوگوں نے امام مھدی ہونے کا جھوٹا دعوا کیا.

۳.جہاں لوگوں کو علی(ع) ہی کی دشمنی میں پیغمبر (ص) کی آواز کو حسبنا کتاب اللہ کہہ کر خاموش کرنا آسان ہوا تو ایک کاغذ کو جس پر علی (ع) کا نام لکھ دے، پھاڑ دینا تو اور بھی آسان تھا.

اگر خلفاء برحق نہیں تھے تو علیؑ نے خاموشی کیوں اختیار کی؟

جواب: امیرالمؤمنین خود فرماتے ہیں کہ ۲۵ سال کی گوشہ نشینی میرے لئے ایسا تھا کہ جیسے حلق میں ہڈی اٹکی ہوئی ہو مگر علی نے صبر کی ورنہ علی ولی مطلق تھے اپنا حق چھین سکتے تھے کیونکہ وہ جو زندگی میں کبھی نہیں ہارے جو کبھی کسی کی طرف محتاج نہیں رہے؛ بلکہ لوگ خود علی پر محتاج ہوتے تھے.اور وہ لوگ محتاج ہوتے تھے جو خلیفہ رسول ہونے کا تو دعوا کرتے تھے لیکن کار خلافت انجام نہیں دے سکتے تھے . اور مولاؑ خود فرماتے ہیں کہ یہ بات تمھارے دلوں میں ہے کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں لیکن میری بازؤں میں وہی طاقت ہے جو جنگ بدر و حنین میں تھی.

خاموشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ اگر علی تلوار اٹھاتے تو حضور کی ۲۳ سالہ زندگی کی تمام زحمتیں ضائع ہوجاتیں۔ علی جیت بھی جاتے اور اقتدار بھی حاصل ہوجاتے مگر حضور کی تبلیغ رایگان ہوجاتی اور لوگ کہتے کہ علی نے رسول کی ساری محنت پر پانی پھیر دیا . خود مولا فرماتے ہیں کہ اگر میں تلوار اٹھاتا تو ایک لاکھ سے زیادہ جو مسلمان ہوئے تھے پھر اپنی اصلیت کی طرف لوٹ جاتے ، اور میرا مقصد یہ نہیں بلکہ میرا مقصد تو لوگوں کو ظلمت کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کے نور کی طرف دعوت دوں، ضرورت کے موقع پر ہدایت کرتا رہوں، یہ ہے ولی کا کام.نبی پہنچاتا ہے ولی بچاتا ہے یعنی تلوار نیام میں رکھ کر کار رسالت کی حفاظت کی ، گلے میں رسی ڈالنے کو قبول کیا کیونکہ آپ کو اپنی ولایت کی فکر نہیں تھی کار نبوت کی حفاظت کی فکر تھی.

یہ باقی اصحاب اور امام علی میں فرق یہی تھا کہ علی، رسول کی رسالت اور کارنبوت کی حفاظت فرماتے تھے اور باقی اصحاب، نبی کے اصولوں کو مٹا کر خود اپنا اصول قائم کرتے ہیں . جنگ نہروان میں آخر وقت تک لوگوں کو ہدایت کرتے رہے آخر کار تلوار اٹھانا پڑا۔

اس وقت ۱۳ افراد بھاگ کھڑے ہوئے جن میں سے ایک ابن ملجم مرادیؔ بھی تھا اس وقت فرمایا: یہ میرا قاتل ہے اور دوسری مرتبہ جب آپ میثم تمار کی دکان میں تشریف فرما تھے ، ابن ملجم مرادی سامنے سے گزرا تو فرمایا: یہ میرا قاتل ہے عرض کیا:مولا! پھر اس کو کیوں مہلت دیتے ہو؟ فرمایا: جرم سے پہلے سزانہیں دی جاسکتی.

جب امیر المؤمنین جنگ نہروان کے بعد ایک مجلس میں تشریف فرما تھے تو آپ سے پوچھاگیا کہ آپ نےجس طرح ناکثین اور قاسطین اور مارقین اور طلحہ اور زبیرکے ساتھ جنگ کی اسی طرح ابوبکر اور عمر کے ساتھ جنگ کیوں نہیں کی؟ تو آپ نے فرمایا: میں اپنی زندگی کے پہلے دن سے ہی مظلوم واقع ہوا اور میرے حقوق کو دوسروں کے ہاتھوں میں دیکھتا رہا . تو اشعث بن قیس اٹھا اور کہا: یا امیر المؤمنین! کیوں آپ نے تلوار نہیں اٹھائی اوراپنا حق نہیں چھینا ؟ تو فرمایا : اے اشعث! تو نے ایک ایسے مطلب کے بارے میں سوال کیا تو اس کا جواب اور دلیل کو بھی تفصیل سے سنو: میں نے چھ انبیاء الٰہی کی پیروی کی ہے.

1. حضرت نوح ، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَدَعا رَبَّهُ أَنِّی مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ[۱]

2. حضرت لوط ؑکے بارے میں فرمایا:

لَوْ أَنَّ لِی بِکُمْ قُوَّةً أَوْ آوِی إِلی رُکْنٍ شَدِیدٍ[۲] ان دونوں آیتوں میں اب اگر کوئی یہ کہہ دے کافروں سے خوف کسی وجہ سے نہیں فرمائے ہیں تو وہ کافر ہے تو انبیاء کے ولی اور جانشین تو خود انبیاء سے بزیادہ معذور ہیں[۳]

3. حضرت ابراہیم خلیل کہ جن کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَ أَعْتَزِلُکُمْ وَ ما تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ[۴]

----

(۱):بہ بقرہ ۱۳۴.

(۲):- النساء : ۵۹.

(۳):- علی عطائی،پیش وہ پاسخ در مدینہ منورہ،ص ۲۱۵.

(۴):- احزاب ۳۳.

4. حضرت موسیٰ : فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ.[۱]

5. حضرت ہارون کی میں نے پیروی کی ، جس نے فرمایا: ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِی وَ کادُوا يَقْتُلُونَنِی. [۲]

کیا ہارون نے اپنی قوم سے خوف کی وجہ ایسا نہیں کیا؟اگر اس بات کا انکار کرے گا تو قرآن کا انکار ہوگا.

6. میں نے اپنے بھائی حضرت محمد (ص) کی پیروی کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی ، جس طرح انہوں نے احتیاط اور قریش والوں کے خوف سے مجھے اپنے بستر پر سلا کر خود غار میں چلے گئے. تو جو بھی یہ کہے کہ رسول خدا غار قریش کے خوف سے نہیں چھپے تھے تو گویا وہ قرآن کا منکر ہوگا.

اس وقت سارے لوگ یک زبان ہوکر کہنے لگے : یا امیر المؤمنین ! آپ نے بالکل سچ کہا اور ہم اس بارے میں جاہل تھے [۳]

دوسری روایت میں ہے کہ امام کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے جس کے آخر میں فرمایا: میں لوگوں پر اولویت رکھتا ہوں جس دن مجھے رسول خدا (ص)نے اپنا جانشین بنایا لیکن جس دن رسول خدا رحلت فرمائے تو اسی دن سے میں مظلوم واقع ہوا.تو اس وقت اشعث نے کہا: آپ ہر خطبہ میں یہی فرماتے ہو کہ میں لوگوں پر اولویت رکھتا ہوں اور میرا حق غصب ہوا اور ظلم ہوا . تو کیوں ان دونوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی؟!

آپ نے فرمایا:اے شرابی کی اولاد! خدا کی قسم ! میرا یہ اقدام نہ کسی سےڈر اور خوف کی وجہ سے تھا اور نہ موت کے ڈر سے، بلکہ صرف رسول خدا (ص)کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کا اوفا کرنا تھا.کیونکہ انہوں نے مجھے خبر دی تھی

----

(۱):-

(۲):-

(۳):-

کہ یہ امتّ میرے بعد تجھ پر جفا کریگی اور میری وصیت کو ٹھکرائے گی۔ جسے میں نے تیسری خدا ر کسی ہے اور کہا ہے :

میری نبوت تیرے ساتھ موسیٰ اور ہارون کی نبوت ہے تو میں نے عرض کیا : اے رسول خدا ! اس وقت میرا وظیفہ کیا ہے ؟ تو

فرمایا: اگر تمھیں کوئی یار و مددگار مل جائیں تو غاصبوں کے ساتھ جنگ کرو اوراپنا حق لے لو لیکن اگر کوئی مدد کرنے والا نہ ملے

تو سکوت اختیار کرلو.اوراپنا خون کی حفاظت کرنا اور مظلوم نہ مجھ سے قیامت کےدن ملحق ہوجانا.پس میں نے بھی رسول خدا کی

رحلت کے بعد ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوگیا اور اس کے بعد قسم کھائی کہ جب تک قرآن کو جمع نہ کروں گھر سے

نہیں نکلوں گا.اس کےبعد میں فاطمہ زہرا ، حسن اور حسین کے ہاتھوں کو پکڑ ہر اصحاب اور اہل بدر و حنین کے دروازے پر گئے

لیکن ہر ایک نے انکار کیا سوائے چار افراد(سلمان، عمار، ابوذر،اور مقداد) کے.اور اپنے عزیزوں میں سے سوائے عقیل اور عباس کے

کسی نے بھی مدد نہیں کی.

اشعث نے کہا:عثمان نے بھی اسی طرح استدلال کیا تھا کہ ان کا بھی کوئی یاور نہیں تھا اس لئے مظلومانہ قتل ہونے کو تسلیم

کیا!

امام نے فرمایا: اے شرابی کے بیٹے!جس طرح تو نے قیاس کیا ایسا نہیں . کیونکہ عثمان ایسے مسند پر بیٹھا تھا جس کا وہ حقدار

نہیں تھا اور کسی کا لباس پہن رکھا تھا ...اگر مجھے صرف ۴۰ نفر مل جاتے تو میں ابوبکر کا مقابلہ کرتا (۱)

اہل سنت: علی (ع) کو لوگوں نے نہیں مانا اور دین بھی منہدم نہیں ہوا۔ احمد للہ!اسلام بڑے آب و تاب کے ساتھ باقی

ہے،یہاں تک کہ ایران اور روم بھی فتح ہوا اور سب مسلمان بھی ہوئے.

----

(۱):-

جواب شیعہ : اسلام پر شدید ضربہ وار ہوا ؛

امام حقؑ بھی دین اسلام کی حفاظت کی خا ر کبھی خاموش نہیں رہے.

دین میں ۔ ت سارے انحرافات پیدا ہوئے.

اصؐ اس ئاد کا جواب یہ کہ جو داخلی خ ر تھا ، اس نے ماپنا کام کردیاورہ ۔ سارے بہ۔افقین کہاں چلے ئے ان تینوں کے دور میں ، یہاں تک کہ علی آئے تو۔ بارہ سر اٹھانا شروع کیا.

: وچہ ۔ ما منکر ولایت حضرت علی(رضی اللہ عنہ) می شویم و حال آنکہ علمای لحاف ہمچو حام ح کانی می گوید: اولی الام۔ر حضرت علی(رضی اللہ عنہ)است «اولی الامر هو علّی الذی ولاه اللّه بعد محمد . صلی اللّٰه علیه و سلّم . فی حیاته حین خلفه رسول اللّه بالمدینة».[81]

الفصول الم مة: 30 - مستدرک حام 3: 483.

[79] .ازالۃ اخفاء دہلوی 2: 251 - ىفایۃ الطالب: 407، شرح عینیۃ

(آلوسی) 15 - المجدی (ابن صوفی): 11، ىد

۔ یاریخ ہ۔اکتی: 98 ىورٰالاا ۔ ار: 76.

[80].الاستیعاب 3: 1097.

[81] .شواہد التنزیل 2: 190.

[۸۲] .سیر اعلام النبلاء ۱۹: ۳۲۸. «ذكر ابوحامد فى كتابه سر العالمين و كشف ما فى الدارين، فقال: فى حديث

من كنت مولاه فعلي مولاه: ان عمر قال لعلي: بخ بخ. اصبحت مولى كل مؤمن، قال ابوحامد: هذا تسليم

ورضى ثم بعد هذا غلب الهوى حباً للرياسة، وعقد البنود وامر الخلافة ونهيها، فحملهم على الخلاف فنبذوه وراء ظهورهم، واشتروا به ثمناً قليلا فبئس ما يشترون.».

عصمت امام پر دلیل

1. امام محافظ شریعت ہے اور شریعت کی حفاظت وہی کر سکتا ہے جو خود پاک اور معصوم ہو.

2. آیۃ شریفہ : وَ إِذِ ابْتَلى إِبْراهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِماتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قالَ إِنِّي جاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِماماً قالَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِي قالَ لا يَنالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ.[۱]

" اور اس وقت کو یاد کرو جب خدانے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم (ع) کا امتحان لیا اور انھوں نے پورا کردیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں. انھوں نے عرض کی کہ میری ذریت؟ ارشاد ہوا کہ یہ عہدہ امامت ظالمین تک نہیں جائے گا".

اس آیۃ شریفہ سے یوں عصمت پر استدلال کیاجاتا ہے:ظالم ہونے کی تین حالتیں ہیں:

الف: یا انسان پوری زندگی ظلم کی حالت میں گذارتا ہے .

ب: یا زندگی کے شروع میں عادل تھا بعد میں ظالم ہوا ہے . حضرت ابراہیم(ع) کیلئے یہ تو تصور نہیں کرسکتا کہ آپ نے ان دو گروہ کیلئے امامت کا مطالبہ کیا ہو.

----

(۱):- البقرۃ : ۲۴۵

ج: پہلے وہ ظالم تھا اب عادل بن گیا ہے . کہ اس کیلئے ابراہیم نے امامت کا مطالبہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے قبول نہیں کیا.

د: پس ایک چوتھا گروہ باقی رہتا ہے کہ امامت کے وہی لائق ہوسکتا ہے ، جو پوری زندگی میں کبھی ظالم واقع نہیں ہوا ہو.

3. آیۃ شریفہ: يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا أَطيعُوا اللهَ وَ أَطيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنازَعْتُمْ في شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْويلاً .(۱)

"ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہیں پھر اگر آپس میں کسی بات میں اختلاف ہوجائے تو اسے خدا اور رسول کی طرف پلٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو یہی تمہارے حق میں خیر اور انجام کے اعتبار سے بہترین بات ہے".

اس آیۃ شریفہ میں حکم اطاعت مطلق ہے کوئی قید نہیں بلکہ جس طرح اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے.پس جس طرح اللہ اور رسول کی اطاعت واجب ہے اسی طرح ان کے جانشین کا حکم بھی واجب ہے.کیسے؟

مقدمہ ا.اولی الامر نبی کے ساتھ ذکر ہوا ہے .پس اگر یزید، ولید اور معاویہ کو رسول کے ساتھ رکھیں تو یہ رسالت کی اولین توہین ہے . کیونکہ یہ لوگ اولی الامر کا مصداق نہیں بن سکتے.

----

(۱):- مائدہ ۵۵.

مقدمہ ۲. اولی الامر مطلق آیا ہے جو بتاتا ہے کہ وہ بھی اللہ اور رسول کی طرح معصوم ہو. کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو نقض غرض لازم آتا ہے. ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ صرف نیک کاموں میں رسول کی طرح ہونا چاہئے. تو اس کیلئے جواباً یہی ہے کہ آیۃ مطلق ذکر ہوا ہے.

مقدمہ ۳. آیۃ اطیعوا اللہ... سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ خلیفہ معصوم قیامت تک موجود ہونا چاہئے کیونکہ اسلام دین خاتم ہے اور اس کا دستور پورے عالم بشریت کیلئے ہے.

کس بنیاد پر اہل بیت (ع) معصوم؟ ایک مختصر مناظرہ

مسجد النبی(ص) میں ایک شخص نے کہا: تم شیعہ لوگ کس بنیاد پر اہل بیت کو معصوم مانتے ہو؟

شیعہ: تم یہ بتاؤ کہ زہرا نے کونسا گناہ کا ارتکاب ہوا ہے؟ علی (ع) نے کون سا جرم کیا ہے؟ حسنین نے کون سے برا کام انجام دیا ہے ؟جبکہ تم لوگ خود معترف ہیں کہ ابوبکر و عمر لمبی مدت تک شرک و کفر کی پلیدی میں رہے ہیں اور بت پرستی کرتے رہے ہیں. عائشہ اور معاویہ علی کے ساتھ جنگ کرکے کتنے بڑے گناہوں کے مرتکب ہوئے؟ آیہ انّما یرید اللہ اور حدیث ثقلین کی تلاوت کی . کیا اس سے بڑھ کر کوئی دلیل چاہئے؟پھر وہ ناراض ہو کر چلا گیا. [۱]

----

(۱): باب فضائل علی بن ابیطالب، ص ۱۰۴۳، ح ۲۴۰۸.

شیعہ اہل بیتؑ کو معصوم مانتے ہیں

شیعہ اہل بیت کو معصوم کیوں مانتے ہیں جبکہ اہل سنت نہ اہلبیت کو اور نہ خلفاء ثلاثہ کو معصوم مانتے ؟!

جواب: ہمارے پاس عقلی اور نقلی دلائل موجود ہیں . جن سے اہل سنت بھی انکار نہیں کرسکتے۔ جن کی بناء پر ہم انہیں معصوم مانتے ہیں:

۱. قرآن کریم: انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً.[۱]

۲. صحیح مسلم میں عائشہ سے نقل ہوا ہے: ایک دن رسول خدا (ص)اپنے کمرے سے باہر نکلے اپنا اونی سیاہ عبا پہنا ہوا تھا . حسن و حسین آئے اس عبا کے اندر داخل ہوئے پرں فاطمہ آئی اس میں داخل ہوگئ پھر علی آئے اور اس عبا میں داخل ہوئے. پھر فرمایا: انما یرید اللہ..[۲]

مسند احمد بن حنبل میں نقل ہوا ہے:

انّ النبی کان یمرّ بباب فاطمہ ستة اشھر اذا خرج الی صلوة الفجر یقول : الصلوة یا اھل البیت . انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً.[۳]

عصمت

خلاصہ: انسانی کہ گاہی گناہ میکند و گاہی نمیکند، بسیاراست. اگر بہ درجہ اتقیا برسد انتخاب کار خوب و ترک فعل بد نیزتقریبا ضروری می شود. شھود گناہ برای معصوم، مانند شھود آتش است برای ما. این جبر نیست.

----

(۱):- احزاب۳۳.

(۲):- محمد طاہری ، الکردی، ج۱، ص۱۸۸.

(۳):- الفصول المھمة: ۳۰ - مستدرک حام ۳: ۴۸۳

انسانی را فرض کنید که دارای ملکه ی تقوا و عدالت نیست، گاهی گناهی را مرتکب می شود و گاهی مرتکب نمی شود. آیا این شخص را مختار می دانیم یا نه؟ قطعاً می دانیم. اکنون فرض کنید که همین شخص در اثر مراقبت ها، اتقیا و صلحا دارای ملکه ی تقوا می شود، مانند ابوذر؛ یعنی، شان و مقام و روحیه اش آنچنان بالا می رود که هرگز دروغ نمی گوید یا مثلا شرب خمر نمی کند، به مرحله ای می رسد که انتخاب کار خوب، تقریباً حکم ضرورت پیدا می کند و ترک فعل بد نیز ضروری می شود- چنین شخص به مرحله ای می رسد که هرگز مرتکب گناه نمی شود، او مراتب معنوی را شهود می کند. شهود مراتب معنوی برای معصوم؛ مثلا، مانند شهود آتش است برای ما. برای ما محال است که دست خود را وارد آتش کنیم- آیا این را جبر می گوییم؟ نه، صفات روحی و شهود معنوی آن معصوم هم طوری است که محال است مرتکب گناه گردد؛ آیا این جبر است؟ نه. (۱)

ولایت علی پر دلیلیں

آیۃ شریفہ ولایت: إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُونَ.(۲)

ایمان والو بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکواۃ دیتے ہیں.اس آیہ شریفہ کی شان نزول میں سارے اسلامی فرقے متفق ہیں کہ یہ علی(ع) کی شان میں نازل ہوئی ہے . چنانچہ انس بن مالک نقل کرتے ہیں کہ مسجد میں ایک سائل آیا اور اس نے خیرات مانگی، اس وقت علی(ع) رکوع کی حالت میں مشغول نماز تھے انہوں نے اشارہ کیا اور اپنی انگوٹھی دیدی اس و قت کہ کوئی ایک بھی مسجد سے نہیں نکلا تھا ، جبرئیل امین یہ آیت لیکر نازل ہوا .

فخر رازی نے مدعای ولایت پر کئی اشکالات کئے ہیں:

۱.اس آیت سے پہلے والی آیات کا سیاق یہودیوں اور نصیریوں سے دوستی کرنے سے روک رہا ہے ،لہذا یہاں ولایت سے مراد بھی دوستی ہے ورنہ اس آیت اور دوسری آیات کے درمیان تفلیک لازم آتا ہے. جواب : جہاں تفلیک پر دلیل اگر موجود ہو تو کوئی بات نہیں.نیز دوسری آیات کے ساتھ اس کا خاص رابطہ بھی نہیں ہے.

۲.آیۃ شریفہ میں ہم راکعون کہہ کر جمع کا صیغہ لایا ہے اور اللہ اور رسول کے علاوہ کسی فرد واحد (علی) پر حمل کرنا درست نہیں ہے .بلکہ یہ خلاف ظاہر ہے ۔

جواب : اس آیۃ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات جیسے ندعوابنائنا ...آئی ہیں جبکہ رسول ایک فرد کے علاوہ کوئی اور تو نہیں تھا .

۔ ثانیاً تعظیم کی خاطر بھی صیغہ جمع استعمال ہوتا ہے .

۔ ثالثاً تشویق کیلئے بھی جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے .

۳.یہ نماز میں حضور قلب نہ رکھنے پر دلالت کرتی ہے جو علی کی شان کے خلاف ہے .

جواب : یہ عمل خود بھی عبادت تھی اور اللہ ہی کی خاطر تھا. فقیروں کا خیال رکھنا اور ان کو خیرات دینا اللہ تعالیٰ کو صدقہ و خیرات دینے کے مترادف ہے. چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے :

مَنْ ذَا الَّذی یُقْرِضُ اللہ قَرْضاً حَسَناً فَیُضاعِفَهُ لَهُ أَضْعافاً کَثیرَةً وَ اللہ یَقْبِضُ وَ یَبْصُطُ وَ إِلَیْهِ تُرْجَعُونَ .[1]

"کون ہے جو خدا کو قرض حسن دے اور پھر خدا اسے کئی گنا کرکے واپس کردے خدا ہی کم بھی کرسکتا ہے اور زیادہ بھی اور تم سب اسی کی بارگاہ میں پلٹائے جاؤگے".

۴.زکواۃ ادا کرنا واجب تھا ، علی نے زکواۃ کی ادائیگی میں تاخیر کی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا.

جواب یہاں زکواۃ سے مراد اصطلاحی ہے نہ لغوی ثانیاً زکواۃ مستحب تھا.

۵.یہ آیت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہے نہ علی کی شان میں .

جواب : کوئی ایک دلیل تو لے آؤ.

پس یہاں ولایت سے مراد دوستی ، محبت، نصرت، ...نہیں بلکہ اولی بالتصرف مراد ہے . دلیل: انما اداۃ حصر ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمھارا ولی فقط اور فقط یہی تین ہیں یعنی اللہ ، رسول اور ان صفات مذکورہ کے حامل شخص . اس صورت میں اگر ہم محبت یا دوستی مراد لیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی اور مؤمن سے دوستی یا محبت نہ کرے.

ثانیاً: اللہ اور ان کے رسول سے فقط محبت کرنا کافی ہے یا اولی بالتصرف کا بھی قائل ہونا بھی ضروری ہے؟ پس اولی الامر کو بھی ہم اسی معنی میں لیتے ہیں .

ثالثاً: کلمہ اطیعوا مطلق ہے اولی الامر کیلئے کوئی الگ اطیعوا کا ذکر نہیں ہوا ہے پس جس معنی میں رسول کی اطاعت واجب ہے اسی معنی میں علی کی اطاعت بھی واجب ہے

رابعاً عربی گرائمر میں جب بغیر کسی قید کے کوئی لفظ استعمال ہو تو اسے مختلف معنی میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے.

اہل بیت (ع) کون؟

صحیح مسلم میں ایک مفصّل روایت ذکر ہوا ہے: زید بن ارقم کہتا ہے کہ رسول خدا (ص)نے مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مفصل خطبہ دیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا: اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں . خدا کی طرف سے مامور ہوں . میں تمھارے درمیان دو گران بہا چیزیں چھوڑے جارہا ہوں. ایک کتاب خدا دوسرے میری اہل بیت. راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ(ص)نے اس جملے کو تین بار دہرایا. زید بن ارقم سے سوال کیا اہل بیت سے کون لوگ مراد ہے؟

کیا آپ کی بیویاں بھی شامل ہیں؟ زید نے کہا: نہیں . خدا کی قسم جب بیوی کو طلاق دی جاتی ہے تو وہ اپنے وارثین کے پاس چلی جاتی ہے اہل بیت کی بنیاد اور اصل مرد ہے. اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر رسول اللہ (ص) کے بعد صدقہ حرام ہو. زید سے سوال ہوا کہ جن پر صدقہ حرام ہے اور عدل قرآن ہے اور جن کے بارے میں رسول خدا نے سفارش کی ہے ، کون لوگ ہیں؟

زید نے کہا: آل علی ابن ابیطالب(ع) ہیں جن پر صدقہ حرام ہے.[1]

اور سب مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ علی(ع) نے کبھی گناہ نہیں کیا، کبھی بت پرستی نہیں کی.جبکہ سب معتقد ہیں کہ ابوبکر و عمر کی زندگی کا بیشتر حصہ بت پرستی میں گذرا ہے۔اس کے بعد مسلمان ہوئے.

حضرت عائشہ جس نے حکم خدا کی مخالفت کرکے گناہ کا مرتکب ہوئی. خدا نے کہاتھا : وقرن فی بیوتکن.[2]

لیکن وہ نکلی اور خلیفہ رسول علی(ع) سے جنگ کرنے آئی. اور جنگ جمل کا تنور گرم کرکے ہزاروں مسلمانوں کو مروا دیا. اور مسلمانوں کے درمیان پہلی بار جنگ داخلی کی بنیاد ڈالی. طلحہ وزبیر خصوصاً معاویہ نے بھی یہی رویہ اختیار کیا. یہ ہر سنی ، شیعہ کیلئے روز روشن کی طرح عیاں ہے.

خلیفہ کا تعیّن

سنی:مسلمانوں نے رسول اللہ (ص) کی رحلت کے بعد ابوبکر کی خلافت پر اتفاق کیا اور اسے خلیفہ رسول میں کیا لیکن تم لوگ مسلمانوں کی مخالفت کرکے ابوبکر کی خلافت کو قبول نہیں کرتے ہو.!

شیعہ: عمر کو کس نے خلافت کیلئے انتخاب کیا؟

سنی: ابوبکر نے انتخاب کیا تاکہ مسلمانوں کو بغیر رہبر کے نہ چھوڑا جائے۔اور ان کے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہ ہو.

شیعہ: تعجب والی بات ہے کہ ابوبکر پیغمبر(ص) سے زیادہ عقل مند اور زیادہ سمجھ دار تھا؟!

سنی: کس طرح ؟

شیعہ:بقول تیرے ، رسول اللہ(ص) نے اپنے لئے کوئی خلیفہ متعین نہیں کیا اور لوگوں کیلئے کوئی رہبر معین نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کو اپنے حال پر چھوڑدیا . اور لوگوں کو اختلافات میں ڈال دیا یہاں تک کہ آپ کا جنازہ تین دن تک زمین پر پڑا رہا، تاکہ آپ کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد دفن کیا جائے. لیکن ابوبکر زیادہ عاقل تھا بنابرا انھوں نے اپنا جانشین مقرر کیا.

کتاب التاریخ میں لکھا ہے: رسول اللہ (ص)کے جنازے کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے . تین دن بعد ابوبکر کو بعنوان خلیفہ چن لیا اور اس کی بیعت کی گئی. اور چوتھے روز رسول اللہ (ص)کی تجہیز و تدفین کی طرف متوجہ ہوئے. شیطان نے بھی اس موقع پر مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن خدا کی رحمت مسلمانوں کیلئے شامل حال ہوگئی. اس کی مکر و فریب سے بچ گئے. اور ابوبکر کی بیعت پر متفق ہوئے.(1)

ہاں ! لوگ متعین خلافت کی اہمیت کو خوب جانتے تھے اگر خلیفہ متعین نہ ہوتا تو شیطان کو فرصت ملتی اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈال دیتا. ابوبکر و عمرؓ بھی جانتے تھے کہ لوگوں کو بغیر کسی رہبر و امام کے چھوڑا نہیں جاسکتا. کیا خدا نے رسول کو اس مہم کی خبر نہیں دی تھی اور رسولؐ بھی عام لوگوں، ابوبکر اور عمر کی طرح اس کی اہمیت سے بے خبر تھے. العیاذباللہ. انّ ھذا لشیئ عجاب.!

سنی: میں ان سب کو تو نہیں جانتا لیکن صرف اتنا جانتاہوں کہ شیعیان خلفائے رسول کو نہیں مانتے.

----

(1):کتاب فضائل آل البیت، ح ۲۴۲۵. ج۴،ص ۵۶۸، ح۱۴۰۴۲.

شیعہ: جس خلیفہ کو تم اہل سنت والے مانتے ہو اور مسلمانوں کا حاکم مانتے ہو اس کو قبول ہے اور ہر کرتا کسی بھی مشکل کو حل نہیں کرتا۔ اور اول شب قبر کے بارے میں سوال نہیں ہوگا کہ تمھارا حاکم کون تھا. رسول کے بعد کیا رسول کے گھر پر رجوع کرینگے یا بیگانوں کے گھر؟

سنی:اصحاب پیغمبر ابوبکر اور عمر کی طرف رجوع کریں گے.

شیعہ: رسول نے فرمایا : انّی تارک فیکم الثقلین : کتاب اللہ و عترتی اهل بیتی و ان تمسکتم بهمالن تظلّوا بعدی.

قرآن اور عترت کی طرف رجوع کا حکم دیاہے نہ اصحاب کی طرف. اور کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ابوبکر اور عمر کی طرف رجوع کرو. علاوہ بر این علم و دانش علی کے پاس تھا اور ابوبکر و عمرؔ بھی علمی مسائل پیش آنے کی صورت میں علی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ستّر بار عمر نے کہا: لولا علی لھلک عمر.

یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا. اور تم کہتے ہو ابوبکر اور عمر کی طرف رجوع کریں ؟!

مولود کعبہ ہوتے ہوئے بھی فضائل علی چھپاتے کیوں؟

سؤال: کیا یہ صحیح ہے کہ کہاجاتا ہے کہ علی(رضی اللہ عنہ) کے سوا کوئی اور کعبہ میں متولد نہیں ہوا ہے ؟

جواب:

1 قال ابن صباغ المالکی: ولم یولد فی البیت الحرام قبله احد سواه وهی فضیلة خصّه الله بها اجلالا له واعلاء لمرتبته واظهاراً لتکرمته [1]

----

(۱):- الہیات شفا، ج ۱، ص ۹۸.

یعنی علی(رضی اللہ عنہ) سے پہلے کوئی اس کعبہ میں پیدا نہیں ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی فضیلت ہے جسے علی کیساتھ مخصوص کیا ہے. جس کے ذریعے علی کی عظمت کو بلند کرنا مقصود پروردگار ہے. لیکن تعجب والی بات یہ ہے کہ کیوں بزرگان اہل سنت اپنی زبان پر یہ فضائل نہیں لاتے ؟! جواب یہ ہے کہ اگر علی کی افضلیت پر شیعوں کے دلائل عوام تک پہنچے تو ان کو یہ خدشہ ضرور ہے کہ مکتب تشیع کی طرف بڑھنے لگیں گے.

حدیث منزلت محکم ترین اثر

سؤال: کیا یہ صحیح ہے کہ حدیث منزلت علی(رضی اللہ عنہ): "انت منی بمنزلة هارون من موسى" صحیح ترین و محکم ترین آثار میں سے ہے؟ جواب : چنانچہ قرطبی کہتا ہے: و هو من اثبت الآثار و اصحّها..[1]

کیا ولایت علیؑ سے انکار ممکن؟!

سؤال: ہم کیسے ولایت حضرت علی(رضی اللہ عنہ) سے منکر ہوسکتے جب کہ حنفی علماء جیسے حاکم حسکانی لکھتا ہے: «اولی الامر هو علّی الذی ولاه اللّه بعد محمد . صلی الله علیه و سلّم . فی حیاته حین خلفه رسول اللّه بالمدینة».[2] اولی الامر حضرت علی(رضی اللہ عنہ) ہے جسے حضرت محمد کے بعد ان کی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ نے ان کا ولی قرار دیا ہے.

خلیفہ دوم نے غدیر کے دن بیعت کی لیکن...

سؤال : کیا یہ صحیح ہے کہ عمر بن خطاب نے روز غدیر بیعت کی لیکن رحلت پیغمبر اکرم کے بعد بیعت شکنی کی؟

جواب: درست ہے انہوں نے ایسا ہی کیا ہے چنانچہ اس بارے میں ذہبی امام غزالی سے عمر بن الخطاب کے بارے میں نقل کیا ہے کہ

----

(۱):- الاستیعاب ۳: ۱۰۹۷.

(۲):- شواہد التنزیل ۲: ۱۹۰

شروع میں انہوں نے علی کے ہاتھوں پرغدیر کے دن بیعت کی لیکن رحلت پیغمبر (ص)کے بعد ہوای نفس و حبّ ریاست و جاہ طلبی کا شکار ہوا اور بیعت شکنی کی [1] هذا تسليم و رضى ثم بعد هذا غلب الهوى حبّاً للرياسة.

ابوبکر کو صدیق ، عمر کو فاروق کا لقب کس نے دیا؟

کوئی ایک حدیث صحیح پیغمبر اکرم (ص)کی طرف سے نقل نہیں ہوئی ہے جس میں ابوبکر کو صدیق اور عمر کو فاروق کا لقب دیا ہو.اگر یہ القاب ملا ہے تو وہ علی ابن ابیطالب کیلئے ملا ہے چنانچہ طبری نے عباد بن عبداللہ سے نقل کیا ہے :«سمعت علياً يقول: انا عبدالله واخو رسوله وانا الصدّيق الاكبر. لا يقولها بعدى الا كاذب مفتر، صليت مع رسول الله (ص)قبل الناس بسبع سنين»[2]

راوی کہتا ہے کہ میں نے علی(ع)کو سنا ہے کہ آپ فرمارہے تھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں ،اس کے نبی کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد کسی اور کو یہ لقب نہیں ملا اگر کوئی یہ لقب رکھنا چاہے تو وہ جھوٹا ہے . میں نے رسول خدا (ص)کے پیچھے سات سال کی عمر میں سب سے پہلے نماز پڑھی ہے.

خلفاء اور علیؑ کے درمیان اچھے روابط

سؤال: کیا یہ صحیح ہمارے خلیفون کے درمیان اچھے روابط موجود تھے جس کی دلیل یہ ہے کہ علی نے اپنے بیٹوں کے نام جیسے ابوبکر، عمر اور عثمان رکھا؟

جواب: لیکن کیا ابوبرو ، عمر اور عثمان سے کسی نے اپنے بچوں کا نام حسن ، حسین یا علی رکھا ؟! نہیں ہیں . یہ بات کس دلیل ہے کہ ان کے اور اہل بیت کے درمیان اچھے روابط نہیں تھے .

----

(۱):- سیر اعلام النبلاء ۱۹: ۳۲۸.

(۲):- تاریخ طبری ۱: ۵۳۷. مسند زید ح ۹۷۳. - سنن ابن ماجہ ۱: ۴۴ - مستدرک حاکم ۳: ۴۴.

عمر اور ام کلثوم کی شادی کی داستان

سؤال : عمر بن خطاب اور ام کلثوم دختر حضرت علی(رضی اللہ عنہ) کی شادی ایک جھوٹی داستان ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں . دلیل:

اولا: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کسی بھی صحاح ستہ میں تفصیل کے ساتھ نہیں آئی ہے.

ثانیاً: بعض اسلامی محققین کے مطابق حضرت علی(رضی اللہ عنہ) کی کوئی بیٹی ام کلثوم کے نام سے نہیں تھی[1] بلکہ حضرت زینب کی کنیت تھی.جس نے عبداللہ بن جعفر کے ساتھ ازدواج کیا ہے.

ثالثاً: تشابہ اسمی ہوا کہ عمر نے ابوبکر کی بیٹی ام کلثوم کیلئے خواستگاری کی جبکہ لیکن عائشہ کی مخالفت کی وجہ سے وہ شادی نہ ہوسکی[2]

رابعاً: عمر کی شادی ایک عورت بنام ام کلثوم سے ہوئی لیکن وہ جرول کی بیٹی اور عبیداللہ بن عمر کی ماں تھی[3] اورحضرت علی(رضی اللہ عنہ)کی بیٹی سے کوئی تعلق نہیں.

خامساً: تاریخی حقایق اس قول کو جھٹلاتی ہے کہ اور کہتی ہے کہ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ)کی رحلت کے بعد محمد بن جعفر اور اس کی موت کے بعد اس کا بھائی عون بن جعفر نے اس کے ساتھ شادی کی جبکہ تاریخ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ یہ دونوں بھائی جنگ تستر[4] کہ جو زمان عمر(رضی اللہ عنہ) میں واقع ہوئی تھی شہید ہوئے تھے.

----

(۱):- حیاۃ فاطمۃ الزہراء: ۲۱۹ (باقر شریف قرشی - و دُر بحث از کتابہای رافضی مانند علل الشرائع.

(۲):- الاغانی ۱۶: ۱۰۳.

(۳):- سیر اعلام النبلاء،(تاریخ خلفاء) ۸۷.

(۴):- استیعاب ۳: ۴۲۳ و ۳۱۵، تاریخ طبری ۴: ۲۱۳ - اکامل فی التاریخ ۲: ۵۴۶.

سادساً:یہ لوگ مدعی ہیں لکن دو ‍ بھائیوں کی شہادت کے بعد تیسرے بھائی نے ان کے ساتھ شادی کی ہےجب کہ ننب بست

عی کیساتھ پہلے شادی کرچکا تھا .اور جمع بین الاختین جائز نہیں ہے .[۱]

فضائل علیؑ ممنوع لیکن ان کی شان میں گستاخی آزاد

سؤال: کیا حکومت کی رف سے فضائل عی(رضی اللہ عنہ) کا بیان کرنا ممنوع اور عی پر سب و شتم کرنے میں لوگ آزاد تھے؟

جواب :ایسے نہ صرف آزاد تھے بلکہ حکومت کی رف سے تشویق بھی کیا جاتا تھا . اور عی کے فضائل بیان کرنے والوں کو سولی پر چڑائے جاتے تھے جس کی مثال تاریخ میں ملتی ہے جیسا کہ معاویہ خود کہتا کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے بن عدی کو کس جرم میں قتل کیا!

صحابی رسول عبداللہ بن شداد کہتا ہے کہ میری یہ آرزو تھی کہ مجھے اجازت مل جاتی کہ ج سے لیکر ظہر تک عی کے فضائل بیان کرتا اور اس کے بعد مجھے سولی پر چڑھایا جاتا.

امام ذہبی کہتا ہے:

«... عبداللّه بن شداد: وددت أَنى قمتُ على المنبر من غدوة الى الظهر، فاذكر فضائل على بن ابيطالب رضى اللّه عنه ثم انزل، فيضرب عنقى»[۲]

کیوں کہ رسول گرامی کا چچازاد بھائی اور فاطمہ زہرا کا شوہر اقتدار پر معاویہ کے دور حکومت میں لعن طعن کرنا شروع کیا اور ان کے فضائل بیان کرنے پہ پابندی گائی گئی تھی . بارے میں حموی بغدادی بارہ سجستانی می گوید:

----

(۱):- الطبقات الکبری ۸: ۴۶۲

(۲):- سیر اعلام النبلاء ۳: ۴۸۹.

«و اجلَّ من هذا كله انه لعن على بن ابيطالب . رضى اللّه عنه . على منابر الشرق والغرب ولم يلعن على منبرها الاّ مرة وامتنعوا على بنى امية حتى زادوا فى عهدهم ان لا يلعن على منبرهم احد... واى شرف اعظم من امتناعهم من لعن اخى رسول اللّه. على منبرهم وهو يُلعن على منابر الحرمين مكة والمدينة؟».[1]

یعنی حضرت عی(رضی اللہ عنہ) پر بنی امیہ کے دور حکومت میں تمام اسلامی ممالک میں منبروں سے لعن و طعن کرنے کا رواج دیا گیا اور صرف ایک منطقہ میں اس بدعت کی مخالفت کی گئی وہ سیستان تھا - ابوالفرح اصفہانی کہتا ہے کہ المغیرۃ نے عی اور ان کے شیعوں پر لعن وطعن کیا جبکہ امام احمد بن حنبل لکھتا ہے [2] کہ پیغمبر (ص) کو حضرت عی(رضی اللہ عنہ)سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے : «من سبّک فقد سبنی».[3] یعنی جو بھی تجھے سب کرے اس نے مجھے سب کیا ہے .

سؤال: امام ذہبی اور امام مالک نے کیوں فضائل عی کو چھپانے کی کوشش کی ؟

جواب کیونکہ وہ دونوں حضرت عی(رضی اللہ عنہ) کے دشمنوں اور بنی امیہ کے طرفداروں میں سے تھے اس لئے علی کے فضائل کو چھپاتے تھے یہاں تک کہ فضیلت والی ایک روایت بھی ان لوگوں نے نقل نہیں کی ہیں. 1 «ولستُ احفظ لمالک ولا للزهرى فيما رويا من الحديث شيئاً من مناقب على(رضى الله عنه)».[4]

----

(۱):- معجم البلدان ۳. ۱۹۱.

(۲):- سیر ا لام النبلاء ۳: ۳۱. الاغانی ۱۷: ۱۳۸.

(۳):- مسند احمد ۱۰: ۲۲۸ ح ۲۶۸۱۰.

(۴):- المجروحین ۱: ۲۵۸ -

ذہبی اور فضائل علی(ع)

ذہبی سے فضائل حضرت علی(رضی اللہ عنہ) برداشت نہیں ہوتا تھا اگر کوئی حدیث ایسی ہوتی کہ جس میں علی کے فضائل بیان ہوئے ہوں تو اسے کسی نہ کسی طرح رد کرتا تھا . چنانچہ غماری سنی کہتا ہے : «الذهبی اذا رای حدیثا فی فضل علی(رضی الله عنه)بادر الی انکاره بحق و بباطل، کان لایدری ما یخرج من راسه».[1]

کیا یہ صحیح ہے کہ پیغمبر اکرم سے جتنے علی کے فضائل صحیح اسناد کے ساتھ ذکر ہوئے ہیں کسی اور صحابی کے بارے میں بیان نہیں ہوئے ہیں.

جواب : ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے جسکے بارے میں احمد بن حنبل،نسائی،نیشابوری اور دوسروں نے تصریح کے ساتھ بیان کئے ہیں : لم یرد فی حق احد من الصحابة بالاسانید الجیاد اکثر مما جاء فی علی(رضی الله عنه).[2]

حسکانی حنفی کہتا ہے: علی ایک سو بیس فضیلت کے مالک ہیں جن میں ایک بھی صحابی رسول شریک نہیں ہے لیکن جو فضائل دوسرے اصحاب میں موجود ہیں ان میں علیؑ بھی شریک ہیں:

کان لعلی بن ابی طالب عشرون و مائة منقبة لم یشترک معه فیها احد من اصحاب محمد(ص) و قد اشترک فی مناقب الناس»[3]

پس ہماری تکلیف ایسے افراد کے بارے میں ہے جو علی کے فضائل چھپانا چاہتے ہیں یا دوسرے اصحاب کو ان کے برابر جانتے ہیں یادوسرے خلفاء کو ان سے مقدم جانتے ہیں جیسے بخاری؟ اس کا جواب آپ خود بیان فرمائیں .

سؤال کیا یہ صحیح ہے کہ بہت ساری روایات اور احادیث ابوبکر اور عمر کے فضائل میں جعل کئے گئے ہیں اور یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں جنہیں اہل سنت نے جعل کیا ہے؟

----

(۱):- فتح الملک العلی: ۲۰.

(۲):- فتح الباری ۷: ۸۹. الاصابۃ ۲: ۵۰۸

(۳):- شواہد التنزیل: ۲۴، ح ۵.

میں نے اس اعتراف کو امام عسقلانی کے کلام میں دیکھا جس سے بہت تعجب ہوا کہ ہم اپنے مذہب کی جھوٹی بہتان کے ساتھ تبلیغ کر رہے تھے: ينبغي ان يضاف اليها الفضائل، فهذه اودية الاحاديث الضعيفة و الموضوعة. اما الفضائل، فلا تحصى كم وضع الرافضة فى فضل اهل البيت و عارضهم جهلة اهل السنة بفضائل معاويه، بدوا بفضائل الشيخين [۱]

یعنی یہ سزاوار ہے کہ ان فضائل والی کتابوں کو جن کی کوئی سند نہیں ہےاور جعلی اور جھوٹی احادیث سے پر ہیں۔فضائل والی کتابوں کو تو اہل سنت نے رافضیوں (شیعوں) کے مقابلے میں لکھی ہیں انہوں نے اہل بیت کے فضائل میں لکھی تو ہم نے ابوبکر، عمراور معاویہ کے فضائل میں لکھی ہیں . اب سوال یہ ہے کہ کیا امام عسقلانی کا یہ اعتراف کرنا شیخین کے جھوٹی فضائل پر دلیل نہیں ہے؟!

سؤال: کیا یہ صحیح ہے کہ ابوہریرہ نے کئی روایت کو مقام انبیاء کو کم کرنے کیلئے بیان کی ہے جسے بخاری نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے ؟ جن میں سے کئی نمونہ یہ ہیں:

1. حضرت ابراہیم نے تین بار جھوٹ بولاہے (نعوذ باللہ(لم يكذب ابراهيم الاّ ثلاث كذبات». [۲]

فخر رازی کہتا ہے :«لا يحكم بنسبة الكذب اليهم الاّ الزنديق». [۳]جس نے بھی انبیاء الہی پر جھوٹ باندھا وہ زندیق ہے. دوسری جگہ لکھتا ہے کہ خلیل الرحمن کی طرف جھوٹی نسبت دینے سے راوی حدیث (ابوہریرہ) کی طرف جھوٹی نسبت دینا بہتر ہے. ابوہریرہ کہتا ہے: حضرت موسی غسل کرنے کےبعد بالکل عریان بنی اسرائیل کے درمیان حاضر ہوئے اور آپ کا سارا بدن حتی کہ شرمگاہ بھی دکھائی دے رہی تھی نعوذ باللہ: فراوه عريانا احسن ما خلق الله، وابراهُ مما يقولون[۴]

----

(۱):- لسان المیزان ۱: ۱۰۶، دارالکتب العلمیۃ، بیروت.

(۲):- صحیح بخاری ۴: ۱۱۲.

(۳):- التفسیر الکبیر ۲۲: ۱۸۶ - و ۲۶: ۱۴۸.

(۴):- صحیح بخاری ۴: ۱۲۹ / بدء الخلق ۲: ۲۴۷ دار المعرفۃ.

کیوں اماموں کے نام قرآن میں نہیں آئے؟

یہ اشکال کرنے والا یہ سوچ رہا ہے کہ اگر اماموں کا نام قرآن میں آتا تو مسلمانوں کے درمیان اختلافات ختم ہوجاتے درحالیکہ یہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا، بلکہ کام اس کے برعکس ہوتا کہ دشمن اور حکام وقت ان کی نسل کشی میں لگ جاتی تاکہ کوئی نسل نہ بچے، جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ یہی ہوا .

قرآن کریم کی روش یہ ہے کہ کلیات اور عمومی اصول کو بیان کرے اور اس کی تشریح اور مصادیق اور جزئیات کو پیغمبر اکرم(ص) بیان کرے چنانچہ آیۃ شریفہ میں تبیّن آیا ہے.جس کا مطلب یہ ہے کہ آشکار اور وضاحت کرنا پیغمبر اکرم (ص) کا کام ہے

و انزلنا الیک الذکر لتبیّن للنّاس ما نزّل الیھم و لعلّھم یتفکّرون(۱)

ہاں ، کبھی نام لیکر معرفی کرنا بھی پڑتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ نے فرمایا: میں تمھیں بشارت دیتا ہوں ایسے نبی کی جس کا نام احمد ہے جو میرے بعد آنے والا ہے:و مبشّراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمه احمد (۲)

اور کبھی تعداد بیان کرکے معرفی کی گئی ہے جیسے:اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائلب کی اولادوں میں سے بارہ سربراہ چن لئے:

و لقد اخذ اللہ میثاق بنی‌اسرائیل و بعثنا منھم اثنی عشر نقیباً .(۳)

اور کبھی صفات بیان کرکے معرفی کی گئی ہے جیسا کہ پیغمبر اکرم (ص) کی معرفی تورات اور انجیل میں کی گئی :

الذین یتّبعون الرسول النّبیّ الامّیّ الذی یجدونه مکتوباً عندھم فی التوراۃ و الانجیل یامرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر و یحلّ لھم الطیّبات و یحرّم علیھم الخبائث و یضع عنھم اصرھم و الاغلال التی کانت علیھم .(۴)

----

(۱):- سورۃ نحل (۱۶)، آیۃ ۴۴.

(۲):- سورۃ صف (۶۱)، آیۃ ۶.

(۳):- سورۃ مائدہ (۵)، آیۃ ۱۱.

(۴):- سورۃ اعراف (۷)، آیۃ ۱۵۷.

ان مطالب سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بارہ اماموں کا نام یا ان کے وارثین کا نام قرآن میں ڈھونڈنا بے جا ہے کیونکہ کبھی مصلحت نام کے بیان کرنے میں ہے تو کبھی نام کے چھپانے اور مخفیات بیان کرنے میں ہے .سچ نام کو کر نا اختلافات کو ختم کرنے کا سبب نہیں بنتا بلکہ معاشر میں افراد میں قبول کرنے کی صلاحیت اور ظرفیت ہونی چاہئے. بلکہ کبھی تو پیشواؤں کا نام لینا حکومت اور ریاست میں نسل کشی کا بھی سبب بنتا ہے .جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا. چنانچہ معروف ہے کہ لاکھوں بچوں کا سر قلم کیا گیا تاکہ ایک کلیم اللہ موسیٰ زندہ رہے.

اسی طرح امام مھدی کے بارے میں بھی لوگ زیادہ حساس ہوئے تھے اور امام عسکری کو قید میں رکھا گیا تاکہ مھدی دنیا میں ہی نہ آئے ، اور اگر آئے تو اسے فوری طور پر ختم کیا جائے .

اسی طرح یہ بھی جان لیں کہ قرآن مجید قانون اساسی ہونے کے باوجود ساری ضروریات دین کو وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا : جیسے روزہ ، نماز اور زکات وغیرہ کو کلی طور پر بیان کیا ہے لیکن ان کی جزئیات کو رسول خدا (ص) نے بیان فرمایا ہے [۱]

حدیث عشرہ مبشرہ کی حقیقت

سؤال:کیا یہ صحیح ہے کہ حدیث عشرہ مبشرہ اموی و عباسی حکومتوں کی طرف سے جھوٹی اور جعلی حدیثیں ہیں ؟ اگر یہ صحیح تھا تو بخاری اور مسلم اسے نقل کرتے . اور اگر یہ صحیح تھا تو کیوں ابوبکر اور عمر - رضی اللہ عنہما سقیفہ کے دن اس سے اپنی حقانیت پر استدلال نہیں کیا جبکہ ہر ضعیف اور غیر ضعیف حدیثوں پر استناد کئے ہیں. اگر ایسی کوئی حدیث معتبر ہوتی تو اپنی موقعیت کو مضبوط اور محکم کرنے کیلئے بہت مہم اور ضروری تھا.لیکن اس حدیث کی سند یہ ہے کہ ایک سند میں : حمید بن عبد الرحمن بن عوف ہے جس نے اپنے باپ.عبدالرحمن سے نقل کیا ہے جبکہ حمید اپنے باپ کی وفات کے وقت ایک سال کا تھا[۲]

----

(۱):- ماہنامہ موعود شمارہ ۸۰، افق حوزہ، ۳/ ۵/ ۱۳۸۶.

(۲):- تہذیب التہذیب ۳ ۴۰.

صحابہ کا ایک دوسرے پر لعن کرنا

سؤال : کیایہ صحیح ہے کہ صحابہ پیغمبر (ص) ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے تھے چنانچہ خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن عوف کے درمیان واقع ہوا کہ خالد اسے نفرین کرتا تھا اسی طرح عمار اور عثمان کے درمیان واقع ہوا ان کے علاوہ عثمان ، عائشہ اور حفصہ نے بھی ایک دوسرے کو لعن کیا .[1] ایسی صورت میں کیا اگر کسی صحابہ کو سب کرنے سے کافر اور مرتد ہوگا؟

سؤال: کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت معاویہ(رضی اللہ عنہ)نے محمد بن ابی بکر کو خط لکھا جس میں اس نے اعتراف کیا ہے کہ خلافت کا اصل حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھا لیکن ابوبکر و عمر - رضی اللہ عنہما نے ان سے غصب کرکے خود اس مسند پر بیٹھ گئے ہیں جس کی کوئی مشروعیت نہیں ہے [2]

سؤال : کیا یہ کہنا صحیح کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کےچار باپ تھے اور اس کی ماں بدکارہ اور پرچم دار عورتوں میں سے تھی ؟

جواب :زمخشری و ابوالفرج اصفہانی و ابن عبدربہ و ابن الکلبی اس تلخ حقیقت کو نقل کرتے ہیں:ابن کلبی کہتا ہے : «کان معاویة لعمارة بن ولید بن المغیرة المخزومی و لمسافر بن ابی عمرو، و لابی سفیان و لرجل آخر سمّاه و کانت هند امّه من المغیلمات، و کان احبّ الرجال الیها السودان...»[3]

یعنی معاویہ کوچار باپ کی طرف نسبت دی گئی ہے جن کے نام یہ ہیں :عمارۃ بن ولید، مسافربن ابی عمرو، ابوسفیان اور صباح ، اور اس کی ماں ہند بدکار ،پرچم دار اور فاحشہ عورتوں میں سے تھی اور کالے مردوں کو زیادہ پسند کرتی تھی .امام زمخشری نے بھی اس مطلب کو بیان کیا ہے [4]

----

(۱):- اعلام النبلاء ا: ۴۲۵.- در مصنف عبد الرزاق ۱۱: ۳۵۵، ح ۲۰۷۳۲

(۲):- شرح نہج البلاغہ ۳: ۱۸۸.

(۳):- مثالب العرب: ۷۲

(۴):- ربیع الابرار ۳: ۵۴۹ - الاغانی ۹: ۴۹ - العقد الفرید ۶: ۸۶ - ۸۸

پرچم دار سے مراد یہ ہے کہ عرب جاہلیت کے دوران جو بھی عورت جسم فروشی کرتی تھی وہ اپنے گھر کے دروازے پر جھنڈا کھڑی کرتی تھی ہیں۔ بات کی دلیل تھی کوئی بھی شخص آنا چاہے تو یہ عورت حاضر ہے.

سؤال: کیایہ صحیح ہے کہ حضرت معاویہ(رضی اللہ عنہ) اپنے دور خلافت اور امت اسلامی کی رہبری میں شراب پیتے اور پلاتے تھے ؟

جواب : امام احمد بن حنبل ابن بریدہ سے نقل کرتا ہے:

عبداللّه بن بريده قال: دخلت انا و ابى على معاويه، فاجلسنا على الفرش، ثم أُتينا بالطعام فاكلنا ثم اتينا بالشراب، فشرب معاوية، ثم ناول ابى، ثم قال: ما شربته منذ حرّمه رسول الله (ص). صلى الله عليه و سلّم . »[1]

عبداللہ بن بریدہ کہتا ہے کہ ایک دن اپنے باپ بریدہ کے ساتھ معاویہ کے دربار میں وارد ہوا اس نے ہماری خاطر خواہ عزت کی اور کھانا لایا اس کے بعد مشروب لایا گیا اس نے پیا پھر میرے باپ کو پیش کی تو میرے باپ نے کہا : جب سے میں نے پیغمبر اکرم (ص) سے سنا ہے کہ یہ حرام ہے اس وقت سے اب تک منہ نہیں لگایا ہے .

اشکال : وعدہ قرآن کے برخلاف دشمنان اہل بیتؑ یعنی بنی امیہ ہزاروں موجود ہیں!!

جواب: اہداف کی بقا انسان کی بقا ہے اور اہداف اصل ہے نہ وجود انسان . اور یہ دیکھنا کس گروہ کا ہدف باقی ہےاور کس گروہ کا پرچم آج سربلند ہے؟

----

(۱):- مسند احمد ۵: ۳۴۷.

سؤال 74: آیا صحیح است که می گویند بسیاری از روایات و احادیث در فضائل حضرت ابوبکر(رضی الله عنه) و حضرت عمر(رضی الله عنه)، دروغ کذب و ساخته و پرداخته جاهلان ما از اهل سنت است؟

من این اعتراف را در سخنان امام عسقلانی دیدم بسیار تعجب کردم، که ما با دروغ و اکاذیب از مذهب خودمان تبلیغ و دفاع می کنیم:

ينبغي ان يضاف اليها الفضائل، فهذه اودية الاحاديث الضعيفة و الموضوعة... اما الفضائل، فلا تحصى كم وضع الرافضة فى فضل اهل البيت و عارضهم جهلة اهل السنة بفضائل معاويه، بدوا بفضائل الشيخين...».

[175]یعنی سزاوار است به کتابهائی که ریشه‌رها کتابهای فضائل را افزود چون آنها پر از احادیث ضعیف و ساخته شده است اما فضائل - ساختگی از حد شمارش خارج است چون رافضه در فضل اهل بیت حدیث وضع کردند و جاهل و افراد نادان از اهل سنت برای مقابله با آنان احادیث دروغ و جعلی در فضائل عمر و ابوبکر و معاویه ساختند.

راستی این یک اقرار و اعتراف به دروغ بودن بسیاری از فضائل شیخین نیست؟ و آیا نسبت به انکار فضائل اهل بیت پیغمبر- صلی الله علیه و سلّم - یک ادعای بیجا و گزافی نکرده است؟!

سؤال 75: آیا درست است آنچه می گویند که ابوهریره(رضی الله عنه)، دزد بوده و از اموال بیت المال مبالغ کلانی را اختلاس کرده بود و عمربن اخطاب به او می گفت: «یا عدوالله وعدو كتابه سرقت مال الله».[176] یعنی ای دشمن خدا و قرآن. اموال خدا را به سرقت بردی. آیا کسی که دشمن خدا و قران بوده و بر اموال خدا امین نباشد می توان او را بر سنت و احادیث پیغمبر - صلی الله علیه و سلّم - امین قرار داد.

سؤال 76: آیا درست است که می گویند: ابوهریره که راوی پنج هزار حدیث است، و فقط امام بخاری از او بیش از چهار صد حدیث آورده، این شخص، مورد وثوق حضرت علی، و عمر و عائشه(رضی الله عنه) نبوده.[177]

ابوحنیفه می گوید: تمامی صحابه عادل هستند مگر: ابوهریره و انس بن مالک و...[178]

و عمربن اخطاب پس از تادیب او به او گفت: «یا عدوّالله و عدوّ کتابه».[179]

و عائشه در مقام اعتراض به او گفت: اکثرت عن رسول الله (ص)[180] و در جای دیگر گفت: «ما هذه الاحادیث التی تبلغنا انّک تحدّث بها عن النبی هل سمعت اِلاّ ما سمعنا؟ وهل رایت الاّ ما راینا؟».[181]

و مروان حکم، در مقام اعتراض می گوید: مردم ترا متهم می کنند که این حجم زیاد از احادیث با مدت زمانی کوتاه که با پیغمبر بودی تناسب ندارد. «انّ الناس قد قالوا: اکثر الحدیث عن رسول الله وانما قدم قبل وفاته بیسیر».[182]

و گاهی که می گفت: «حدثنی خلیلی ابوالقاسم، حضرت علی(رضی الله عنه)او را منع کرده و گفت: متی کان خلیلا لک؟»[183] می گفت دوستم پیغمبر، برایم حدیث کرد. حضرت علی در مقام رد او می گفت: چه زمان پیغمبر دوست تو بود!!

و فخر رازی می گوید: بسیاری از صحابه، ابوهریره را مورد طعن و رد قرارداده اند:

«انّ کثیراً من الصحابة طعنوا فی ابی هریرة وبیّناه من وجوه: احدها: انّ ابا هریرة روی انَّ النبی . صلی الله علیه و سلّم . قال: من اصبح جنباً فلاصوم له، فرجعوا الی عائشة وام سلمة فقالتا: کان النبیّ یصبح ثم یصوم. فقال: هما اعلم بذلک. انبانی بهذا الخبر الفضل بن عبّاس، واتفق انّه کان میتاً فی ذلک الوقت».[184]

و ابراهیم نخعی درباره احادیث او می گوید: «کان اصحابنا یَدَعون من حدیث ابی هریرة».[185]

و می گوید: «ما کانوا یاخذون من حدیث ابی هریرة الاّ ما کان من حدیث جنّة او نار».

سؤال 77: آیا صحیح است که ابوهریره روایاتی را در قدح و تنقیص و کوچک کردن مقام انبیاء نقل کرده و بخاری آنرا در صحیح خود نقل می کند؟ برای نمونه:

1 - حضرت ابراهیم سه بار دروغ گفته (نعوذ بالله).

«لم یکذب ابراهیم الاّ ثلاث کذبات».[186]

فخر رازی می گوید: کسی به انبیاء خدا دروغ را نسبت نمی دهد مگر زندیق باشد. «لا یحکم بنسبة الکذب الیهم الاّ الزندیق».[187]

و در جای دیگر می گوید: نسبت دروغ به راوی حدیث - ابوهریره - آسانتر از نسبت آن به خلیل الرحمن است.

2 - ابوهریره می گوید: حضرت موسی پس از غسل کردن در آب لخت و عریان در جمع بنی اسرائیل حاضر شد، و تمامی بدن او مکشوف بود، به گونه ای که عورت او هم - نعوذ بالله - دیده شد و اتهام به بیماری ادره - قُر بودن - او نیز دفع شد.

«فراوه عریانا احسن ما خلق الله، وابراهُ مما یقولون».[188]

سؤال 78: آیا درست است آنچه می گویند: حدیث عشره مبشره از موضوعات و دروغ پردازیهای حکومتهای اموی و عباسی بوده و اگر صحیح بوده بخاری و یا مسلم آنرا نقل می کردند.

و اگر صحیح بود: چرا ابوبکر و عمر - رضی الله عنهما - ، در روز سقیفه به آن استدلال نکرده، و حال آنکه به هر ضعیف و غیر ضعیفی استناد کردند. و استناد آنان به چنین حدیثی برای محکم کردن موقعیت خود بسیار مهم و لازم بود.

و می گویند: دو سند دارد، در سند اول: حمید بن عبد الرحمن بن عوف است. که حمید از پدرش عبدالرحمن نقل می کند، در حالیکه حمید هنگام رحلت پدر یک ساله بوده [189] و در سند دیگر آن عبدالله بن ظالم است که بخاری، و ابن عدی، و عقیلی و دیگران او را تضعیف کرده اند. [190]

سؤال 79: چگونه حدیث عشره مبشره صحیح است و حال آنکه متضمن افراد می باشد، و این به منزله ای تضاد در دین و بطلان دین است چون جمع بین الاضداد از محالات عقلی است.[191] چون خط مشی حضرت ابوبکر با حضرت عمر فرق می کرد. و گاهی یکدیگر را نفی می کردند خط مشی حضرت عثمان با هر دو فرق می کرد. و خط مشی حضرت علی(رضی الله عنه) با همه فرق داشت. و اصلا ارزشی برای سیره شیخین قائل نبود. و به همین جهت در روز شوری شرط پیروی از سیره شیخین را نپذیرفت.[192]

خط مشی و روش عبدالرحمن بن عوف با عثمان کاملا متناقض و متضاد بودو تا آخر عمر با او قهر کرده [193] و در این حال فـوت شد. خط مشی و روش حضرت علی(رضی الله عنه)با طلحه و زبیر فرق می کرد و آنها ریختن خونشان را مباح می دانست و آنها نیز جنـگ با حضرت علی(رضی الله عنه) را جایز و قتل او را مباح می دانستند حال آیا همه اینان جزو عشره مبشّره هستند؟ یعنی همـه ایـن روشـهای متناقض امضا شده و، اسلام و آیین پیغمبر آنها را می پذیرد؟

(([175] . لسان المیزان 1: 106، دارالکتب العلمیة، بیروت.

[176] . الطبقات الکبری 4: 335 - سیر اعلام النبلاء 2: 612.

[۱۷۷] . شرح ابن ابی الحدید ۲۰: ۳۱. «ذکر الجاحظ فی کتابه المعروف بکتاب التوحید: ان ابا هریرة لیس بثقة فی

الروایة عن رسول اللّه . صلی الله علیه و سلّم . قال: ولم یکن علی(رضی الله عنه)یوثقه فی الروایة بل یتهمه ویقدح فیه وکذلک عمر وعائشة».

[178] . شرح ابن ابی الحدید 4: 69: الصحابة کلهم عدول ما عدا رجالا منهم ابوهریرة وانس بن مالک.

[179] . سیر اعلام النبلاء 2: 612، الطبقات الکبری 4: 335.

[180] . سیر اعلام النبلاء 2: 604.

[181] . سیر اعلام النبلاء 2: 605 - 604.

[182] . همان.

[183] . المطالب العالیه 9: 205.

[184] . همان.

[185] . سیر اعلام النبلاء 2: 609- تاریخ ابن عساکر 19: 122.

[186] . صحیح بخاری 4: 112.

[187] . التفسیر الکبیر 22: 186 - و 26: 148.

[188] . صحیح بخاری 4: 129 / بدء الخلق 2: 247 دار المعرفة.

[189] . تهذیب التهذیب 3: 40.

[190] . تهذیب التهذیب 5: 236 - الضعفاء الکبیر، 2: 267 - الکامل فی الضعفاء 4:223.

[191] . القاموس 5: 24.

[192] . اسدالغابة 4: 32- تاریخ الیعقوبی 2: 162- تاریخ الطبری 3: 297- تاریخ المدینة 3: 930- تاریخ ابن خلدون

2: 126 - الفصول للجصاص 4: 55.

[193] . ابن عبد ربه می گوید: قال عبدالرحمن: لله علیّ ان لا اکلمک ابدا، فلم یکلّمه ابداً حتی مات و دخل علیه عثمان عائداً فی مرضه فتحوّل عنه الی الحائط و لم یکلمه. العقد الفرید 4: 280.)

ساتویں فصل

عزاداری سید الشہداء سے مربوط اشکالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم. السلام علیک یا ابا عبداللہ وعلی الارواح التی حلت بفنائک.

ایام محرم اور صفر بہترین موقع ہے کہ ہم مکتب عاشورا کی نسبت زیادہ معرفت حاصل کرکے اس فرہنگ اور مکتب سے زیادہ قریب ہوجائیں. کچھ سوالات قیام ابی عبداللہ کے متعلق تمام لوگوں خصوصاً نوجوانوں اور جوانوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں انہی سوالات کو مورد بحث قرار دیں گے، تاکہ ہماری معرفت اور شناخت اباعبداللہ کی نسبت زیادہ ہوسکے.

جب ایام عزا شروع ہوتا ہے تو لوگ سیاہ کپڑے اور کالے پرچم نصب کرتے ہیں اور ماتمی دستے نوحہ خوانی اور زنجیر زنی کرتے ہیں اور لوگ آنسو بہاتے ہیں تو خودبخود یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

یہ مراسم عزاداری کیوں؟

لوگ کالے کپڑے کیوں پہنتے ہیں؟

لوگ کیوں آدھی رات تک سینہ زنی اور ماتم کرتے ہیں ؟

کیوں اس قدر آنسو بہاتے ہیں؟

ان سوالات کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے :

سادہ جواب : کیونکہ سید الشہدا کو بے دردی سے شہید کیا گیا لہذا اس کا ثواب ہے اور قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے . لیکن یہ جواب قانع کنندہ نہیں ہے. اس سلسلے میں چار سوال پیدا ہوتے ہیں . اور یہ چاروں سوال ایک سوال میں بھی سمیٹ سکتے ہیں: کیوں یہ مراسم عزاداری اتنے اہتمام کے ساتھ منائی جائے؟!!!

پہلا سوال: ہم نے ۱۳۶۱ سالہ حادثہ کربلا کو کیوں زندہ رکھا؟

ہم نے ۱۳۶۱ سالہ حادثہ کربلا کو کیوں زندہ رکھا اور مراسم عزاداری قائم ہے؟ عاشورا ایک تاریخی واقعہ تھا جس کا زمانہ گذر گیا خواہ وہ تلخ تھا یا شیریں ، اس کے آثار ختم ہوئے؟!!

جواب: یہ سوال بہت مشکل نہیں ہے ۔اسے ہر جوان اور نوجوان سمجھ سکتے ہیں کہ گذشتہ تاریخی حادثات ایک جامعہ یا انسان کیلئے آئندہ ساز ہوتا ہے اگر حادثہ مفید تھا تو یہ نشانی برکات ہوتی ہے . تمام انسانی معاشرے میں یہ رسم ہے کہ کسی نہ کسی طرح گذشتہ حوادث کو زندہ رکھا جائے اور ان کا احترام کیا جائے . جیسے قوم کے دانشوروں ، پہلوانوں ، علماء کی یاد منائی جاتی ہے۔اسی طرح قومی دنوں کو منایا جاتا ہے اور یہ حس حق شناسی ہے جسے حق گذاری ،شکر گذاری ، قدر دانی وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے۔چونکہ ہمارا عقیدہ ہے حادثہ عاشورا بھی تاریخ اسلام کا بڑا حادثہ ہے اور یہ مسلمانوں کی سعادت مندی کا تعین کنندہ ہے اور راہ ہدایت کا چراغ ہے . جس کی یاد تازہ کرنا عاقلانہ کام ہے .

دوسرا سوال :حادثہ عاشورا صرف سینہ زنی، کالے کپڑے اور...

حادثہ عاشورا کا زندہ رکھنا صرف سینہ زنی کرنا ، رونا اور شہر کو سیاہ پوش کرنا اور لوگوں کا آدھی رات تک روکا جانا اور کو معطل کرکے جاگے رہنا نہیں ، کیونکہ یہ سارے اقتصادی نقصان کا باعث بنتے ہیں .وہ نوجوان جس کا ذہن ابھی تک دینی تربیت حاصل نہیں کرچکا ہو کہے گا کہ مباحثہ جلسے ، سیمینار ، کانفرنس اور کنونشن منعقد کرنا چاہئے ہوسکے تو ٹی وی پر دس مجالس جو بہترین ہو رکھی جائیں جو معاشرے کیلئے زیادہ مفید ہو گا.

جواب: ٹھیک ہے شخصیت امام حسین کے بارے میں بحث کرنا کانفرنس ، تقاریر ، مقالات کے ذریعے بہت مفید ہے اور ضروری بھی ہے اور جامعہ میں یہ چیزیں بھی پائی جاتی ہیں لیکن حادثہ عاشورا سے بہرہ برداری کیلئے یہ کافی نہیں ہے ، بلکہ احساسات و عواطف و... عوامل درونی میں سے ہے جو خود بہ خود انسان کو تحریک میں لاتے ہیں. پس انسانی رفتار اور حرکات کیلئے دو عوامل ضروری ہیں: الف شناخت . ب عواطف واحساسات .

جب ہم نے پہچان لیا کہ سید الشہدا (ع) کے اس رکا ۔امے کی کس قدر اہمیت ہے اور سعادت ساز ہے ۔ لیکن فقط یہ شناخت ہمیں حرکت میں نہیں لاتی ، بلکہ ضروری ہے کہ انسان کے عوا ف و احساسات بیدار ہوجائے ۔ کیونکہ ہم بھی اپنی زندگی میں محسوس کر چکے ہیں کہ اگر کسی یتیم کو یا مریض کو رقت آور حالت میں دیکھتے ہیں تو کسی شہید کے بیٹے کو دیکھتے ہیں تو جو اثر ہمارے اندر پیدا ہوجاتے ہے وہ صرف سننے سے یا جاننے سے کہ کوئی یتیم یا مریض ہے پیدا نہیں ہوتا۔

پس جس قدر عوا ف اور احساسات پائیدار ہوں گے اسی قدر حادثہ عاشورا ہماری زندگی میں مؤثر تر ہوگا۔ دیکھنے اور سننے میں فرق ہے ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے تیس دن کے وعدے پر لیکن خدا نے دس دن اضافہ کیا اس طرح چالیس دن ہوئے :

وَ واعَدْنا مُوسى ثَلاثينَ لَيْلَةً وَ أَتْمَمْناها بِعَشْرٍ فَتَمَّ ميقاتُ رَبِّهِ أَرْبَعينَ لَيْلَةً وَ قالَ مُوسى لِأَخيهِ هارُونَ اخْلُفْنی فی قَوْمی وَ أَصْلِحْ وَ لا تَتَّبِعْ سَبيلَ الْمُفْسِدينَ .(۱)

"جب تیس دن ہوئے تو قوم والوں کے پاس آئی اور کہنے لگی : شاید موسیٰ ہمیں چھوڑ گئے ہیں ، سامری کو موقع ملا ، گوسالہ بنایا اور کہا:

هذه آلهتكم و اله موسیٰ

بہت سے بنی اسرائیل والے گوسالہ کی پرستش کرنا شروع کردی۔ موسیٰ کو وحی آئی کہ قوم نے گوسالہ کی پرستش شروع کردی ہے ۔اتنا زیادہ اثر نہیں ہوا ۔

و لَمَّا رَجَعَ مُوسى إِلى قَوْمِهِ غَضْبانَ أَسِفاً قالَ بِئْسَما خَلَفْتُمُونی مِنْ بَعْدی أَ عَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَ أَلْقَى الْأَلْواحَ وَ أَخَذَ بِرَأْسِ أَخيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونی وَ كادُوا يَقْتُلُونَنی فَلا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْداءَ وَ لا تَجْعَلْنی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمينَ (۲)

----

(۱):- اعراف،۱۴۲

(۲):- اعراف۱۵۰.

لیکن جب واپس آیا اور دیکھا تو اس قدر احساسات اور عاطفہ ابھر آیا کہ بھائی ہارون کے سر اور داڑھی پکڑکر ڈانٹنے لگے . ..

ہمارا مقصد یہاں بیان کرنا نہیں بلکہ صرف ایک نکتہ کی طرف اشارکرنا ہے کہ دیکھنے اور سننے میں فرق ہے . حضرت موسیٰ کو یقین تھا خدا کے فرمان پر لیکن آثار غضب ظاہر نہیں ہوا لیکن جب دیکھا تو بھائی کی تلاش میں نکلے . خدا نے انسان کو کچھ اس طرح خلق کیا ہے کہ سننے کی بجائے دیکھنے سے زیادہ متاثر ہوتا ہے .

دوسرا جواب ہم امام صادق (ع) سے زیادہ اور بہتر تو نہیں جانتے امام خود بھی عزاداری کیا کرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کس طرح لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دین کی طرف جلب کر سکتا ہے ؟ مباحث علمی کے ذریعے یا عزاداری کے ذریعے؟

اور فرمایا: ما نودی لشیء مثل مانودی للولایة . کیونکہ ولایت انسان کو نمازی بنا سکتی ہے لیکن نماز انسان کو مولائی نہیں بنا سکتی.

تیسرا سوال: لوگ کیوں آدھی رات تک سینہ زنی اور ماتم کرتے ہیں ؟

ان احساسات اور عواطف کو اجاگر کرنے کا ذریعہ عزاداری ، گریہ ،سینہ زنی ، زنجیر زنی تو نہیں بلکہ ممکن ہے مراسم جشن منائیں.

جواب: احساسات اور عواطف مختلف قسم کے ہیں . تحریک بھی ان عواطف و احساسات سے متناسب اور سنخیت ہونا چاہئے . صرف جشن اور خوشی منانا اور ہنسنا کبھی انسان کو شہادت طلب نہیں بنا سکتا ، بلکہ شہادت کیلئے تیار کرنے کیلئے آنسوؤں کی ضرورت ہے.

چوتھا سوال:امام کے مخالفین پر لعن کیوں؟

بعض افراد کہتے ہیں : ٹھیک ہے یہاں تک ہم نے مان لیا لیکن تم لوگ دشمنان امام پر لعن طعن کیوں کرتے ہو ؟ یہ تو ایک قسم کی خشونت اور بدبختی ہے اور ایک منفی احساس ہے . کیوں کہتے ہو: اتقرب الی‌الله بالبراءۃ من اعدائک ؟ کیوں زیارت عاشورا میں سو مرتبہ لعن کرکے دوسروں کو بد ظن کرتے ہو ؟ آئیں سو مرتبہ سلام بھیجیں. یہ بہتر نہیں ہے کہ سارے لوگوں کے ساتھ خوشی اور صلح و صفائی کے ساتھ زندگی کرے . کیا اسلام دین محبت نہیں ہے ؟ اسلام دین رحمت و رافت نہیں ہے ؟

فرض کریں ایک نوجوان ہم سے سوال کرے کہ کیوں قاتلان حسین پر لعن کرتے ہیں ؟ زیارت عاشورا میں سو مرتبہ لعن کی بجائے سو مرتبہ پھر سلام بھیجے . کیا فرق پڑے گا اور یہ لعن و طعن اور اظہار برائت کی کیا ضرورت ہے؟!!

جواب: سرشت انسان جس طرح فقط شناخت سے تشکیل نہیں پاتا ہے اسی طرح فقط مثبت احساسات سے بھی نہیں بلکہ شناخت اور مثبت احساسات کے ساتھ منفی احساسات بھی رکھتا ہے . جس طرح خوشی کے ساتھ ساتھ غم بھی پایا جاتا ہے . پس جہاں رونا ہو وہاں رونا ضروری ہے ، جہاں ہنسنا ہو وہاں ہنسنا ضروری ہے. پس ہر مقام اور مناسبات کی تلاش کرنا چاہئے کہ کہاں رونا ہوگا یا برعکس . والا رونے اور ہنسنے کی استعداد وجود انسان میں لغو ہوجائے گا. کیونکہ رونا وجود انسان میں بہترین احساس ہے . اگر گریہ خدا کے خوف میں یا خدا سے ملاقات کے شوق میں ہو تو یہ کمال انسانی کا موجب بنتا ہے . خدا وند تعالی ہم میں محبت کو خلق کیا ہے کہ جب اپنے دوستوں بہن بھائیوں سے بچھڑ جائے یا ان پر کوئی مصیبت پڑے تو رونا کمال عقلائی و عاطفی ہے. کیونکہ خود دنیا مؤمن کی نگاہ میں اہمیت نہیں رکھتی. اگر کسی مؤمن پر دنیوی نقصان آئے تو زیادہ مغموم نہیں ہوتا کیونکہ خود دنیا مؤمن کی نگاہ میں اہمیت نہیں رکھتی لیکن اگر اخروی نقصان ہو اور دشمن اس کا دین چھین لے اور سعادت ابدی کو انسان سے چھین لے تو اسے برداشت نہیں کرسکتا. چنانچہ قرآن کریم بتا رہا ہے :

إِنَّ الشَّيْطانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّما يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحابِ السَّعيرِ [۱]

"شیطان تمھارا دشمن ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو. شیطان کے ساتھ خوشیاں تو منانا نہیں سکتا . ورنہ انسان بھی شیطان بن جائے گا".

پس اولیائے خدا سے دوستی رکھو اور دشمنان خدا سے دشمنی رکھنی چاہئے. اور یہ فطرت انسانی ہے اورتکامل اور سعادت انسانی کا عامل ہے. اگر دشمنان خدا سے دشمنی نہ رکھے تو آہستہ آہستہ ان کی رفتار کو اپنا نے لگتا ہے اور دوستی پیدا ہوسکتی ہے . اور آخر میں ایک شیطان دوسرے لوگ اس شیطان کی مانند ہوجائیں گے . دیکھ لو قرآن کیا فرما رہا ہے:

واذرایت ۠ إِنَّ اللهَ جامِعُ الْمُنافِقينَ وَ الْكافِرينَ في جَهَنَّمَ جَميعاً [۲]

یعنی جب بھی ایسے افراد سے جو ہمارے دین کی اہانت ، استھزا اور مسخرہ کرتے ہیں ، نزدیک نہ ہو ورنہ آخرت میں انہیں کے ساتھ محشور ہونگے.

دوسرے لفظوں میں ؛ دشمنوں کے ساتھ دشمنی کرنا نقصانات کے مقابلے میں دفاعی سسٹم ہے . جس طرح بدن انسان مفید مواد کو جذب کرتا ہے دفاعی سسٹم زہر اور جراثیم کو دفع کرتا ہے . سفید لوبل کا کام دفاع کرنا اور جراثیم کو مارنا ہے . کوئی عاقل انسان یہ نہیں کہتا: اے جراثیمو ! خوش آمدید ، آؤ سر آنکھوں پر . اهلاً وسهلاً ہمارے بدن میں وارد ہوجاؤ ، تم ہمارے مہمان ہو، تو کیا ہمارا بدن اس صورت میں سالم رہے گا ؟

----

(۱):- فاطر ۶.

(۲):- انعام ۶۸.

پس ہر جگہ مسکرانا صحیح نہیں ہے بلکہ اسلام اور دین کے دشمنوں سے صراحتاً بیزاری کااظہار کرنا قرآن کا حکم ہے . چنانچہ

ابراہیم نے فرمایا:

انا بریء منکم

اے بت پرستو ! میں تم سب سے بیزار ہوں . اسی لئے امریکا مردہ باد اسرائیل مردہ باد کہنا عین عبادت ہے کیونکہ تبری فروع

دین میں شامل ہے.

اور یہ امریکہ و اسرائیل ہماری موت کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے:

وَ لَنْ تَرْضى عَنْكَ الْيَهُودُ وَ لاَ النَّصارى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى الله هُوَ الْهُدى وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْواءَهُمْ بَعْدَ الَّذى جاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ما لَكَ مِنَ الله مِنْ وَلِيٍّ وَ لا نَصيرٍ (۲)

"اور آپ سے یہود و نصاری اس وقت تک خوش نہیں ہو سکتے جب تک آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ بن جائیں، کہہ دیجئے: یقینا اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آ چکا ہے، اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کے لیے اللہ کی طرف سے نہ کوئی کارساز ہو گا اور نہ مددگار"۔

پس پہلے دشمنوں پر لعن کرئے پھر حسینؑ پر سلام بھیجے یہی دستورقرآن کا بھی ہے کہ پہلے دشمنوں سے اظہار بیزاری کریں پھر دوستوں سے اظہار محبت . اول:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَ الَّذينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ بعدفرمایا: رُحَماءُ بَيْنَهُمْ (۱)

اگرایسا نہ ہو تو حسینی نہیں رہے صرف حسینی ہونے کا صرف دعوا ہے.

----

(۱):بقرہ ۱۲۰.

(۲):- فتح ۲۹.

سوال: داستان کربلا اسلام کی ترویج اور سعادت کا باعث ؟

جواب: اوپر کے چار سوالوں کے جواب کا ماحصل یہ تھا کہ اگر حادثہ عاشورا واستان کربلا تاریخ میں نقش متعین کنندہ ہوجائے تو اس کی نگہداری بھی ضروری ہے . اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو گا کہ داستان کربلا اسلامی ترقی اور ترویج کیلئے نقش متعین کنندہ اور سعادت سازہے؟ !!

جواب: جس چیز پر دوست اور دشمن سب متفق ہیں یہ ہے کہ داستان کربلا اگر ایک بے مثال داستان نہ ہو تو کم نظیر داستان تو ہے یعنی نہ ایسی داستان کبھی واقع ہوئی ہے اور نہ بعد میں واقع ہوگی. لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ داستان بے نظیر اور بے مثال داستان ہے . کیونکہ معصوم کا فرمان ہے اور اس کی کیفیت وقوع بھی مصیبت کے اعتبار سے قابل مقایسہ نہیں ہے . اس کی دلیل یہی ہے کہ ہر سال ہم بڑی شان و شوکت کے ساتھ عزاداری کرتے ہیں اور اوقات صرف کرتے ہیں ، پیسے خرچ کرتے ہیں اور یہ مراسم سرف اسلامی ممالک میں منعقد نہیں ہوتا

بلکہ نیویارک جیسے بڑے شہروں میں بھی عاشور کے دن تابوت اور شبیہ نکالتے ہیں جہاں سازمان ملل (اقوام متحدہ) کا دفتر موجود ہے . حتی اہل سنت بھی اس مراسم عزاداری میں شرکت کرتے ہیں . حتی ہندوستان میں مسلمانان ایران کے دو برابر مسلمان موجود ہیں . اور اسی طرح بنگلا دیش میں بعنوان ادای اجر رسالت اپنے اوپر واجب سمجھتے ہوئے عزاداری میں شرکت کرتے ہیں . کیونکہ قرآن میں حکم آیا ہے :

قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبی. (۱)

اور اجر رسالت کو ان کے آل کی خوشیوں اور غم میں شریک ہونے کی شکل میں ادا کرتے ہیں . یہاں تک کہ بت پرست بھی عزاداری میں شرکت کرتے ہیں . اور نذر ونیاز دیتے ہیں . اگر آپ گذرزمان کے لحاظ سے دیکھے تو چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی وہی طراوت اور شادابی پائی جاتی ہے اور وہی گریہ وعزاداری ہے

----

(۱):- الشوری ۲۳.

اور اس کے ساتھ ساتھ شیعیان سید الشہداء ء کی قربانیوں کو نگاہ کریں ،کسی بھی قیمت پر ان کی قبر کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے ہیں . متوکل عباسی کے زمانے میں بہت ہی سخت پابندی کرتے تھے . یہی متوکل تھا جس نے سید الشہداء ء (ع) کے قبر پر ہل چلاوایا . پانی گرا کر آثار کو ختم کرنا چاہا لیکن شیعوں نے دور یا نزدیک سے قبر امام کی زیارت کرنے کی خاطر ہاتھ پیروں اور جان تک کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کئے. یہ سب کیوں ؟ کیا یہ اتفاقی ہے؟ حتی اہل سنت اور بت پرست بھی قربانی دیتے ہیں اور عاشور کے دن عیسائی اغیر کے نام پر دوده کی شربت دیتے ہیں. یہ سب اس لئے کہ خود پیغمبر(ص) اور آئمہ طاہرین نے آپ کی زیارت کے فضائل زیادہ بیان کئے ہیں . حتی معصوم سے سوال ہوا : زیارت پیغمبر اور بقیہ آئمہ کا کس قدر ثواب ہے ؟ تو فرمایا :

زیارت پیغمبراں الٰہی کی زیارت کا ثواب ہے لیکن زیارت سید الشہداء کا ثواب مانند زیارت خدا وند در عرش برین !!!

خود آئمہ طاہرین بھی ایام محرم میں ذاکرین اور شاعروں کو دعوت دیتے ہیں اور مراسم عزاداری منعقد کرتے تھے . یہاں تک کہ مؤمنوں کے دلوں میں ایام محرم کیلئے ایک حرارت پیدا ہوتی ہے : انّ للحسين في قلوب المؤمنين حرارة لم تبرد ابدا.

انسانی زندگی پرعزاداری کا اثر

ہمارا عقیدہ ہے پیغمبر اسلام (ص) سب سے افضل ہیں کیوں آپ کی وفات پر اس طرح عزاداری نہیں کرتے ؟ یا امیر المؤمنین پر دس دن عزاداری کیوں نہیں کرتے ؟!

جواب : ہر معصوم میں ایک خاص خصوصیت پائی جاتی ہے اسی طرح امام حسین (ع) میں بھی فوق العادہ خصوصیات کی وجہ سے آپ کی عزاداری حضرت آدم نے بھی کی ہے . رسول خدا(ص) نے فرمایا: حسين منيّ وانا من الحسين . اور فرمایا:انہ لمکتوب علی ساق العرش ان الحسین مصباح الہدی وسفینۃ النجاۃ .اگرچہ ہمارے سارے امام چراغ ہدایت اورنجات کی کشتی ہیں . لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ امام حسین (ع) کی زندگی میں کچھ ایسی حالات واقع ہوئی کہ جو باعث بنی آپ کی شہادت کو اتنی عظمت

می جو تقدیر الٰہی تھی وگ۔ ۔ ایسا نہیں کہ دوسرے آئمہ اور آپ میں فرق ہو . اگر امام حسن کو سنبل صلح کا لقب ملا لیکن آپ امام حسین (ع)کی جگہ پر ہوتے تو آپؑ بھی جنگ کرتے . ایساہرگز نہیں کہ آپ خشونت آمیز ہو اور دوسرا صلح طلب ۔ ، بلکہ ان کے رکا ناموں میں اختلاف اجتماعی شرایط میں اختلاف کی وجہ سے ہے. وگ۔ یہ دونوں ایک سکہ کے دو رخ ہیں.

اب دیکھنا یہ ہے کہ کس رح یہ خصوصیات امام حسین (ع)میں پیدا ہوئیں کہ ان کی عزاداری سے لوگوں کو شفا ملتی ہے. حضرت آیۃ اللہ بروجردی مرجع شیعیان جہان درد چشم میں مبتلا تھے عزاداران سید الشہدا کے پیروں کےنیچے سے مٹی لیکر اپنی آنکھوں میں ملتے ہیں تو اس رح شفا ملتی ہے کہ آخری دم تک عینک کی ضرورت نہیں پڑی. اور لوگوں کی کتنی حاجتیں اسی عزاداری کے توسط سے پوری ہوتی ہیں ، تو کیا یہ مناسب نہیں کہ اس عزاداری کیلئے اہتمام کرے.

دوسری بات جو قابل توجہ ہے و ہ یہ ہے کہ ہر زمانے میں انبیا ی الٰہی کی شخصیت اور اولیاء خدا کی شخصیات میں بہت ابہامات لوگوں نے پیدا ئے ہیں. تی خود پیغمبر اسلامکے بارے میں کہا کہ یہ مجنون ہے ،کسی نے کہا ساحر ہے تی کانوں میں انگلیاں ڈال رھے اسی رح امام علی کی ذات اور کردار کو اس رح تحریف کیا کہ جب شام والے نے سنا کہ علی مسجد میں شہید ہوئے ہیں تو تعجب کیا ، جبکہ علی کی شخصیت عدالت اور عبادت سے پہچانی جاتی تھی ، لیکن یہ حسین کا رکا نامہ ہے جس میں تحریف نہیں ملے گا . ہر خاص وعام کہے گا : حسین حق کی حمایت اور اسلام کی بقا کی خا ر شہید ئے ئے ، تی شیر خوار بچے کی قربانی بھی دینے سے دریغ نہیں کیااور ناموس اسیر ئے ئے. ممکن ہے جزئیات میں تحریف ہواہو، یہ تو ایک طبیعی چیز ہے کسی نے نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا ہے .

اگر کوئی اہل مقام ہو اور جب جان کو خطر میں دیکھتا ہے تو کسی صحیح بچنے کا راستہ ڈھونڈتا ہے ، لیکن امام نے شب عاشورَ بھی اور روز عاشورَ بھی اسے بیعت یزید کا پیشنہاد کرتے رہے لیکن قبول نہیں ئے . فرمایا : أَلَا وَ إِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعِيِّ قَدْ تَرَكَنِي بَيْنَ السَّلَّةِ وَ الذِّلَّةِ وَ هَيْهَاتَ لَهُ ذَلِكَ مِنِّي هَيْهَاتَ مِنَّا الذِّلَّةَ .[1] کسی مقام یا دولت حاصل کرنے کے لئے کیا ناموس اور چھوٹے بچے ساتھ لے جاتے ہیں ؟!!

پس کسیَ بھی صورت میں تحریف نہیں کرسکتا کہ یہ قیام جہاں ن طلبی کیلئے کیا ہے اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حسین نے اشتباہ کیا ہے ؟!

البتہ بعض نا بی نے کہا کہ امام کو یہ نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن کے . باوجود ہماریَ بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس عزاداری کی حفاظت کرے. ایک رف امام حسین(ع) کی یاد میں گریہ کرنے ، جان نثاری اور نام حسین کے ساتھ شق لگا اور ایک زرہ خاک کربلا کو شفا پانی کی خا ر تناول کرنا . دوسری رف اس رقو نام امام حسین(ع) کو مٹانے کی کوشش کرنا کہ تبر پر پانی ڈالا جائے اور زائرین امام کو شہیدکرنا کیوں ؟ آخر انہیں اس دشمنی سے کیا حاصل ہوا؟ ابَ بھی لوگ جدید ا طلاحات اور مختلف صورتوں میں عزاداری کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں ، یہ لوگ اپنے آپ کو روشن فکر کا نام دیتے ہیں جبکہ یہ کہنا مناسب ہوگا :بیدین اور تاریک فکر لوگ. یہ لوگ کہتے ہیں امام حسین (ع) نے خشونت سے کام لیا ، ہم کہیں گے پیغمبر اسلام (ص)نے بھی جنگ بدر و حنین جیسی جنگوں میں خشونت سے کام لیا ہے اسی رح بنی امیہ کے ساتھ ، ہم کہیں گے جنگ میں حلوا چپاتی تو تقسیم نہیں ہوتا بلکہ قتل یا زخمی ہوتا ہے یا دوسروں کو زخمی یا قتل کرتے ہیں . وہ لوگ کہتے ہیں حادثہ عاشورا خشونت پیغمبر ہی کا نتیجہ تھا . پس اگر کربلا سے درس حاصل کرنا ہے تو اس رح حاصل کرے کہ ہم کسی سے خشونت نہ کرے تا ہمارے بچوں کے ساتھ کوئی دوسرا خشونت نہ کرے!!!

----

(۱):- الا تجاج علی اہل اللجاج،ج۲ ،ا تجاجہ ع علی اہل الکوفۃ بکربلاء ، ص ۳۰۰.

ان لوگوں کی نظر میں جہاد ، دفاع ، امر بہ معروف ، نہی از منکر سب معطل ہوجانا چاہئے۔تاکہ کوئی ہمارے ساتھ واسطہ نہ رکھے جبکہ خداوند امرکرتا ہے: قاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللهُ بِأَيْديكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنين[1]

قرآن کی صریح آیت ہے کہ ان مشرکوں کے ساتھ جنگ‌کرو ۔تاکہ تمھارے ہاتھوں کو لوگ عذاب میں پڑ جائی اور انہیں رسوا کرے ۔ اور تمہیں پیروز کرے اور قلوب مؤمنین کو ٹھنڈا کرے اب معلوم ہوجائے گا کہ یہ لوگ حسین(ع) سے کیوں دشمنی کرتے ہیں؟!

اپنے رسول کے نواسے کو بے دردی سے شہید کیا گیا؟!!

کیوں ایسی وضعیت پیدا ہوئی کہ رحلت پیغمبر کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا ان کے عزیز نواسے کو اس قدر بے دردی کیساتھ شہید کیا گیا ؟!!

اشکال: قرآن میں خشک و تر موجود ہے تو واقعہ کربلا اس میں کیوں درج نہیں ؟

جواب: قرآن میں ایک آیت ہے : إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الَّذينَ يُقاتِلُونَ في سَبيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيانٌ مَرْصُوصٌ [2] ایسا لشکر ہے جو دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہے اس کی پیشانی پر شکن نہیں پڑتی اور ان لشکروں کا ذکر کروں گا جن کا تذکرہ قرآن میں ہےجو اس لشکر کا ایک ایک سپاہی میدان سے منہ نہیں موڑتا، تو وہ لشکر کہاں ہے ؟

کیا پہلا لشکر جو حضرت موسیٰ کا ہے بنی اسرائیل بہت بڑی تعداد میں ہے اور جناب موسیٰ ان کو بچانے کیلئے لیکر راتوں رات مصر کو چھوڑ رہے ہیں اور صبح ہونے کے بعد فرعون کو خبر ہوتی ہے بنی اسرائیل نے مجھے چھوڑدیا ہے: فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدائِنِ حاشِرينَ إِنَّ هؤُلاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَليلُونَ وَ إِنَّهُمْ لَنا لَغائِظُونَ وَ إِنَّا لَجَميعٌ حاذِرُونَ. شعرا۵۳..۵۶

----

(۱):- توبہ۱۴.

(۲):- الصف :۴

فرعون نے قرب و جوار میں پیام رسان بھیجے جلدی جلدی لشکر بھیجو اگر لشرذمۃ قلیلون کیلئے اپنی فوج ہی کافی تھا تو کیوں ادھر ادھر سے مدد مانگتے ہو؟ دشمن کبھی اکیلے حملہ نہیں کرتا یہ باطل کی تاریخ ہے کیونکہ جتنا بھی قوی ہو وہ دل کے کمزور ہوتا ہے۔ اب اتنا لشکر جمع ہوگیا کہ بنی اسرائیل آگے سمندر پیچھے سے لشکروں کا سمندر یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ۔ موسیٰ کو حکم ہوا عصا کو دریا پر مارو تو حکم الہی کی اطاعت ہوئی تو دریا پھٹ گیا پہاڑیوں میں تبدیل ہوگیا وسط میں راستہ پالنے والے تو اگر کہہ دیتے دریا سے کہ میرے نبی کو راستہ دیدے تو کیا وہ تیری اطاعت نہ کرتا ؟ موسیٰ نے کہا ہوتا کہ تو آگے بڑھو اور کہو اس سے کہ راستہ دیدے کہ کلیم خدا تھے تو کیا راستہ نہ دیتا؟ یہ ڈنڈا مارنے کا حکم کیوں ہوا؟ تاکہ دنیا کو بتا دے کہ ڈنڈے میں بذات خود کوئی قدرت تو نہیں ہے لیکن جب کسی معصوم سے منصوب ہوتی ہے تو صاحب کرامت بن جایا کرتا ہے ، اب بنی اسرائیل سے موسیٰ نے کہا : اب چلو وہ سب نکلے اور پانی کی موجیں اسی طرح کھڑی رہی تو فرعون نے کہا : یہ تو میرا معجزہ ہے ، بڑھو آگے۔ فرعون آگے آگے اور لشکر اس

کے پیچھے پیچھے جب درمیان میں آگیا تو موجیں مل گئیں اب بنی اسرائیل نے اپنی آنکھوں سے خدا کی طاقت دیکھ لیا اور یہ دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کر رہا ہے یہاں سے بڑھ کر امتحان کے ۔ اوپر پہنچے تو موسیٰ نے اشارہ کیا : يا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتی کَتَبَ اللہ لَکُمْ وَ لا تَرْتَدُّوا عَلی أَدْبارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوا خاسِرينَ . المائدة : ٢١ یہ سامنے جو زمین دکھائی دے رہی ہے تمھارے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے ، چلو اس کے اندر . دیکھ نبی خدا اور اس کے اعجاز ، اللہ کی تائید ، فرعون کا ڈوبنا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ایمان اتنا کمزور ہے کہ جب موسیٰ نے کہا: اللہ نے اس زمین کو تمھارے لئے لکھ دیا ہے چلو اس کو اپنے قبضے میں لے لو تو قرآن کہتا ہے کہ بنی اسرائیل نے جواب دیا:

قالُوا يا مُوسى إِنَّ فيها قَوْماً جَبَّارينَ وَ إِنَّا لَنْ نَدْخُلَها حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْها فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْها فَإِنَّا داخِلُونَ قالَ رَجُلانِ مِنَ الَّذينَ يَخافُونَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبابَ فَإِذا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غالِبُونَ وَ عَلَى اللهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنينَ قالُوا يا مُوسى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَها أَبَداً ما دامُوا فيها فَاذْهَبْ أَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقاتِلا إِنَّا هاهُنا قاعِدُونَ قالَ رَبِّ إِنِّي لا أَمْلِكُ إِلاَّ نَفْسي وَ أَخي فَافْرُقْ بَيْنَنا وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفاسِقينَ (۱) اے موسٰی ہم نے سنا ہے اس سرزمین پر بسنے والی قوم بڑی مضبوط ہے ہم تو اس کے قریب نہیں جائیں گے . آپ نے کہا:کیا فرعون کے لشکر سے زیادہ مضبوط ہے . ان کا غرق ہونا ابھی دیکھا ہے مگر ایمانی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ کہنے لگے : ہم تو اس میں نہیں جائیں گےاور جسارت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ تو اور تیرے پروردگار جائیں ہم یہیں سے تماشا دیکھتے رہیں گے. اگر اس سرزمین پر قبضہ کرنے کا شوق ہے تو اپنے پروردگار کے ساتھ خود جائیں

امام سجاد کا گریہ کیا صبر کے خلاف نہیں؟

جواب:رونا اور گریہ کرنا صبر کے خلاف نہیں اور امام کے شان کے خلاف بھی نہیں۔اگرچہ امام زین العابدین نے بین بھی کئے ہیں ، بے تابی بھی کی ہیں۔ در اصل جو اثر مصائب ہے ہوتے ہیں سب ہوئے ہیں۔لیکن یہ بین ،مرثیہ اور رونا نہیں تھے بلکہ یہ اس قربانی کی قیمت کا اظہار تھا اور اس مقصد کی اہمیت کا احساس پیدا کرنا تھا کہ دیکھو!میرا کیسا بھائی تھا کہ جسے میں نے کس مقصد کے لئے دے دیا۔

سؤال 148: آیا صحیح است اولین کسی کہ در عزاداری، مراسم سینہ زنی بہ راہ انداخت عایشہ - رضی اللہ عنہا - بود. آنجا کہ ایشان می گوید: کہ چون احساس کردم پیغمبر- صلی اللہ علیہ و سلّم - رحلت کرد: زنان را جمع کردہ و بر سینہ و صورت می زدم.

«عن عبّاد: سمعت عائشة تقول: مات رسول الله . صلى الله عليه و سلّم . ثم وضعتُ راسه على و سادة و قمت ألتدم . اى اضرب صدرى . مع النساء و اضرب وجهى».[356]

----

(۱):- مائدہ ۲۲- ۲۵.

و همچنین زنان بنی سفیان در شام در عزای حضرت حسین(رضی الله عنه)سینه می زدند ابن عبد ربه اندلسی می گوید: «قالت فاطمة: فدخلت الیهن فما وجدت فیهن سفیانیة الاّ ملتدمة تبکی». [357]

سؤال 149: آیا صحیح است که شامیان برای حضرت عثمان(رضی الله عنه)یکسال عزاداری کرده و برای رحلت او گریستند...اگر ما می گوئیم گریه و نوحه برای میت مشروع نیست. چرا در حضور معاویه در این مدت عزاداری کرده ولی او نه تنها اینکه مانع نشد بلکه آنان را حمایت و پشتیبانی می کرد.

ذهبی می گوید: «نصب معاویة القمیص علی منبر دمشق و الاصابع معلقة فیه و آلی رجال من اهل الشام لا یاتون النساء، و لا یمسّون الغُسل الامن حلُم، و لا ینامون علی فراش، حتی یقتلوا قتلة عثمان او تفنی ارواحهم، و بکوه سنة».[358]

معاویه پیراهن عثمان و بعضی از انگشتان قطع شده او را بر فراز منبر آویزان کرد، و عده ای از شامیان سوگند یاد کردند که بر بستر استراحت و خواب نروند، با همسران خود مقاربت نکنند، تا اینکه قاتلان عثمان را به قتل برسانند یا اینکه کشته شوند، و یکسال برای او گریستند.

[356] .السیرة النبویة 4: 305.

[357] .العقد الفرید 4: 383.

[358].تاریخ الاسلام (الخلفاء)، 452.

سؤال 150: آیا ارزش و کرامت زن نزد ما در این حد است که او را در کنار و ردیف سگ و خوک و خر و شتر قرار دهیم. چنانچه در کتابهای ما آمده: به هنگام نماز حائلی را قرار دهید تا اگر زن یا خر و یا شتر رد شود به صحت نماز ضرری نزند.

«قال: و الظُعن یمرُّون بین یدیه: المراة و الحمار و البعیر».[359]

یعنی نمازگزار با گذاشتن مانع در مقابل خود، زن، خر و شتر از برابر او را می گذرند و ضرری به نماز نمی زند.

ابوهریره می گوید: «یقطع الصلاة المراة و الحمار و الکلب».[360]

عبور زن و الاغ و سگ از مقابل نمازگذار نماز را باطل می کند و احمد بن حنبل فرموده: «یقطع الصلاة الکلب الاسود و الحمار و المراة»، یعنی عبور سگ سیاه و الاغ و زن نماز را باطل می کند.[361]

البته این دیدگاه تحقیرآمیز به قدری سنگین و با کرامت زن منافی دارد که مورد اعتراض شدید همسران قرار گرفته.

جناب عائشه(رضی الله عنه) می گوید: «جعلتمونا بمنزلة الکلب و الحمار...».[362]

یعنی ما زنان را ردیف سگ و الاغ قرار دادید!!

[359] .السنن الکبری 3: 166 و 3554 - مصنف ابن ابی شیبه 1: 315.

[360] . صحیح مسلم 1: 145 - المحلی 4: 8.

[361] .المحلی 4: 11.

[362] .همان. عن عکرمة: یقطع الصلاة الکلب و المراة و الخنزیر و الحمار و الیهودی و النصرانی و المجوسی.

مصنف ابن ابی شیبه 1: 315.

آٹھویں فصل:

امام زمان (ع) سے مربوط اشکالات

عقیدہ مہدویت کے بارے میں شیعہ اور سنی مکتب میں کچھ مشترکات اور کچھ اختلافات پائی جاتی ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

مشترکات : وجود میں آنا، قریشی ہونا، رسول ، علی ، فاطمہ اور امام حسین(ع) کی اولاد میں سے ہونا،اسی طرح کنیت اور نام بھی اہل سنت اور شیعہ دونوں کے نزدیک ایک جیسے ہیں. آپ کے ظہور کے بارے میں ۶۵۷ احادیث موجود ہیں . صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے بھی ان احادیث کو صحیح السند مانے ہیں.

افتراقات: معصوم ہونا اور نہ ہونا، علم غیب رکھنا اور نہ رکھنا، گیارہ اماموں کے بعد امام عسکری کی اولاد میں سے ہونا اور نہ ہونا، ولادت ہوچکی ہے اور بعد میں ہوگی، جبکہ شیعہ کے ہاں صحیح احادیث موجود ہیں ، جن میں سے ایک حدیث کو نمونے کے طور پر یہاں بیان کریں گے :

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص أَوْصَى بِأَمْرِ اللهِ تَعَالَى إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع وَ أَوْصَى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى الْحَسَنِ وَ أَوْصَى الْحَسَنُ إِلَى الْحُسَيْنِ وَ أَوْصَى الْحُسَيْنُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَ أَوْصَى عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ وَ أَوْصَى مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْبَاقِرُ إِلَى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ وَ أَوْصَى جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّادِقُ إِلَى مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَ أَوْصَى مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ إِلَى ابْنِهِ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا وَ أَوْصَى عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا إِلَى ابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَ أَوْصَى مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى ابْنِهِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ وَ أَوْصَى عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَ أَوْصَى الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى ابْنِهِ حُجَّةِ اللهِ الْقَائِمِ بِالْحَقِّ الَّذِي لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ وَاحِدٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ حَتَّى يَخْرُجَ فَيَمْلَأَهَا عَدْلًا وَ قِسْطاً كَمَا مُلِئَتْ جَوْراً وَ ظُلْما.[1]

----

(۱):- الکافی ج۱، باب السعادة و الشقاء ص ۱۵۲.

اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اکرم (ص) نے اپنے بھائی علی کو اپنا جانشین بنایا اور علی نے اپنے بیٹے حسن کو انہوں نے حسین کو ... یہاں تک کہ امام حسن العسکری نے امام زمان کو اپنا جانشین بنایا جو اس دنیا کو عدل و انصاف سے پر کریگا اگرچہ اس دنیا کی زندگی ایک دن سے زیادہ نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طول دیگا یہاں تک کہ مھدی ظہور فرمائے گا اور اس دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح پر کریگا جس طرح ظلم و جور سے پر ہوچکی ہے.

ٍ الاحتجاج على اهل اللجاج ج١ ٦٩ ذكر تعيين الائمة الطاهرة بعد النبى ص و احتجاج الله تعالى بمكانهم على كافة الخلق ..... ص : ٦٧

دَعَوْتُهُ وَ إِنْ رَجَعَ إِلَيَّ قَبِلْتُهُ وَ إِنْ قَرَعَ بَابِي فَتَحْتُهُ وَ مَنْ لَمْ يَشْهَدْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا وَحْدِي أَوْ شَهِدَ بِذَلِكَ وَ لَمْ يَشْهَدْ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدِي وَ رَسُولِي أَوْ شَهِدَ بِذَلِكَ وَ لَمْ يَشْهَدْ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَلِيفَتِي أَوْ شَهِدَ بِذَلِكَ وَ لَمْ يَشْهَدْ أَنَّ الْأَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِهِ حُجَجِي فَقَدْ جَحَدَ نِعْمَتِي وَ صَغَّرَ عَظَمَتِي وَ كَفَرَ بِآيَاتِي وَ كُتُبِي إِنْ قَصَدَنِي حَجَبْتُهُ وَ إِنْ سَأَلَنِي حَرَمْتُهُ وَ إِنْ نَادَانِي لَمْ أَسْمَعْ نِدَاءَهُ وَ إِنْ دَعَانِي لَمْ أَسْتَجِبْ دُعَاءَهُ وَ إِنْ رَجَانِي خَيَّبْتُهُ وَ ذَلِكَ جَزَاؤُهُ مِنِّي وَ ما أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ فَقَامَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَنِ الْأَئِمَّةُ مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقَالَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ زَيْنُ الْعَابِدِينَ فِي زَمَانِهِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ثُمَّ الْبَاقِرُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَ سَتُدْرِكُهُ يَا جَابِرُ فَإِذَا أَدْرَكْتَهُ فَأَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ ثُمَّ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الْكَاظِمُ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ثُمَّ الرِّضَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى ثُمَّ التَّقِيُّ الْجَوَادُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ النَّقِيُّ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ الزَّكِيُّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ ابْنُهُ الْقَائِمُ

بِالْحَقِّ مَهْدِيُّ أُمَّتِي مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ صَاحِبُ الزَّمَانِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ الَّذِي يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطاً وَ عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَ جَوْراً هَؤُلَاءِ يَا جَابِرُ خُلَفَائِي وَ أَوْصِيَائِي وَ أَوْلَادِي وَ عِتْرَتِي مَنْ أَطَاعَهُمْ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَ مَنْ عَصَاهُمْ فَقَدْ عَصَانِي وَ مَنْ أَنْكَرَهُمْ أَوْ أَنْكَرَ وَاحِداً مِنْهُمْ فَقَدْ أَنْكَرَنِي بِهِمْ يُمْسِكُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ بِهِمْ يَحْفَظُ اللهُ الْأَرْضَ أَنْ تَمِيدَ بِأَهْلِهَا

ای یودی از ذریت من در آخر الزمان مدی علی السلّام .بیرون آید او .بعد از خروج آن حضرت عیسی بن مریم از آسمان بحکم قادر سبحان بواسط نصرت و دریافت صحبت لازم المسرت آن خلاص خاندان طیبین و طارین بزمین آید و بجت تصدیق آن امام زمان در وقت ادای فرایض ایزد لام راقتد .آن امام خاص و عام نماید و نماز دوگان در عقب آن یگان گور ولایت و نبوت بجای آرد و مزید درج ثواب و عزت آن حضرت علی السّلام گردد.

بدانید که جمیع ائمة الهدی از من و از علیاند و بدانید که این جماعتاند که تا قیام قیامت امامت و ولایت آنها منتقو. ثابت است و مهدی از این طای. در آخر زمان خلی. ایزد بهان است که حکم و عدل نماید و نهی از جور و ستم فرماید.

احتجاج-ترجمه غفاری مازندرانی ج1 245 ذکر بیان معنی قاسین و مارقین و ناکثین ..... ص : 229

احتجاج-ترجمه غفاری مازندرانی ج1 169 فضیلت حضرت پیغمبر بر حضرت موسی بن عمران ..... ص : 167

ر و شصت و پنجم: و نیز در آن کتاب از سعید بن مسیب از سعد بن مالک حدیث کند که رسول خدا صلّی الله علیه و آله بعلی علیه السّلام فرمودند: یا علی! مقام و منزلت تو نسبت به من منزلت هارون از موسی است جز اینکه بعد از من پیغمبری نیست، قرض مرا ادا مینمی؛ و به وعدههای من وفا کنی؛ و پس از من بر تاویل (قرآن) جنگ کنی چنانچه من بر تنزیل آن جنگ کردم، یا علی دوستی تو (نشانه) ایمان و دشمنیات (علامت) نفاق است، و خداوند لطیف و خبیر مرا آگاه فرموده که از صلب حسین نه تن امامان معصوم و پاکیزه .بیرون آورد، و از ایشان است مهدی این امت که در

الانصاف فی النص علی الائمة ع ا ترجمه رسولی محلاتی ترجمهفارسی 241 حرف سین ..... ص : 231

از آن جمله خبری است که در احتجاج نقل شده از کافری که مدعی تناقض قرآن بود امیر المؤمنین ذکر دلائل و کنایاتی که در باره آنها در قرآن نازل شده مینماید میفرماید: «بَقِیَّتُ اللهِ» یعنی مهدی که میآید پس از انقضاء مهلت زمین را پر از عدل و داد میکند چنانچه پر از جور شده و از آن جمله خبری است که

بخش امامت-ترجمه جلد نتم بحار الانوار ج2 180 بخش پنزاه و ششم آئمه علیهم السلام حزب الله لو بقیة الله و ب-ر و قبله-ر و انشاندن علم همان علم اوصیاء است ..... ص : 180

از آن جمله خبری است که در احتجاج نقل شده از کافری که مدعی تناقض قرآن بود امیر المؤمنین ذکر دلائ و کنایاتی-که در بـاره آنها در قرآن نازل شده مینماید میفرماید: هم بقیت الله یعنی مهدی که میآید پس از انقضاء مـلت زمین را پر از عـدل و داد میکنـد چنانچه پر از جور شده و از آن جمله خبری است که

مامون گفت:ایا ابا الحسن نظر اشهد باره رجعت چیست فرمود: رجعت یک واقعیت است در امتهای قبل نیز بوده و قـرآن شـاهد آن است با اینکه پیغمبر اکرم نیز فرموده هر چه در امتهای پیشین اتفاق افتاده در این امت نیز هست کاملا برابر و بـرون ذره‌ای پس و پیش و فرموده است وقتی مهدی از فرزندانم ظهور کند عیسی بن مریم فرود میآید و پشت سر او نماز میخواند و فرمـوده اسـت اسـلام غریب آغاز شد و در آینده نیز بحالت غربت خواهد رسید ای خوشا بحال

مامون گفت:ایا ابا الحسن نظر اشهد باره رجعت چیست فرمود: رجعت یک واقعیت است در امتهای قبل نیز بوده و قـرآن شـاهد آن است با اینکه پیغمبر اکرم نیز فرموده هر چه در امتهای پیشین اتفاق افتاده در این امت نیز هست کاملا برابر و بـرون ذره‌ای پس و پیش و فرموده است وقتی مهدی از فرزندانم ظهور کند عیسی بن مریم فرود میآید و پشت سر او نماز میخواند و فرمـوده اسـت اسـلام غریب آغاز شد و در آینده نیز بحالت غربت خواهد رسید ای خوشا بحال

اشکال : امام غائب کا کیا فائدہ ؟

امام کو منصوب کیاجاتاہے تاکہ لوگوں کو دین اور آخرت کی تعلیمات دیں اور رہنمائی کریں ، اوریہ اس وقت ممکن ہے کہ امام لوگوں کے درمیان موجود ہو.اگر ظاہر ہی نہ ہو تو اسے کیسے فائدہ پہنچا جائے ؟!!

جواب:

1. دوران غیبت میں اگر ہم فائدہ امام کو درک نہیں کرسکتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امام غائب بے فائدہ ہے
2. غیبت کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے امور میں کو ئی بھی تصرف نہیں کرسکتا، بلکہ یہ ممکن ہے کہ غائب رہ کربھی امّت کے امور میں تصرف کرے.
3. یہ بھی معلوم ہے کہ سارے لوگوں کا امام تک رسائی ممکن نہیں ہے،لیکن بعض خاص افراد کو اپنا جانشین بنا کر لوگوں کے مسائل ان کے ذریعے حل کراتے ہیں ، انہی افراد کا سلسلہ بڑھتے بڑھتے مجتہدین تک آتا ہے .
4. امام غائب کی حکومت بھی انہی نائبین کے ذریعے ممکن ہے ، اور خود امام کے حاضر ہونے کی ضرورت بھی نہیں ہے .

فلسفہ غیبت امام زمان کیا ہے ؟

1. جانی حفاظت کی خاطر غیبت کو چلے گئے ، کیونکہ اگر طبیعی طور پر زندگی کرتے تو مختصر سال زندگی کرنے کے بعد اس دنیا سے رحلت کرجاتے . جبکہ رسول خدا(ص) نے فرمایا تھا کہ میرےبعد بارہ خلیفہ ہونگے اور وہ بھی سب قریشی . دوسری طرف قیامت تک کیلئے یہ بارہ جانشین سے ہی کو زندہ رکھنا تھا.
2. لوگوں کا امتحان لینا مقصود تھا .
3. اسرار الٰہی میں سے ایک سرّ الٰہی تھا.
4. یاران اوردوستوں کی کمی تھی.
5. انبیاء الٰہی کی سنت کا اجراءکرنا تھا.

اشکال: اتنی طولانی عمر کیسے ممکن ہے؟

جواب: اس کیلئے عقلی اور نقلی توجیہات موجود ہیں:

عقلی توجیہ: عقلاً عمر طولانی ناممکن نہیں ہے بلکہ اگر ناممکن ہوتا تو شروع سے ہی نہ ہوتا .

نقلی توجیہ: جبکہ قرآن کریم میں ایسے کئی نمونے بیان ہوئے ہیں: جیسے حضرت نوح (ع)نے دو ہزار سال عمر کی ، اصحاب کہف نے تین سو دس سال زندگی کی ، حضرت عزیر (ع)نے ایک سو پچاس سال زندگی کی، حضرت یونس(ع): وَ ذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغاضِباً فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنادى فِي الظُّلُماتِ أَنْ لا إِلهَ إِلاَّ أَنْتَ سُبْحانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (1) کہ یہ حضرات غیر طبیعی طور پر زندگی کرچکے ہیں. یہ جواب نقضی ہے . لیکن جواب حلّی یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے یا نہیں: بالکل ہے . ان اللہ علی کل شیء قدیر. پس اللہ تعالیٰ اپنے اہداف کے حصول کی خاطر کسی کو زیادہ عرصے تک زندہ رکھتا ہے .اور اس میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے .

بیالوجی اور تجرباتی توجیہ: یہ بھی ثابت کرچکا ہے کہ موت کسی نہ کسی بیماری یا حادثہ کے عارض ہونے پر واقع ہوتی ہے ، اگر یہ چیزیں نہ ہوتو عمر طولانی ہوسکتی ہے . اسی لئے اگر کسی کی موت پر اسرار طریقے سے واقع ہوئی ہو تو اس ڈیڈ باڈی کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، تاکہ معلوم ہوجائے کہ موت کیسے واقع ہوئی ہے ؟

اشکال : غیبت امام قاعدہ لطف کے منافی

یعنی قاعدہ لطف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ پر فرض تھا کہ انسان کی ہدایت کیلئے نبی کے بعد بھی رہبر اور امام کا بندوبست کرے ؛ لیکن آخری امام کو پردہ غیبت میں رکھ کر اپنے لطف و کرم سے لوگوں کو محروم کردیا.

جواب: امام کے غیبت میں جانے کا اصل عامل خدا نہیں بلکہ ہم انسان ہیں کہ لوگوں پر اس امام کی تبعیت اور پیروی واجب تھی لیکن نہیں کی.

----

(1):- . الانبیاء ۸۷.

دوسری بات یہ ہے کہ غیبت میں امام کا وجود کالعدم تو نہیں ہے بلکہ غیبت میں رہنے امام کے بعض فیوضات سے ہم محروم ہوجاتے ہیں ، جیسے امام کی بدون واسطہ حکومت،اور تعلیم احکام الٰہی کا بیان اور معارف دین کو خود امام کی زبانی سننے سے محروم ہوئے ہیں لیکن دیگر فوائد ، جیسے باطنی اور روحانی فوائد سے مستفید ہوسکتے ہیں اسی طرح مسلمانوں کی امداد اور واسطہ فیض الٰہی حالت غیبت میں بھی ممکن ہے ۔ ناممکن نہیں. علامہ حلی کلام خواجہ نصیر الدین کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں : لطف الٰہی کی تکمیل اور اتمام کیلئے تین چیزوں کاہونا ضروری ہے:

1. اللہ تعالیٰ انجام دے دے کہ ۲۵۵ ھ میں اللہ تعالیٰ نے امام حسن عسکری کو یہ نور مھدی موعود کی شکل میں عطا کیا.
2. امام قبول کرے کہ امام نے بھی قبول کیا .
3. امت ان کی تربیت کرے ، کہ انہوں نے ان کی تربیت کرنے سے روگردانی کی ۔

مہدویت کے موضوع پر اہم کتابیں:

مجلہ انتظار،ورسنامہ مھدویت خدامرادی، نگین آفرینش، امامت و غیبت، خلقت جمکران، آخرین امید، داود الہامی، مھدی موجود جوادی آملی، مکارم شیرازی،

رجعت سے کیا مراد ہے اور کیا یہ ممکن ہے؟

جواب: رجعت سے مراد امام زمان ع کے دور میں مؤمنین اور کفار کے ایک ایک گروہ کا دوبارہ زندہ ہونا ہے . اور یہ ناممکن نہیں ہے ، کیونکہ اس کی بہت ساری مثال تاریخ میں ملتی ہے جن میں سے بعض کا ذکر کروں گا:

1. قوم موسیٰ میں سے ۷۰ افراد کا رجعت کرنا.

2. مرنے کے بعد ہزاروں لوگوں کی رجعت : (أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ [۱]). ترجمہ

3. او کالذی مر علی قریة.[۲]جو سو سال کے بعد زندہ ہوا تھا ، یہ واقعہ حضرت عزیز اور عزیر کا واقعہ ہے.

4. سام بن نوح کی دنیا میں رجعت.

5. فرزندان حضرت ایوب کی رجعت[۳]

اسلام میں بھی رجعت کے کئی نمونے موجود ہیں : جیسا کہ اہل سنت کے علماء میں سے ابن ابی الدنیا (متوفی۲۰۸) نے اس سلسلے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام:من عاش بعد الموت رکھا ہے جسے عربستان میں چھاپی گئی .جس میں کئی نمونے پیش کئے ہیں، جیسے:

1 رجعت زیدبن خارجہ.

2- رجعت جوانی از انصار.

3- رجعت مردی از مقتولین مسیلمہ.

4- رجعت ابن خراش.

5- رجعت یکی از بستگان- دایی- ابن ضحاک.

6- رجعت رؤبہ دختر بیہان.

7- رجعت شخصی از بنیجہینہ(4)

----

(۱):سورہ بقرہ: ۲۴۳.

(۲):سورہ بقرہ: ۲۵۹.

(۳):- الدر المنثور، ج ۵، ص ۳۱۶؛ جامع البیان، ج ۱۶، ص ۴۲؛ تفسیر نیشابوری، ص ۴۴؛ الشیعہ و الرجعہ، ج ۲، ص ۱۵۴ .

(۴):- ترمذی، ج ۵، ص ۲۶.

نویں فصل : مشروعیت متعہ

قرآن میں متعہ کا حکم

وَ الْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَ أُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَالِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَالِكُم محُّصِنِينَ غَيرْ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنهْنَّ فَاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللهَ كاَنَ عَلِيمًا حَكِيمًا.(۱)

اورتم پر حرام ہیں شادی شدہ عورتیں- لاوہ ان کے جو تمہاری کنیزیں بن جائیں- یہ خدا کا کھلا ہوا قانون ہے اور ان سب عورتوں کے لاوہ تمہارے لئے حلال ہے کہ اپنے اموال کے ذریعہ عورتوں سے رشتہ پیدا کرو عفت و پاک دامنی کے ساتھ سفاح و زنا کے ساتھ نہیں پس جو بھی ان عورتوں سے تمتع کرے ان کی اجرت انہیں . ور فریضہ دے دے اور فریضہ کیلے بعد آپس میں رضا مندی ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے بیشک اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے.

اس آیہ شریفہ کی توضیح:

میں درمیانی جملہ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً) ازدواج موقت کی طرف اشارہ ہے . جسے اصطلاح میں "متعہ" کہتے ہیں. فرماتے ہیں کہ جن عورتوں سے متعہ کرتے ہو ان کا مہریہ واجب الادا کی نیت سے دیا کرو .اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواج موقت کی اصل تشریع اس آیہ شریفہ کی نزول سے پہلے لوگوں کوپتہ تھا . اسی لئے ان کو ان کا مہریہ دینے کا حکم دیا جا رہا ہے .اور چونکہ یہ بحث ایک فقہی اور اجتماعی بحث ہے لہذا اس پردرج ذیل جہات سے تفصیلی بحث کرنا ضروری ہے :

----

(۱):- النساء ۲۴.

کیا آیۃ میں قرینے موجود ہیں جو ازدواج موقت "متعہ" پر دلالت کرتے ہیں ؟

جواب: استمتعتم کلمہ متعہ سے مشتق ہے اسلام میں اس کا معنی ازدواج موقت ہے . اور یہ اصطلاح . بارے میں حقیقت شرعیہ بن چکی ہے . اس کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) اور اصحاب کی روایات میں بھی اسی معنی میں لیاہے.[1]

الف:اگر یہ کلمہ اس معنی میں استعمال نہ ہو تو اس کی لغوی معنی (لذت اٹھانا)میں ضرور استعمال کرنا چاہئے ایسی صورت میں اس کی تفسیر یہ ہوگی : اگر نکاح دائم والی عورت سے لذت حاصل کرے تو اس کا مہریہ اسے ادا کرو. جبکہ معلوم ہے کہ ان کا مہریادا کرنا ، لذت اٹھانے پر موقوف نہیں ہے . بلکہ مشہور یہ ہے کہ اس کاسارا مہریہ یا حد اقل آدھا مہریہ نکاح پڑھتے ہی دینا واجب ہوجاتا ہے .

ب: اصحاب اور تابعین میں سے ابن عباس جیسے دانشور اور مفسّر ، ابی بن کعب ، جابر بن عبداللہ، عمران بن حسین و سعید بن جبیر ، و مجاہد و قتادہ و سدی اور اہل سنت اور اہل تشیع کے بڑے بڑے مفسّرین نے درج بالا آیت کی تفسیر متعہ کو لیا ہے یہاں تک کہ فخر رازی جو ہر وقت شیعوں سے مربوط مسائل پہ اشکالات کرتے رہتے ہیں ، کہتے ہیں کہ اوپر والی آیۃ متعہ کے جواز پر دلالت کرتی ہے.

ج: آئمہ اطھار (ع)جو سب سے بہتر اسرار وحی سے باخبر ہیں تمام کا اتفاق ہے کہ آیہ کی اسی طرح تفسیر کی ہیں . امام صادق (ع)فرماتے ہیں : المتعۃ نزل بھا القرآن و جرت بھا السنۃ من رسول اللہ(ص) یعنی متعہ کا حکم قرآن نے دیا ہے اور اس کے مطابق رسول اللہ(ص) نے عمل بھی کیا ہے [2]

----

(۱):- تفسیر نمونہ، ج۳، ص: ۳۳۶.

(۲):- نور الثقلین جلد اول صفحہ ۴۶۷ و تفسیر برہان صفحہ ۳۶۰ جلد اول.

عَنْ أَبِی بَصِيرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِی الْقُرْآنِ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَ لا جُناحَ عَلَيْكُمْ فِيما تَراضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ [۱]

ابی بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر (ع) سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اس بارے میں قرآن کا حکم ہے ؛ اور اوپر والی آیۃ کی تلاوت فرمائی ۔ یعنی قرآن نے حکم دیا اور رسول اکرم (ص) نے اس پر عمل کیا۔[۲] امام باقر(ع) نے عبداللہ بن عمیر لیثی کے سوال کے جواب میں فرمایا: احلها الله فی کتابه و علی لسان نبیه فهی حلال الی یوم القیامة. خدا تعالیٰ نے اسے قرآن میں اور پیغمبر (ص) کی زبانی حلال قرار دیا ہے جو قیامت تک کیلئے حلال ہوگا [۳]

کیا یہ آیۃ منسوخ نہیں ہوئی ہے؟

کیا متعہ پیغمبر(ص) کے زمانے میں تھا ، ایسی صورت میں کیا بعد میں نسخ نہیں ہوا ہے؟

جواب:علماے اسلام کا اتفاق ہے کہ متعہ آغاز اسلام میں مشروع تھا ، چنانچہ آیت سے ثابت ہوا کہ یہ مسلمات میں سے ہے . رسول اللہ(ص) بھی متعہ کیا کرتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی ؛ حتی حضرت عمر کے اس جملے سے تو اور بھی واضح ہوجاتا ہے کہ پیغمبر(ص) کے زمانے میں موجود تھا؛ متعتان کانتا علی عهد رسول الله و انا محرمهما و معاقب علیهما متعة النساء و متعة الحج.[۴]

أَحَلَّ اللهُ الْمُتْعَةَ مِنَ النِّسَاءِ فِی كِتَابِهِ وَ الْمُتْعَةَ فِی الْحَجِّ أَحَلَّهُمَا ثُمَّ لَمْ يُحَرِّمْهُمَا فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ أَنْ يَتَمَتَّعَ مِنَمد الْمَرْأَةِ فَعَلَى كِتَابِ اللهِ وَ سُنَنِهِ نِكَاحٍ غَيْرِ سِفَاحٍ تَرَاضَيَا عَلَى مَا أَحَبَّا مِنَ الْأَجْرِ وَ الْأَجَلِ كَمَا قَالَ اللهُ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَ لا جُناحَ عَلَيْكُمْ فِيما تَراضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنْ هُمَا أَحَبَّا أَنْ يَمُدَّا فِی الْأَجَلِ عَلَى ذَلِكَ الْأَجْرِ فَآخِرَ يَوْمٍ مِن[۵]

----

(۱):- الکافی، ج۵، ابواب المتعة، ص : ۴۴۸.

(۲):- از ہمان مدرک، تفسیر نمونہ، ج۳، ص: ۳۳۷.

(۳):- تفسیر برہان ذیل آیہ .

(۴):- کنز العرفان ،ج۲، ص۱۵۸- تفسیر قرطبی و طبری، سنن کبرای بیہقی،ج ۷ کتاب نکاح.

(۵):- بحار الانوار ,ج۴۶ مناظرات ع مع المخالفین ,ص : ۳۴۷.

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حج تمتع اور متعۃ النساء کو حلال اور جائز قرار دیا ہے اور اسے حرام قرار نہیں دیا ہے اگر کوئی مسلمان عورت کے ساتھ متعہ کرنے تو اس نے کتاب الٰہی اور سنت نبی پر عمل کیا ہے اگر مرد اور عورت جتنی اجرت اور مدت پر راضی ہوجائے تو یہ زنا نہیں ہے بلکہ یہ نکاح ہے ، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے . پس جو بھی ان عورتوں سے تمتع کرے ان کی اجرت انہیں . ور فریضہ دے دے اور فریضہ کے بعد آپس میں رضا مندی ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے بیشک اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے، اگر یہ دونوں راضی ہوجائے تو اس مدت میں اضافہ کرسکتے ہیں...

أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِی مُسْنَدِهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ فِی مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَ اللَّفْظُ لَهُ قَالَ أُنْزِلَتِ الْمُتْعَةُ فِی كِتَابِ اللهِ وَ عَلِمْنَاهَا وَ فَعَلْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ ص وَ لَمْ يَنْزِلْ قُرْآنٌ بِتَحْرِيمِهَا وَ لَمْ يُنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ رَسُولُ اللهِ (ص)[1]

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب میں عمران بن حصین سے متعۃ النساء اور اس کے الفاظ کے بارے میں روایت کرتے ہوئے کہا: متعہ کا حکم قرآن میں آیا ہے اور ہم اسے جانتے بھی ہیں اس پر رسول اللہ(ص) کی موجودگی میں عمل بھی کئے ہیں. اور قرآن میں کوئی آیۃ بھی نہیں اتری ہے جو اسے حرام قرار دیتی ہو اور اس سے منع بھی نہیں کیا گیا یہاں تک کہ رسول خدا (ص) اس دار فانی سے رخصت کرئے.اسی روایت کے ذیل میں نقل کیاہے:عبد المحمود بن داود نے کہا دیکھئے کہ صحاح ستہ کی واضح احادیث جو نکاح متعہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سب کا یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے فقط یہ دیکھیں کہ ان کے خلیفہ عمر نے نبی کی شریعت میں تبدیلی لائی ہے ۔ پھر یہ دیکھیں کہ ان کے ماننے والے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اسے ممنوع سمجھتے ہیں . پس کیا یہ جائز ہے کہ انبیاء کی شریعت میں ان کے اصحاب اور نمائندے تبدیلی لائیں یااپنے لئے ایک جدید حکم منتخب کرے جو سنت رسول کے خلاف ہو؛ توکیا یہ لوگ اس آیہ شریفہ کا مصداق نہیں ہونگے؟!!

----

(۱):- الطرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف،ج۲،۴۵۹،نہی عمر عن المتعۃ، ص ۴۵۷.

وَ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِما أَنْزَلَ الله فَأُولئِكَ هُمُ الْكافِرُونَ هُمُ الظّالِمُونَ هُمُ الْفاسِقُونَ. اور اس سےَ بھی بڑھ کر تعجب کی ۔ بات یہ ہے کہ اکثر مسلمانَ بھی عمر کی اب تک پیروی کرتے ہوئے اسے حرام سمجھتےہیں :

اور جوُنخ کے قائل ہوئے ہیں اور سوایا ت لے کر آئے ہیں خود سرگردان اور پریشان ہیں ۔ بعض روایتیں کہتی ہیں کہ خود پیغمبر(ص) کے زمانے میں منسوخ ہوچکی ہے ۔ بعض روایتیں کہتی ہیں اس آیت کا نُخ کرنے والی طلاق کی آیت ہے : يا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذا طَلَّقْتُمُ النِّساءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ أَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا الله رَبَّكُم (ا) اے پیغمبر ! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت کے حساب سے طلاق دو اورَ پھر عدت کا حساب رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ تمہارا پروردگار ہے . جبکہ یہ آیۃ مورد بحث سے کوئی ربط نہیں ہے .کیونکہ یہ آیہ طلاق کے ۔ بارے میں بحث کرتی ہے جب کہ متعہ میں کوئی طلاق موجود نہیں ہے . مختصر اب تک کوئی ایسی ٹھوس دلیل جو قابل اعتماد ہو اس آیہ اور حکم کے نُخ پر موجود نہیں ہے .

اور یہَ بھی روشن ہے کہ رسول اللہ(ص) کے بعد کسی کوَ بھی حق نہیں کہ وہ کسیَ بھی حکم شریعت کو نُخ کرے ۔ یعنی باب نُخ آپ (ص) پر مسدود ہوچکا ہے ورنہ ہر کوئی اپنی ذاتی اجتھاد کے ذریعے احکامات میں ردو بدل کر سکتےتھے ۔ پھر تو کوئی شریعت جاودانی باقی نہیں رہ سکتی .اور جوَ بھی اجتہاد قول پیغمبر (ص) کے مقابلے میں ہو وہ اجتہاد بالرای ہے جس کی شریعت میں کوئی اہمیت نہیں ہے .

مزے کی بات یہ ہے کہ صحیح ترمذی جو اہل سنت کے معروف صحاح ستہ میں سے ہے اور اسی طرح دارقطنی میںَ بھی بیان کیا گیا ہے کہ کسی شامی نے عبداللہ بن عمرسے اس کے بارے میں سوال کیا تو اس نے صراحت کے ساتھ بتادیا کہ متعہ حلال اور نیک کام ہے . قصہ یوں ہے :

(ا):- طلاق ا.

ایک مرد شامی نے عبداللہ بن عمر سے متعہ حج کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا حلال ہے. تو مرد شامی نے کہا : آپ کے والد نے تو اسے حرام قرار دیا ہے . عبداللہ نے کہا : میرے باپ نے منع کیا ہے اور رسول خدا (ص) نے اس پر عمل کیا ہے. اب تو خود بتا کہ میں کیا کروں ؟ میرے باپ کے روے کو عملی کروں یا سنت پیغمبر (ص) کو بجا لاؤں ؟! اور میں پیغمبر (ص) کی سنت کو بجا لاؤں گا . دور ہوجا یہاں سے [1]راغب اصفہانی اپنی کتاب "محاضرات" میں لکھتا ہے : ایک مسلمان نے متعہ کرنا چاہا تو اس سے لوگوں نے سوال کیا کہ اس کا جائز اور حلال ہونے کو کہاں سے ثابت کیا ؟ تو اس نے جواب دیا : حضرت عمر سے .

لوگوں نے تعجب کے ساتھ کہا : یہ کیسے ممکن ہے انہوں نے تو اس سے منع کرتے ہوئے اس کے مرتکب ہونے والوں کو مجازات اور سزا کی دھمکی بھی دی ہے . اس نے کہا : بہت اچھا ؛ میں بھی اسی لئے کہتا ہوں . کیونکہ عمر نے کہا: پیغمبر (ص) نے اسے حلال کیا تھا میں اسے حرام قرار دیتا ہوں . تو میں اس کی مشروعیت کو پیغمبر (ص) قبول کرتا ہوں اور اس کی تحریم کو کسی سے بھی قبول نہیں کروں گا .[2]ایک اور اہم مطلب کہ جس کی طرف اشارکرنا ضروری سمجھتا ہوں یہ ہے کہ سب سے پہلے اہل سنت کے منابع میں متعدد روایات میں تصریح کی ہے کہ یہ حکم پیغمبر کے زمانے میں موسخ نہیں ہوا ہے بلکہ عمر کے زمانے میں اس سے روکا گیا ہے . لہذا جو حضرات نسخ کے قائل ہیں ، ان کو چاہئے کہ ان روایات کا جواب تلاش کریں ،جن کی تعداد علامہ امینی نے الغدیر،ج٦ میں ٢٤ روایات ذکر ئے ہیں ، ان میں سے ایک دو روایات کو . ور نمونہ بیان کریں گے :

۱. صحیح مسلم: رسول اللہ(ص)، ابوبکر اور عمر کی حکومت کے ابتدائی دور میں متعہ حج اور متعہ نساء کیا کرتے تھے ، جسے عمر نے منع کیا: جابر بن عبد الله يقول كنا نستمتع بالقبضة من التمر والدقيق الايام على عهد رسول الله وابى بكر حتى نهى عنه عمر فى شآن عمر و بن حريث. عمر نے کہا: نکاح موقت سے اجتناب کریں میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں لایا جائے گا جو نکاح موقت کرے مگر اسے میں سنگسار کروں گا. [3]

----

(١):- سنن ترمزی،ح ٨٢٨.

(٢):- کنز العرفان، ج ٢، ص ١٥٩.

(٣):- باب نکاح المتعہ،ح١٤٠٥، ح١٢١٧.

۲. ابن رشد اندلسی کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھتا ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہا: پیغمبر (ص) کے زمانے سے لیکر ابوبکر اور خود عمر کے دور خلافت کے نصف مدت تک ہم متعہ کیا کرتے تھے ، بعد میں عمر نے ممنوع قرار دیا [1]

۳۔ کتاب" موطا" مالک و" سنن کبرا" بیہقی نے عروۃ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ: خولہ بنت حکیم نامی عورت نے عمر کے پاس آکر خبر دی کہ ایک مسلمان خاتون بنام ربیعہ بنت امیہ نے متعہ کیا ہے ؛ تو اس نے کہا: اگر پہلے سے اس کام سے نہی کی گئی ہوتی تو آج اسے سنگسار کرتا، لیکن اب کے بعد میں اس سے روکتا ہوں [2] ان کی ایک اور مشکل یہ ہے کہ جو روایات پیغمبر (ص) کے زمانے میں نسخ ہونے پر حکایت کرتی ہیں ؛ خود ایک دوسرے کے نقیض ہیں. کچھ کہتی ہیں جنگ خیبر میں نسخ ہوئی ہے . کچھ فتح مکہ کے دن ، کچھ جنگ تبوک میں ، کچھ کہتی ہیں جنگ اوطاس میں نسخ ہوئی ہے . لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری روایتیں جعلی ہیں. صاحب المنار لکھتا ہے کہ میں نے کہ میں نے اس کتاب کی تیسری اور چوتھی جلد میں تصریح کی ساتھ بیان کیا تھا کہ متعہ عمر کے زمانے میں ممنوع قرار دیا ہے ؛ لیکن بعد میں کچھ روایتیں ملی ہیں کہ جو دلالت کرتی ہیں کہ یہ خود پیغمبر (ص) کے زمانے میں منسوخ ہوچکی تھی . اس لئے میں استغفار کرتا ہوں [3] یہ بہت ہی تعصب آمیز والی بات ہے کیونکہ ان ضعیف اور نقیض والی روایات کے مقابلے میں صریح روایتیں ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ عمر کے زمانے میں منسوخ ہوا ہے . نہ پیغمبر اکرم (ص) کے زمانے میں ؛ پس نہ عذر خواہی کی ضرورت ہے اور نہ استغفار کی . درج بالادلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں تھی . دوسری بات . اور یہ بھی معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کی رحلت کے بعد نہ عمر کو اور نہ اہلبیت کو جو آپ کے حقیقی جانشین ہیں اختیار حاصل ہے کہ زمان پیغمبر کے احکامات کو منسوخ کرے . کیونکہ آپ کے بعد وحی کا دروازہ بند ہوچکا ہو. بعض نے عمر کے اس حکم کو اجتہاد پر حمل کیا ہے ؛ یہ خود قابل تعجب بات ہے کیونکہ نص کے مقابلے میں اجتہاد اسلام کی نگاہ میں بہت بڑا جرم ہے .

----

(۱):- بدایۃ المجتہد کتاب النکاح.

(۲):- الغدیر ، ج۶، ص ۲۱۰.

(۳):- تفسیر المنار جلد پنجم صفحہ ۱۶.

اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ فقھای اہل سنت کے ایک گروہ نے احکام ازدواج سے مربوط آیت کو متعہ والی آیت کا ناسخ قرار دیا ہے ،گویا انہوں نے ازدواج موقت کو اصلا ازدواج نہیں سمجھے ہیں جبکہ یہ مسلماً ازدواج کی دوسری قسم ہے .

اس قسم کی شادی ، اجتماعی ضرورت ہے . ازدواج موقت ایک اجتماعی ضرورت ہے . یہ ایک قانون کلی اور عمومی ہے کہ اگر انسان کے طبیعی غریزے کو صحیح اور جائز طریقے سے پورا نہ کرے تو وہ انحرافی اور ناجائز راہوں کی تلاش کرنے لگتا ہے ، کیوں کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ طبیعی غریزے کو ختم نہیں کرسکتے .اگر بالفرض کوئی اسے ختم کرے تو یہ عاقلانہ کام نہیں ہوگا، کیونکہ یہ طبیعی قانون کے ساتھ جنگ تصور کیا جائے گا. پس صحیح اور معقول زرائع سے اس تشنگی کا سیراب کرنا اور زندگی کو دوام بخشنا ہی عاقلانہ کام ہوگا .

اور یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جنسی غریزہ انسان کے دیگر تمام غریزے سے قوی تر ہے یہاں تک کہ اسی لئے بعض روان شناس اس جنسی غریزہ کو انسان کی اصلی ترین غریزہ جانتے ہیں .

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہر انسان کیلئے خاص عمر میں دائمی شادی کرنے کے شرائط اور مواقع فراہم نہیں ہوتا، یا شادی شدہ افراد اہل وعیال سے دور و دراز علاقوں اور ملکوں میں نوکری یا تجارت کی خاطر سفرکرنا پڑتا ہے اور اس غریزے کی پیاس بجھانا بھی ضروری ہوتا ہے تو ایسی صورت میں کیا کرے ؟! کیا اس غریزہ کو سرکوب کرکے رہبانیت کی طرف ترغیب دلائے جائیں، یا ناجائز اور غیرشرعی راہوں کو اپنائیں ، یا تیسرا راستہ جو قرآن وسنت کے مطابق بھی ہے اور کم خرچ بھی ہے اور آسانی سے کربھی سکتے ہیں ؛ اپنائیں؟! یقیناً یہ راستہ معقول ترین راستہ ہوگا . (1)

----

(1):- تفسیر نمونہ، ج ۳، ص: ۳۴۳

روایات

پہلی روایت: سَأَلَ أَبُو حَنِيفَةَ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ النُّعْمَانِ صَاحِبَ الطَّاقِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مَا تَقُولُ فِي الْمُتْعَةِ أَ تَزْعُمُ أَنَّهَا حَلَالٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَأْمُرَ نِسَاءَكَ أَنْ يُسْتَمْتَعْنَ وَ يَكْتَسِبْنَ عَلَيْكَ فَقَالَ لَهُ أَبُو جَعْفَرٍ لَيْسَ كُلُّ الصِّنَاعَاتِ يُرْغَبُ فِيهَا وَ إِنْ كَانَتْ حَلَالًا وَ لِلنَّاسِ أَقْدَارٌ وَ مَرَاتِبُ يَرْفَعُونَ أَقْدَارَهُمْ وَ لَكِنْ مَا تَقُولُ يَا أَبَا حَنِيفَةَ فِي النَّبِيذِ أَ تَزْعُمُ أَنَّهُ حَلَالٌ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُقْعِدَ نِسَاءَكَ فِي الْحَوَانِيتِ نَبَّاذَاتٍ فَيَكْتَسِبْنَ عَلَيْكَ.

ابو حنیفہ نے محمد بن نعمان صاحب طاق ابو جعفر (ع) سے سوال کیا : اے ابا جعفر متعہ کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے ؟ تو اس نے کہا : حلال ہے . تو ابو حنیفہ نے کہا: پھر کیوں اپنی خواتین کو متعہ کرنے نہیں دیتے تاکہ اس سے منفعت کسب کرسکیں؟! تو ابوجعفر (ع)نے کہا ہر جائز چیز کی طرف رغبت کرنا ضروری نہیں ہے . اے ابوحنیفہ نبیذ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا : حلال ہے . تو ابو جعفر نے کہا : اپنی خواتین کو ہوٹلوں میں نبیذ پلانے کیلئے کیوں نہیں جانے دیتے تاکہ اس کے ذریعے پیسہ کمائے؟

دوسری روایت:فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَاحِدَةٌ بِوَاحِدَةٍ ...ثُمَّ قَالَ لَهُ يَا أَبَا جَعْفَرٍ إِنَّ الْآيَةَ الَّتِي فِي سَأَلَ سَائِلٌ تَنْطِقُ بِتَحْرِيمِ الْمُتْعَةِ وَ الرِّوَايَةَ عَنِ النَّبِيِّ ص قَدْ جَاءَتْ بِنَسْخِهَا فَقَالَ لَهُ أَبُو جَعْفَرٍ يَا أَبَا حَنِيفَةَ إِنَّ سُورَةَ سَأَلَ سَائِلٌ مَكِّيَّةٌ وَ آيَةُ الْمُتْعَةِ مَدَنِيَّةٌ وَ رِوَايَتَكَ شَاذَّةٌ رَدِيَّةٌ فَقَالَ لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَ آيَةُ الْمِيرَاثِ أَيْضاً تَنْطِقُ بِنَسْخِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ قَدْ ثَبَتَ النِّكَاحُ بِغَيْرِ مِيرَاثٍ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ مِنْ أَيْنَ قُلْتَ ذَاكَ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ لَوْ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ ثُمَّ تُوُفِّيَ عَنْهَا مَا تَقُولُ فِيهَا قَالَ لَا تَرِثُ مِنْهُ قَالَ فَقَدْ ثَبَتَ النِّكَاحُ بِغَيْرِ مِيرَاثٍ ثُمَّ افْتَرَقَا [1]

----

(1):- الکافی ، ج5 ، ابواب المتعة ، ص : 448.

ابو حنیفہ نے کہا ایک کے بدلے ایک۔ پھر اس نے کہا اے ابوجعفر آیۃ سئل سائل بتاتی ہے کہ متعہ کرنا حرام ہے . اور پیغمبر اکرم (ص) سے بھی روایت ہے کہ یہ آیہ ناسخ ہے. تو ابوجعفر نے کہا اے ابوحنیفہ سال سائل والی آیۃ مکی ہے اور آیۃ متعہ مدنی .پس تیری روایت شاذ اور ردی ہے ، اس نے کہا آیۃ میراث بھی متعہ کو منسوخ کرتی ہے ، ابو جعفر نے کہا گاہے نکاح بغیر میراث کے بھی ممکن ہے. ابو حنیفہ نے کہا: تو یہ کہاں سے کہہ رہا ہے.؟ اگر کوئی مسلمان کسی اہل کتاب عورت سے شادی کرے پھر وہ مرجائے اس کے بارے میں تو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا وہ عورت اس شخص سے کوئی میراث نہیں پائے گی.

تیسری روایت:مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَتَزَوَّجُ الْمُتْعَةَ قَالَ تَقُولُ يَا أَمَةَ اللهِ أَتَزَوَّجُكِ كَذَا وَ كَذَا يَوْماً بِكَذَا وَ كَذَا دِرْهَماً فَإِذَا مَضَتْ تِلْكَ الْأَيَّامُ كَانَ طَلَاقُهَا فِي شَرْطِهَا وَ لَا عِدَّةَ لَهَا عَلَيْكَ (۱)

ابن ابی عمیر نے ہشام بن سالم سے نقل کی ہے کہ :میں نے کہا متعہ والا نکاح کیسے پڑھا جائے گا . تو انہوں نے کہا: تو کہے گا اے کنیز خدامیں تیرے ساتھ اتنے دنوں کیلئے اور اتنے مہر میں نکاح کرنا چاہتا ہوں کیا تو راضی ہے ؟ اگر راضی ہوجائے تو جب وہ ایام گذر جائے تو اس کی طلاق ہوجائے گی اور اس کیلئے تم پر کوئی عدہ نہیں ہے . البتہ یہ یائسہ عورت کیلئے ہے ورنہ غیر یائسہ کیلئے عدہ ہے .

چوتھی روایت:عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع مَا عِدَّةُ الْمُتْعَةِ إِذَا مَاتَ عَنْهَا الَّذِي تَمَتَّعَ بِهَا قَالَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَ عَشْراً قَالَ ثُمَّ قَالَ يَا زُرَارَةُ كُلُّ نِكَاحٍ إِذَا مَاتَ عَنْهَا الزَّوْجُ فَعَلَى الْمَرْأَةِ حُرَّةً كَانَتْ أَوْ أَمَةً أَوْ عَلَى أَيِّ وَجْهٍ كَانَ النِّكَاحُ مِنْهُ مُتْعَةً أَوْ تَزْوِيجاً أَوْ مِلْكَ يَمِينٍ فَالْعِدَّةُ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَ عَشْراً وَ عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَ الْأَمَةُ الْمُطَلَّقَةُ عَلَيْهَا نِصْفُ مَا عَلَى الْحُرَّةِ وَ كَذَلِكَ الْمُتْعَةُ عَلَيْهَا مِثْلُ مَا عَلَى الْأَمَةِ (۲)

----

(۱):- الکافی، ج ۵، باب شروط المتعۃ ،ص : ۴۵۵.

(۲):- من لایحضرہ الفقیہ،ج ۳ ،ص ۴۶۵.

زرارہ سے روایت ہے کہ انہوں نےامام باقر (ع)سے سوال کیا کہ متعہ کی عدہ کیا ہےجب اس کا شوہر مر جائے .تو امام نے فرمایا ۴مہینہ ۱۰ دن ۔ پھر فرمایا: اے زرارہ سارا نکاح جب شوہر مرجائے تو اس کی بیوی پر خواہ وہ آزاد ہو یا کنیز ہو اور نکاح جس جس قسم کا ہو خواہ متعہ ہو یا دائمی ہو یا ملکَ یمین ہوُ یعنی اپنی کنیز کواپنی زوجیت میں لائی گئی ہو ،ہر ایک پر ۴مہینہ ۱۰ دن عدہ پوری کرنا واجب ہے اور اگر طلاق ہوجائے تو ۳مہینہ عدہ پوری کرنا واجب ہے . اور اگر طلاق شدہ کنیز ہو تو آزاد عورت کا نصف عدہ پوری کرنا واجب ہے اور متعہ میںَ بھی کنیز کے برابر عدہ پوری کرنا ضروری ہے.

۔ پانچویں روایت:عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِی رِيَاحٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الله بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ مَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً رَحِمَ الله بِهَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ص وَ لَوْ لَا نَهْيُهُ عَنْهَا مَا احْتَاجَ إِلَى الزِّنَاءِ إِلَّا شَقِی[1] راوی کہتا ہے کہ میں نےابن عباس سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ متعہ بہت بڑی نعمت تھی جس کے ذریعے امت محمدی پر الله تعالیٰ نےاپنا کرم کیا تھا اور اگر (عمر) اس سے منع نہ کرتا توشقی انسان کےسوا کوئی بھی زنا کا مرتکب نہ ہوتا. ساتویں روایت:فَإِنَّهُ ص رُوِيَ عَنْهُ مُتَوَاتِراً أَنَّهُ رَخَّصَ الصَّحَابَةَ فِي الْمُتْعَةِ وَ اسْتَمْتَعُوا فِي زَمَانِهِ. وَ أَيْضاً أَفْتَى بِإِبَاحَتِهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيٌّ (ع)[2] رسول گرامی اسلام (ص)سے تواتر کے ساتھ روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے صحابہ کو متعہ کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی اورانہوں نے نے بھی آپ ہی کے زمانے میں متعہ کئے. اسی طرح امیر المؤمنین(ع) نے بھی متعہ کے مباح ہونے پر فتوی دیا تھا.

خالد بن مہاجر بن خالد مخزومی ایک شخص کے پاس بیٹھا تھا کوئی آکر متعہ کے بارے میں سوال کیا تو خالد نے کہا جائز اور مباح ہے . ابن ابی عمر ہ انصاری نے کہا آہستہ بولو! اتنی آسانی سے فتوی دیتے ہو؟

خالد نے کہا : خدا کی قسم ، اس کام کو ہم نے پرہیز کار اور متقی پیشواؤں کے دور میں انجام دئے ہیں [3]

----

(۱):- الطرائف فی معرفۃ مذاهب الطوائف،ج۲ ،نہی عمر عن المتعۃ ، ص ۴۵۷.

(۲):- نہج الحق و کشف الصدق،فی النکاح و فیہ مسائل، ص : ۵۲۱.

(۳):- صحیح مسلم،ج۳،ص۱۹۸،باب نکاح المتعہ؛ السنن کبری،ج۷،ص۲۰۵.

عموماً متعہ پر کئے جانے والے اشکالات

1: کبھی کہتے ہیں کہ متعہ اور فحشاء میں کیا فرق ہے ؟ دونوں کچھ پیسے کے مقابلے میں جسم فروشی ہے. درحقیقت فحشا پر نکاح کا ایک نقاب ہے . فرق صرف اتنا ہے کہ فقط ایک جملہ صیغہ اس میں لاگو ہوتا ہے.

جواب:یہ لوگ ازدواج کے مفہوم سے بھی واقف نہیں ہے کیونکہ متعہ میں صرف ایک جملہ نکاح پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ ازدواج دائمی کی طرح اس میں بھی شرائط موجود ہیں . جیسے یہ عورت اس مدت میں کسی اور شخص کے ساتھ رابطہ پیدا نہیں کرسکتی . اور جب مدت ختم ہوجائے تو کم از کم ۴۵ دن عدہ پوری کرنا واجب ہے . اگرچہ مختلف وسائل کے ذریعے حاملہ ہونے سے روک تھام کیا ہوا. اگر اس نکاح سے بچہ ہوجائے تو اولاد کا سارا حکم اس پر لاگو ہوگا . جبکہ فحشا کے ذریعے پیدا ہونے والا بچہ ان حقوق سے محروم ہے . ہاں صرف میاں اور بیوی متعہ میں ایک دوسرے سے ارث نہیں لے سکتے. اسی طرح اور بعض شرائط میں تھوڑی بہت فرق ہے . اور یہ تھوڑی بہت فرق اس ازدواج کو فحشاء کی صف میں نہیں لاسکتا. بعض کہتے ہیں:فحشاء کی طرح ازدواج موقت بھی سبب بنتا ہے کہ بے سرپرست بچوں کو معاشرے کے حوالہ کرے .

جواب: نامشروع طریقے سے پیداشدہ بچے اور متعہ سے پیدا شدہ بچے میں فرق ہے . متعہ سے پیداشدہ بچہ حلال باپ کا ہے جبکہ نامشروع بچہ وارین کا نہیں ہے.

راسل اور ازدواج موقت

انگلستان کے معروف دانشور بنام راسل اپنی کتاب زنا شويي اور اخلاق میں لکھتا ہے کہ جنسی مشکلات کے پیش نظر جوانوں کو ایک جدید طرز کے ازدواجی زندگی میں منسلک ہونا چاہئے جس میں شرائط آسان اور مناسب ہو: جیسے طرفین کی رضایت کے ساتھ بچہ دار ہونے نہ دے ، ایک دوسرے سے جدائی آسان طریقے سے ہوجائے ، اور طلاق کے بعد کوئی بھی ایک دوسرے سے حق نفقہ نہ

رکھتا ہو.اگر قانونی طور پرایسا ممکن ہوجائے تو میری نظر میں جوانوں کی بڑی خدمت ہوگی . کیونکہ اس طریقے سے بہت سے طالب علم جو اپنی کالج اور یونیورسٹی زندگی میں مناسب لڑکی سے متعہ کرے اور فحشاء اور منکرات سے محفوظ رہ سکیں گے[1]

آپ نے ملاحظہ کیا کہ راسل کا یہ نظریہ کم وبیش ازدواج موقت کا نظریہ ہے جسے قرآن اور سنت نے پیش کیا ہے .کہ بچہ دار ہونے سے اگرروکنا چاہے تو کوئی مانع نہیں ، ایک دوسرے سے الگ ہونا بھی بہت آسان ہے اور نان ونفقہ بھی واجب نہیں ہے .

صحیح بخاری: ابن عباس سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو کہا: رسول اللہ (ص)نے متعہ کی اجازت دی ہے.کنا فی جیش فاتانا رسول اللہ فقال انه قد اذن لکم ان تستمتعوا فاستمتعوا .[2] یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم لشکر رسول اللہ(ص) میں تھے کہ آپ تشریف لائے اور فرمایا : تمہیں متعہ کرنے کی اجازت دیتا ہوں پس تم متعہ کریں.

ثانیاً صراحت کیساتھ روایات اہلبیت بھی موجود ہے جن میں سے ایک امیرالمؤمنین (ع) کا فرمان ہے: لولا ان عمر نھا عن المتعة ما زنی الا شقی . اگر عمر متعہ سے لوگوں کو نہ روکتا تو سوائے شقی لوگوں کے کوئی زنا کا مرتکب نہ ہوتا.[3]

----

(۱):- کتاب زناشویی و اخلاق ص۱۸۹ و ۱۹۰.

(۲):- صحیح بخاری باب نکاح المتعہ، ح ۱۴۰۵، تفسیر ابن کثیر ، ص ۲۸۵.

(۳):- درالمنثور ، ج۲، ص ۱۴۰،سورہ نساء ۲۴.

حج تمتع عثمان کے دور میں

عن مروان بن الحکم قال شهدت عثمان و علیا وعثمان ینهی عن المتعة و ان یجمع بینهما فلما رای علیا اهلّ بهما اهلّ بهما لبیک بعمرة و حجة قال ما کنت لادع سنة النبی لقول احد. (۱) بخاری اور مسلم نے مروان بن حکم سے یوں نقل کئے ہیں : عثمان بن عفان کو دیکھا کہ حج تمتع سے لوگوں کو روک رہا تھا. لیکن علی ابن ابیطالب نے جب اسے روتے ہوئے دیکھا تو عمرہ اور حج کیلئے احرام باندھ لئے اور کہا: میں کبھی بھی قانون الہی اور سنت پیغمبر(ص)کو ایک آدمی کے منع کرنے پر نہیں چھوڑسکتا .

قال عمر ثلاث کن علی عهد رسول الله(ص) وانا محرمهن و معاقب علیهن : متعة الحج، متعة النساء وحیّ علی خیر العمل فی الاذان.(۲)

عمرنے کہا رسول اللہ(ص) کے زمانے میں تین چیزیں رائج تھیں لیکن میں انہیں ممنوع قرار دیتا ہوں اور انجام دینے والوں کو سزا دوں گا، وہ متعہ حج ، متعہ نساء اور اذان میں حی علی خیر العمل کا جملہ.

سنن ابن ماجہ : حضرت عمر نے کہا : مجھے معلوم ہے کہ پیغمبر (ص)اور ان کے اصحاب نے حج تمتع انجام دئے ہیں لیکن مجھے وہ اچھا نہیں لگتا کہ حاجی اس دوران اپنی بیوی سے ہمبستری کرکے سرسے پانی ٹپکتے ہوئے عبادت میں شامل ہوجائے (۳)

اس حدیث پر آپ غور کریں کہ حلال محمد(ص) کوحرام میں تبدیل کر رہا ہے .

سنن نسائی: ابن عباس کہتے ہیں : میں نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئےسنا: خدا کی قسم میں ضرور متعہ حج انجام دینے کی لوگوں کو اجازت نہیں دونگا اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ متعہ حج قرآن میں وارد ہوا ہے اور پیغمبر اکرم(ص) نے بھی اسے انجام دئے ہیں(۴)

----

(۱):- صحیح بخاری، باب التمتع والقران والافراد، ح ۱۵۶۳، صحیح مسلم، باب جواز التمتع، ح۱۲۲۳.

(۲):- موطا امام مالک بن انس.ج ۲۰، ص۲۲۳، سنن نسائی ، اور شرح سیوطی،ص۱۵۳.

(۳):- سنن ابن ماجہ ،ج۲، ص ۹۹۲، ح ۲۹۷۹. سنن نسائی،ج۲۵، ص ۲۵۱.

(۴):- سنن نسائی، ج۲۵، ص ۳۵۱.

مسلسل متعہ کرنے والی عورت کیلئے عدہ

سوال:کیا اس عورت کیلئے عدہ ہے جو مسلسل مختلف مردوں کے ساتھ متعہ کرتی ہے؟

جواب: تمام مجتہدین کا اتفاق ہے کہ اگر وہ عورت یائسہ (بھانج) نہ ہو تو اسے عدت پوری کرنی چاہیۓ. (امام. صافی،فاضل، نوری، سیستانی، مکارم،...)

سوال: اگر معلوم ہوجائے کہ متعہ والی عورت دیگر اجنبی مردوں کے ساتھ بھی رابطہ رکھی ہوئی ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب : وہ عورت گناہگار ہے اور مرد کو چاہیۓ کہ اس سے جدا ہو اور بقیہ مدت اسے بخش دے .

متعہ کرنا معیوب کیوں؟

سوال:اگر متعہ جائز ہے تو کیوں ہمارے اسلامی معاشرے میں اسے معیوب سمجھے جاتے ہیں ؟

جواب: ہمارے متدین اسلامی معاشرے میں اسے کوئی معیوب نہیں سمجھے جاتے ہیں .کیونکہ دین مبین اسلام نے اس کا حکم دیا ہے ،آیات بھی اور روایات بھی اسے جائز اور حلال قرار دیتے ہیں تو ہم اسے معیوب کیوں کر سمجھ سکتے ہیں ؟ ہاں اگر اسے قانونی اور رسمی طور پر رائج کرنا چاہیے تو اس کیلئے پہلے زمینہ سازی کرنا ضروری ہے ورنہ شہوت پرست لوگ اپنی ہوس رانی کی خاطر آداب ورسوم ، شرعی اور عرفی حدود سے تجاوز کریں گے اس طرح معاشرے میں ایک غلط پروپیگنڈا شروع ہوگا اور سوء استفادہ کرنے والوں کو موقع ملے گا. لہٰذا اگر کوئی اسے معیوب سمجھے جاتے ہیں تو ان فرصت طلب افراد کی غلط رویوں کی وجہ سے ہے نہ کہ خود متعہ کی وجہ سے .مثلاً: اگر کوئی سفر حج پر جاتے وقت مواد مخدر کی سمگلینگ کرے اور پکڑے جائے تو اسے اس کی سزا دی جائے گی. نہ لوگوں کو سفر حج سے روکے جائیں گے.کلی طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ متعہ کا مسئلہ کئی لحاظ سے مشکلات سے دوچار ہے :

ہمارا معاشرہ فرہنگی اعتبار سےَ ابھی تک اس حکم الہی کو قبول اور اجراء کرنے سے قاصر ہے.

ِ ہمداشت اور قانونی طور پر کوئی خاص سسٹم ابھی تک وجود میں نہیں ہآیا ہے.

حقوقی اظ سے سوء استفادہ کرنے والوں کی روک تھام کرنے کا مناسب بندوبست نہیں ہوا ہے .

اس مشکل کے حل کیلئے فرہنگی اور اجتماعی طور پر کوشش کرنا چاہئے تاکہ ہمارے جوانوں کو شیطانی چالوں اور ناجائز وغیرشرعی تعلقات اور ہوس رانی سے روکا جاسکے.

متعہ الحج اور متعہ النساء کو عمر نے حرام قرار دیا ہے

سوال : متعۃ الحج اور متعۃ النساء کہ جنہیں حضرت عمر نے حرام قرار دیا،سے کیا مراد ہے ؟

متعۃ الحج سے مراد یہ ہے: جو بھی حاجی مکہ سے دور و دراز علاقے اور ممالک سے حج کے غرض سے آتے ہیں تو ان کا وظیفہ یہ ہے کہ بعض اعمال حج انجام دینے کے بعد آزاد ہوجاتا ہے اور جب ۸ ذالحجہ کا دن آتا ہے تو دوبارہ اعمال حج انجام دینے لگتا ہے اور ان دو اعمال کے درمیانی وقفے میں دور و دراز ممالک سے آئے ہوئے حجاج کو یہ اجازت ہے کہ دنیوی نعمتوں سے لذت اور فائدہ اٹھائیں . اس عمرہ اور حج کے درمیانی وقفے میں جو لذت اٹھاتے ہیں اسے متعۃ الحج کہا جاتا ہے .اور حج تمتع کے اعمال یہ ہیں:

کسی بھی میقات سے احرام باندھنا طواف بجا لانا . دو رکعت نماز طواف پڑھنا. صفا اور مروا کے درمیان سعی کرنا . تقصیر کرنا یعنی بال چھوٹے کرنا [1]

ان اعمال کو ایک دو گھنٹے میں انجام دینے کے بعد احرام سے خارج ہوجاتے ہیں اور ہر وہ چیز جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہوچکی تھیں اب وہ سب چیزیں اس پر حلال ہوجاتی ہیں . اور وہ ہر قسم کی مشروع لذات بھی اٹھا سکتے ہیں. اگر چاہے تو اس دوران کسی عورت سے عقد کرلے یا اگر اپنی بیوی اپنے ساتھ ہو تو اس کے ساتھ ہمبستری کرسکتے ہیں

----

(۱):- صحیح مسلم کتاب الحج باب جواز التمتع، ح۱۲۲۵

ِ یہاں تک کہ ۸ ذاالحجہ کا دن آجائے اس دن دوبارہ احرام باندھ لیں گے . اور حج تمتع کے اعمال شروع کریں گے . حضرت عمر نے اس درمیانی وقفے کو ختم کرتے ہوئے حکم لگایا کہ کسی کو بھی اس دوران حالت احرام سے نکلنے کی اجازت نہیں .

متعۃ النساء یا متعہ نکاح سے مراد یہ ہے کہ کوئی بیوہ عورت موقتاً کسی مرد کے ساتھ شادی کرنا چاہے یا مرد کسی عورت کو کچھ مدت کے لئے اپنے عقد میں لینا چاہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے . لیکن اسے بھی حضرت عمر نے حرام قرار دیا.

معاویہ کے دور میں حج تمتع

سعد بن ابی وقاص کہتا ہے کی ہم حج تمتع اس وقت انجام دیتے تھے جبکہ معاویہ ابھی تک خدای عرش کے بارے میں کافر تھا.[1]

بالآخرہ خلیفہ دوم کا یہ دستور ختم ہوا: امیر المؤمنین اور بعض دیگر مسلمانوں کی کوششوں سے حج تمتع اسی طرح انجام دینے لگے جس طرح زمان پیغمبر میں انجام دئے جاتے تھے. بالآخر فقہائی اہل تسنن بھی عمر کے فتوی کے خلاف فتوی دینے لگے:

شافعی والے کہتے ہیں : شخص مخیر ہے حج افراد یا تمتع یا قران انجام دے افضل افراد ہے . اس کے بعد تمعت افضل ہے [2]

مالکی والے کہتے ہیں: افضل افراد ہے اس کے بعد قران ہے.(ہمان)

حنبلی کہتے ہیں: افضل تمتع ہے اسکے بعد افراد.(ہمان)

حنفی والے کہتے ہیں: قران افضل ہے اس کے بعد تمتع.(ہمان)

----

(۱):- الفقہ علی المذاہب الاربعہ،ج۱کتاب الحج.

(۲):- نوبختی، فرق الشیعہ ، ص۸۵.

نتیجہ بحث:

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اسلام ایک کامل اور جاوداں دین ہے. جو انسان کی ضروریات کو پورا کرتا ہے. اور ہر ایک احکام مصالح اور مفاسد کے تابع ہیں. یہ عقد موقت بھی انہی ضروریات بشری میں سے ایک اہم ضرورت ہے. چنانچہ دو آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہم سفر بن جاتے ہیں اور خواہ نا خواہ ایک دوسرے کی ناموس پر نظر پڑتی ہے ایسے مواقع پر اپنے بالغ بچیوں کے ساتھ نکاح کرے تاکہ محرمیت پیدا ہوجائے. اور یہ معصیت اور گناہ سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے.

اسی طرح بعض موقع پر زنا اور لواط یا دیگر بیماری سے بچنے کیلئے عقد موقت بھی ضروری ہے. مثلاً کالج یونیورسٹیوں میں جوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی جنسی غریزہ کو پورا کرنے کیلئے مشروع اور جائز طریقہ عقد موقت ہے کیونکہ عقد دائم کیلئے زمینہ فراہم نہیں اسی طرح اگر کوئی اکیلا کسی دوسرے ملک میں ملازمت یا مزدوری کے غرض سے جاتا ہے وہاں عقد دائم کیلئے زمینہ نہیں تو اس ضرورت کو پورا کرنے کا واحد راستہ عقد موقت ہے.

ثانیاً اگر پیامبر (ص) کے زمانے میں عقد موقت کی ضرورت پڑتی تھی تو کیا اس دور میں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی؟ اگر کوئی عورت بیوہ ہوجائے دوبارہ عقد دائم بھی ممکن نہ ہو مثلاً کوئی مرد تیار نہ ہو تو کیا عقد موقت ہی اس کا حل نہیں؟

دسویں فصل:

تقیہ کے بارے میں شکوک اور شبہات

آئمہ طاہرین (ع)کے زمانے میں دوسرے مکاتب فکر کے لوگوں کی طرف سے شیعوں پر مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے؛ ان میں سے ایک تقیہ ہے .

سب سے پہلا اشکال اور شبہہ پیدا کرنے والا سلیمان بن جریر ابدی ہے جو فرقہ جریرہ کا رہبر ہے . وہ امام صادق(ع) کا ہم عصر ہے .اس کا کہنا ہے کہ شیعوں کے امام جب کسی خطا کے مرتکب ہوتے تھے تو تقیہ کو راہ فرار کے طور پر مطرح کرتے تھے . اور کہتے تھے کہ یہ تقیہ کے طور پر انجام دیا گیا ہے[1] یہ اشکال اس کے بعد مختلف کلامی اور تفسیری کتابوں میں اہل سنت کی جانب سے کرنے لگے ۔بعد میں شیعہ بڑے عالم دین سید شریف مرتضیٰ معروف بہ علم الہدی (۳۵۵ -۴۳۶)ق نے ان شبہات اور اشکالات کا جواب دیا ہے[2]فخر رازی(۵۴۴ - ۶۰۶ ہ) صاحب تفسیر کبیرنے « مفاتیح الغیب»میں سلیمان ابن جریر کے تقیہ کے بارے میں اس شبہہ کوتکرار کیا ہے، جس کا جواب خواجہ نصیر الدین طوسی۵۷۹- ۶۵۲ق) نےدیا ہے[3]

شبہات کی تقسیم بندی

وہ شبہات جوتقیہ سے مربوط ہے وہ تین بخش میں تقسیم کرسکتے ہیں :

وہ شبہات جو مربوط ہے تشریع تقیہ سے

وہ شبہات جو امام معصوم(ع) کے تقیہ سے مربوط ہے

وہ شبہات او رتہمتیں جوشیعوں کے تقیہ سے مربوط ہیں:

----

(۱):- شیخ انصاری، رسائل ، ج۱،ص ۲۹۰، ۳۱۰.

(۲):- المحصل ، ص ۱۸۲.

(۳):- محمود، یزدی؛ اندیشہ کلامی شیخ طوسی، ص ۲۷۹.

تشریح تقیہ سے مربوط شبہات کی تفصیل:

تقیہ اور جھوٹ :

ابن تیمیہ اس شبہہ کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تقیہ ایک قسم کی جھوٹ ہے اور جھوٹ بولنا ایک قبیح اور بری چیز ہے اور خدا تعالیٰ بری چیز کو حرام قرار دیا ہے ، پس تقیہؑ بھی خدا کے نزدیک قبیح اور بری چیز ہے .اور جائز نہیں ہےاس اشکال کیلئے دو جواب دئے جاتے ہیں:

ا. اگر تقیہ جھوٹ ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر کیوں تقیہ کرنے والوں کی مدح سرائی کی ہے ؟!:جیسے آلعمران کی آیہ نمبر ۲۸ میں فرمایا : الّا ان تتقوا منهم، اورسورہ نحل کی آیہ۱۰۶ میں فرمایا : الا من اکره و قلبه مطمئن بالایمان.

اللہ تعالیٰ نے صرف تقیہ کرنے کو جائز قرار نہیں دیا بلکہ مجبوری کے وقت تقیہ کرنے کا باقاعدہ حکم دیا ہے اور تقیہ کرنے کا شوق دلایا ہے .

دوسرا جواب یہ ہے کہ کیا جب کافروں کی طرف سے مجبور کیا جائے اور تقیہ کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہؑ بھی نہ ہو تو وہاں کیا جھوٹ بولنا صحیح نہیں ہے ؟ کیونکہ ہر جگہ جھوٹ بولنا برا نہیں ہے . جیسے اگر کسی دو مسلمان بھائیوں کے درمیان الفت اور محبت پیدا کرنے اور خون و خرابہ سے بچنے کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے ، کیونکہ اگر سچ بولے تو جھگڑا فساد میں اضافہ ہوسکتا ہے .

لیکن اس اشکال کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ : یہ اشکال دومقدمہ (صغری اور کبری) سے تشکیل پایا ہے . صغری میں کہا کہ تقیہ ایک قسم کا جھوٹ ہے . یہ صغری ہر مصداق اور مورد میں صحیح نہیں ہے . کیونکہ تقیہ اخفائی یعنی واقعیت کے بیان کرنے سے سکوت اختیار کرنے کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا . بلکہ یہ صرف تقیہ اظہاری میں فرق آسکتا ہے . وہ بھی توریہ نہ کرنے کی صورت میں .

پس تقیہ کے کچھ خاص مورد ہے جہاں تقیہ کا مصداق کذب اور جھوٹ ہے.

لیکن کبری یعنی جھوٹ بولنا قبیح اور برا ہے یہاں کہیں گے کہ جھوٹ ہر جگہ برا نہیں ہے .کیونکہ مختلف عناوین کو حسن و قبح کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے تو ممکن ہے درج ذیل تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے :

۱.یا وہ عنوان حسن و قبح کیلئے علت تامہ ہے .جیسے حسن عدالت اور قبح ظلم.انہیں حسن و قبح ذاتی کہا جاتا ہے .

۲.یا وہ عنوان جو خود بخود حسن و قبح کا تقاضا کرتا ہو ، بشرطیکہ کوئی اور عنوان جو اس تقاضے کو تبدیل نہ کرے ،اس پر طاری نہ آئے .جیسے کسی یتیم پر مارنا خود بخود قبیح ہے لیکن اگر ادب سکھانے کا عنوان اس پر طاری آجائے تو یہ قباحت کی حالت سے نکل آتی ہے .ایسے حسن و قبح کو عرضی کہتے ہیں.

۳.یا وہ عنوان جو حسن و قبح کے لحاظ سے متساوی الطرفین ہو .اور حسن و قبح سے متصف ہونے کیلئے مختلف شرائط کی ضرورت ہے . جیسے کسی پر مارنا اگر ادب سکھانے کیلئے ہو تو حسن ہے اور اگر اپنا غم و غصہ اتارنے کیلئے مارے تو قبیح ہے لیکن اگر کسی بے جان چیز پر مارے تو نہ حسن ہے اور نہ قبیح ہے .

اور یہاں ہم اس وقت جھوٹ بولنے کو قبیح مانیں گے کہ پہلا عنوان اس پر طاری آیا ہو . جب کہ ایسا نہیں ہے .اور عقلا نے بھی اسے دوسری قسم میں شمار کئے ہیں . کہ جب بھی کوئی زیادہ اہم تر مصلحت کے ساتھ تزاحم ہو تو اس کی قباحت دور ہوجاتی ہے ، جیسے : ایک گروہ کا خون خرابہ ہونے سے بچانے کیلئے جھوٹ بولنے کو ہر عاقل شخص جائز سمجھتا ہے.

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن اور پیغمبر اسلام نے عماربن یاسر کے تقیہ کرتے ہوئے جھوٹ بولنے اور کفار کے شر سے اپنی جان بچانے کو مورد تائید قرار دیا ہے .

شیخ طوسی کا جواب

تقیہ جھوٹ نہیں ہے کیونکہ ، الکذب ضد الصدق و ہو الاخبار عن الشیء لا علی ما ہو بہ. یعنی جھوٹ سچائی کی ضد ہے اور جھوٹ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر دے، جس کی کوئی حقیقت نہ ہو .

پس جھوٹ کا دو رکن ہے :

الف: کسی واقعے کے بارے میں خبر دینا .

ب: اس خبر کا واقعیت کے مطابق نہ ہونا.

جبکہ تقیہ کے تین رکن ہیں :

الف: حق بات کا چھپانا.

ب: مخالفین کے ساتھ موافقت کا اظہار کرنا .

ج: اور یہ دونوں رکن اس لئے ہو کہ دشمن کے شر سے اپنی جان یا مال کو حفاظت کرے .

لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے کہ جھوٹ اخباری ہے اور تقیہ دشمن کو برحق ظاہرکرنا ہے .دوسری بات یہ ہے کہ جھوٹ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جو بات دل میں چھپا رکھا ہے وہ بھی حق ہو، جبکہ تقیہ میں یہ شرط ہے کہ جو بات دل میں چھپا رکھا ہے وہ حق ہو .

اگر کسی نے اشکال کیا کہ جھوٹ تقیہ سے اعم ہے .تو ہم جواب دیں گے کہ بالفرض تقیہ کرنے والا خبر دینے کی نیت کرے بلکہ تعریض کی نیت کرے (1)

----

(1):- . ہمان ، ص ۲۸۰.

تقیہ یعنی منافقت!

ممکن ہے کوئی یہ ادعا کرے کہ جو مکر اورفریب منافق لوگ کرتے ہیں ، تقیہ بھی اسی کی ایک قسم ہے. کیونکہ منافق دوسروں کو دھوکہ دینے کیلئے زبان پر ایسی چیز کا اظہار کرتے ہیں جس کے برخلاف دل میں چھپا رکھا ہو .

شیخ طوسی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتےہیں کہ مخادع اس شخص کو کہاجاتا ہے جو دل میں موجود بات کے برخلاف زبان پر اظہار کرے . تاکہ جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اس سے وہ محفوظ رہے .اسی لئے منافق کو مخادع کہاجاتا ہے . کیونکہ وہ زبان کے ذریعے اسلام کا کلمہ پڑھ کر کفر کے حکم لگنے سے فرار کرکے اپنی جان بچاتا ہے . اگر چہ منافق مؤمن کو ظاہراً زبان کے ذریعے دھوکہ دیتا ہے ، لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے .

یہ درست ہے کہ تقیہ میں بھی باطن کے خلاف بات کا اظہار ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی جان بچاتا ہے ؛ لیکن یہ دونوں (تقیہ اور نفاق) اصولاًباہم مختلف اور متفاوت ہے .اور دونوں قابل جمع بھی نہیں.

امام صادق(ع) اس مختصر حدیث میں مؤمن ہونے کا دعوا کرنے اور ایسے موارد میں تقیہ کے دامن پکڑنے والوں کو شدید طور پر ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: و ايّم الله لو دعيتم لتنصرونا لقلتم لا نفعل انّما نتقى و لكانت التقيه احبّ اليكم من آبائكم و امّهاتكم ، ولو قد قام القائم ما احتاج الى مسائلكم عن ذالك و لا قام فى كثير منكم حدّ النفاق.[1]

یعنی خدا کی قسم ! اگر تمہیں ہماری مدد کیلئے بلائے جائیں تو کہہ دینگے ہر گز انجام نہیں دیں گے،کیونکہ ہم تقیہ کی حالت میں ہیں .تمہارے والدین کا تقیہ کرنا تمہارے نزدیک زیادہ محبوب ہے ، اور جب ہمارا قائم قیام کرے گا اور ہماری حکومت تشکیل دے گا ، تو خدا کی قسم بغیر سوال کئے ، منافقین کو سزا دینا شروع کریگا جنہوں نے تمہارا حق مارا ہے

----

(۱):- . وسائل الشیعہ، ج ۲، باب ۲۵.

یہ حدیث بتا تی ہے کہ امام(ع) اپنے بعض نادان دوست کے بے موقع تقیہ کرنے کی وجہ سے غم و غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے نفاق اور تقیہ کے درمیان حد فاصل کو واضح فرمارہے ہیں .

اپنے مقدس اہداف کی ترقی کی خا طر پردہ پوشی کرنے اور چھپانے کا نام تقیہ ہے اور جائز ہے .اجتماعی اور الٰہی اہداف کی حفاظت کی خا طر اپنا ذاتی اہداف کو فدا کرنے کا نام تقیہ ہے .اس کے برخلاف اگر کوئی اپنے ذاتی مفاد کی خا طر اجتماعی اور قومی مفاد کو قربان کرے تو وہ منافق کہلائے گا.

ایک اور حدیث میں امام (ع)سے منقول ہے :جب بھی انسان ایمان کا اظہار کرے ،لیکن بعد میں عمل میں اس کے برخلاف عمل کرے تو وہ مؤمن کی صفات سے خارج ہے . اور اگراظہار خلاف ایسے موارد میں کیا جائے جہاں تقیہ جائز نہیں ہے تو اس کا عذر قابل قبول نہیں ہے: لانّ للتقيه مواضع من ازالها عن مواضعها لم تستقم له [1]

کیونکہ تقیہ کے بھی کچھ حدود ہیں جو بھی اس سے باہر قدم رکھے تو وہ معذور نہیں ہوگا .اور حدیث کے آخر میں فرمایا : تقیہ وہاں جایز ہے جہاں دین اور ایمان میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو .

کمیت شاعر کہ جو مجاہدوں کی صف میں شمار ہوتا ہے کہ اپنے ذوق شاعری سے استفادہ کرتے ہوئے بنی عباس کے دور خلافت میں اس طاغوتی نظام کے خلاف قیام کیا اور مکتب اہل بیتکی حمایت کی . ایک دن امام موسیٰ ابن جعفر(ع) کی خدمت میں پہنچا ، دیکھا کہ امام کا چہرہ بگڑا ہواہے .

(ا):- . ہمان ، ج ٦، باب ٢٥.

جب وجہ پوچھی توشدید اور اعتراض آمیز لہجے میں فرمایا :کیا تونے بنی امیہ کے بارے میں یہ شعرپڑھا ہے ؟!

فالان صرت ا لی امّة و الامم لها الی مصائر

یعنیٰ ابھی تو میں خاندان بنی امیہ کی طرف متوجہ ہوا ہوں اور ان کا کام میری طرف متوجہ ہورہا ہے .

کمیت کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: مولا !اس شعر کو میں نے پڑھا ہے لیکن خدا کی قسم میں اپنے ایمان پر باقی ہوں اور آپ خاندان اہل بیت سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے دوستداروں سے بھی محبت رکھتا ہوں اور اسی لئے آپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں؛ لیکن اسے میں نے تقیۃً پڑھا ہے .

امام(ع) نے فرمایا:اگر ایسا ہو تو تقیہ ہر خلاف کاروں کیلئے قانونی اور شرعی مجوز ملے گا .اور شراب خوریٰ بھی تقیہ کے تحت جائز ہوجائے گا .اور بنی عباس کی حکومت کا دفاع کرنا بھی جائز ہوجائے گا. اس قسم کے تقیہ سے تملّق ،چاپلوسی اور ظالموں کی ثنا خوانی کا بازار گرم اور پر رونق ہوجائے گا.اور نفاق ومنافقتَ بھی رائج ہوجائے گا [1]

تقیہ، جہاد کے منافی

اشکال یہ ہے : اگر تقیہ کے قائل ہوجائیں تو اسلام میں جہاد کا زریعہ ختم ہونا چاہئے . جبکہ اس جہاد کی خاطر مسلمانوں کی جان و مال ضائع ہوجاتی ہیں [2]

----

(۱):- کلام شیرازی؛ تقیہ سپری عمیقتر، ص ۷۰.

(۲):- قفاری ؛ اصول مذہب الشیعہ، ج۲، ص ۸۰۷.

جواب: اسلامی احکام جب بھی جانی یا مالی ضرر اور نقصان سے دوچار اور روبرو ہوجاتا ہے تو دو قسم میں تقسیم ہوجاتا ہے :

1. وہ احکامات جن کا اجراء کرنا کسی جانی ضرر یا نقصان سے دوچار نہیں ہوتا ، جیسے نماز کا واجب ہونا ، جس میں نہ مالی ضرر ہے اور نہ جانی ضرر .

2. وہ احکامات جن کا اجرا کرنا ، جانی یا مالی طورپر ضرر یا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے . جیسے زکوۃ اور خمس نکالا کرنا ، راہ خدا میں جہاد کرنا وغیرہ .

تقیہ کا حکم صرف پہلی قسم سے مربوط ہے . کہ بعض موارد میں ان احکام کو . ور حکم ثانوی اٹھایا جاتا ہے . لیکن دوسری قسم سے تقیہ کا کوئی رابطہ نہیں ہے .اور جہاد کا حکم بھی دوسری قسم میں سے ہے ، کہ جب بھی شرائط محقق ہوجائے تو جہاد بھی واجب ہوجاتا ہے .اگرچہ بہت زیادہ جانی یا مالی نقصان بھی کیوں نہ اٹھانی پڑے.

تقیہ اور آیات تبلیغ کے درمیان تعارض

آلوسی کہتا ہے کہ تقیہ ان دو آیات کے ساتھ تعارض پیدا کرتا ہے کہ جن میں پیغمبر اکرم (ص) کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے [1]

۱ . يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ [2]

----

(۱):- ابوالفضل آلوسی؛ روح المعانی،ج ۳، ص ۱۲۵.

(۲):- مائدہ۶۷.

اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے.

اس آیہ مبارکہ میں اپنے حبیب کو تبلیغ کا حکم دے رہا ہے اگر چہ خوف اور ڈر ہی کیوں نہ ہو.

۲. الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللهَ وَكَفَى بِاللهِ حَسِيبًا [۱] یعنی وہ لوگ اللہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور دل میں اس کا خوف رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے ،اوراللہ حساب کرنے کے لئے کافی ہے

.

اس آیہ شریفہ میں خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرنا ایک بہترین صفت قرار دیتے ہوئے سراہا گیا ہے .

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھپانے کی مذمت میں بھی آیات نازل ہوئی ہیں ، جیسا کہ فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللهُ مِنَ الْكِتَابِ وَ يَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلاً أُوْلَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَ لَا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ.[۲]

جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے احکام کو چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور خدا روز قیامت ان سے بات بھی نہ کرے گا نہ انہیں پاکیزہ قرار دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے .

----

(۱):- احزاب ۳۹.

(۲):بقرہ ۱۷۴.

اس اشکال کیلئے یوں جواب دے سکتے ہیں ؛ تبلیغ کبھی اصول دین سے مربوط ہے اور کبھی فروع دین سے . اور جب بھی تبلیغ اصول دین سے مربوط ہو اور تبلیغ کرنا باعث بنے کہ لوگ دین سے آشنائی پیدا کرے اور لوگوں کی دین سے آشنائی اسی تبلیغ پر منحصر ہو تو یہاں تقیہ حرام ہے اور دائرہ تقیہ کو توڑ کر تبلیغ میں مصروف ہونا چاہئے ، اگرچہ تقیہ ضرر جانی یا مالی کا سبب کیوں نہ بنے ؛ کیونکہ آیات مذکورہ اور داخلی اور خارجی قرینے سے پتہ چلتا ہے کہ تقیہ اسی نوع میں سے ہے کہ یہاں تقیہ بے مورد ہے .

لیکن اگر تقیہ فروع دین سے مربوط ہو تو یہاں تبلیغ اور جانی ومالی نقصانات کا مقائسہ کرے گا کہ کس میں زیادہ مصلحت پائی جاتی ہے ؟ اور کون سا زیادہ مہم ہے ؟اگر جان یا مال بچانا تبلیغ سے زیادہ مہم ہو تو وہاں تقیہ کرتے ہوئے تبلیغ کو ترک کرنا واجب ہے . مثال کے طور پر ایک م اہمیت والا فقہی فتوی دے کر کسی فقیہ یا عالم دین کی جان بچانا.

تقیہ اور ذلّت مؤمن

اشکال :وہابی لوگ کہتے ہیں کہ تقیہ مؤمن کی ذلت کا باعث ہے . خداتعالیٰ نے ہر اس چیز کو جو باعث ذلت ہو ،اسے شریعت میں حرام قرار دیا ہے . اور تقیہؑ بھی انہی میں سے ایک ہے.(۱)

جواب:اس جملے کا صغری ورد اشکال ہے کیونکہ یہ بات قابل قبول نہیں کہ اگر تقیہ کو اپنے صحیح اور جائز موارد میں بروی کار لایا جائے تو موجب ذلت نہیں ہوسکتا . کیونکہ دشمن کے سامنے ایک اہم مصلحت کی خاطر حق بات کرنے سے سکوت اختیار کرنا یا حق کے خلاف اظہار کرنا نہ ذلت کا سبب ہے اور نہ مذمت کا باعث .

چنانچہ عمار ابن یاسر نے ایسا کیا تو قرآن کریم نے بھی اس کی مدح سرائی شروع کی .

----

(۱):- . موسی موسوی؛ الشیعہ و التصحیح ، ص ٦٧.

تقیہ ،ما ٔ امر بہ معروف

اشکال یہ ہے کہ تقیہ انسان کو امر بہ معروف اور نہی از منکر کرنے سے روکتی ہے . کبھی جان کا خوف دلا کر تو کبھی مال یا مقام کا .جب کہ یہ دونوں (امر اور نہی) واجبات اسلام میں سے ہے .اس مطلب کی تائید میں فرمایا : افضل اجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر. ظالم و جابر حکمران کے سامنے حق بات کا اظہار کرنا بہترین جہاد ہے .

اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے :

۱- امر بہ معروف و نہی از منکر بہ صورت مطلق جائز نہیں . بلکہ اس کیلئے بھی کچھ شرائط و معیار ہے کہ اگر یہ شرائط اور معیار موجود ہوں تو واجب ہے ورنہ اس کا واجب ہونا ساقط ہوجائے گا .

من جملہ شرائط امر بہ معروف و نہی از منکر میں سے یہ ہیں :انکار کرنے میں کوئی ایسا مفسدہ موجود نہ ہو جو اس سے بھی کسی بڑے جرم ،جیسے قتل و غارت میں مبتلا ہو جائے . ایسی صورت میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ امر بہ معروف و نہی از منکر کرنا جائز نہیں ہے .

۲- وہ روایات جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا اظہار کرنے کو ممدوح قرار دیتی ہیں ، وہ خبر واحد ہیں جو ادلہ عقلی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتی ۔یعنی تعارض کے موقع پر دلیل عقلی مقدم ہو گا ،اس سے دفع ضرر اور حفظ جان مراد ہے [1]

تقیہ امام معصوم(ع)سے مربوط شبہات

اشکال کرنے والا اس مرحلے میں تقیہ کے شرعی جواز کو فی اجملہ قبول کرتا ہے ، کہ بعض موارد میں مؤمنین کیلئے تقیہ کرنا جائز ہے . لیکن دینی رہنماؤں جیسے امام معصوم(ع) کیلئے تقیہ کرنا جائز نہیں ہے . کیونکہ اگر دین کے رہنما تقیہ کرے تو درج ذیل اشکالات وارد ہوسکتے ہیں :

----

(۱):- . دکتر محمود یزدی؛ اندیشہ ہای کلامی شیخ طوسی، ص ۲۸۹.

تقیہ اور امام(ع) کا بیان لشریعت

شیعہ عقیدے کے مطابق امام معصوم کے وجود مبارک کوشریعت اسلام کے بیان کیلئے خلق کیا گیا ہے . لیکن اگر یہ حضرات تقیہ کرنے لگے تو بہت سارے احکام رہ جائیں گےاور مسلمانوں تک نہیں پہنچ پائیں گے. اور ان کی . شت کا فلسفہ بھی ختم ہو گا. اسی سلسلے میں اہل سنت کے ایک عالم نے اشکال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی(ع) کو اظہار حق کی خاطر منصوب کیا ہے تو تقیہ کیا معنی رکھتا ہے ؟!

اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ امامان معصوم نے بہترین انداز میں اپنے وظیفے پر عمل ئے ہیں لیکن ہمارے مسلمان بھائیوں نے ان کے فرامین کو قبول نہیں کیا .

. چنانچہ حضرت علی(ع)کے بارے میں منقول ہے آپ ۲۵ سال خانہ نشین ہوئے تو قرآن مجید کی جمع آوری ، آیات کی شان نزول ، معارف اسلامی کی توضیح اور تشریح کرنے میں مصروف ہوئے . اور ان مطالب کو اونٹوں پر لاد کر مسجد میں مسلمانوں کے درمیان لے ئے تاکہ ان معارف سے لوگ استفادہ کریں ؛ لیکن خلیفہ وقت نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا .[1]

جب امام نے یہ حالت دیکھی تو خاص شاگردوں کی تربیت اور ان کو اسلامی احکامات اور دوسرے معارف کا تعلیم دیتے ہوئے اپنا شرعی وظیفہ انجام دینے لگے ؛ لیکن یہ ہماری کوتاہی تھی کہ ہم نے ان کے فرامین کو پس پشت ڈالا اور اس پر عمل نہیں کیا .

امام کیلئے تقیہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس میں دو قول ہیں:

1. معتزلہ والے کہتے ہیں کہ امام کیلئے تقیہ کرنا جائز نہیں ہے . کیونکہ امام کا قول ، پیغمبر اسلام(ص) کے قول کی طرح حجت ہے .

2. امامیہ والے کہتے ہیں کہ اگر تقیہ کے واجب ہونے کے اسباب موجود ہو،کوئی اور مانع بھی موجود نہ ہو تو امام تقیہ کرسکتے ہیں شیخ طوسی کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام تقیہ کرسکتے ہیں بشرطیکہ شرائط موجود ہو .

----

(۱):- . محمد باقر حجتی؛ تاریخ قرآن کریم، ص ۳۸۷.

امام کیلئے تقیہ جائز ہونے کے شرائط

شرعی وظیفوں پر عمل پیرا ہونا اور احکام کی معرفت حاصل کرنا اگر فقط امام پر منحصر نہ ہو جیسے امام کا منصوص ہونا فقط امام کے قول پر منحصر نہیں ہے بلکہ قول پیغمبر (ص) اور عقل سلیم کے ذریعے سے بھی مکلف جان سکتا ہے تو ایسی صورت میں امام تقیہ کرسکتے ہیں .

اس صورت میں امام تقیہ کرسکتے ہیں کہ آپ کا تقیہ کرنا حق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ بنے . اورساتھ ہی شرائط بھی پوری ہو.

جن موارد میں امام تقیہ کررہے ہیں وہاں ہمارے پاس واضح دلیل موجود ہوکہ معلوم ہوجائے کہ امام حالت تقیہ میں حکم دے رہے ہیں .

اس بنا پر اگر احکام کی معرفت امام میں منحصر نہ ہو ، یا امام کا تقیہ کرنا حق تک جانے میں رکاوٹ نہ ہو اور کوئی ایسی ٹھوس دلیل بھی نہ ہو جو امام کا تقیہ کرنے کو جائز نہیں سمجھتی ہو اور ساتھ ہی اگر معلوم ہو کہ امام حالت تقیہ میں ہو تو کوئی حرج نہیں کہ امام تقیہ کرسکتے ہیں[1]

تقیہ، فرمان امام(ع) پر عدم اعتماد کاباعث

شیعہ مخالف لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہمارے آئمہ معصومین وسیع پیمانے پر تقیہ لگے تو یہ احتمال ساری روایات جو ان حضرات سے ہم تک پہنچی ہیں ،میں پائی جاتی ہے کہ ہر روایت تقیہ کرکے بیان ہوئے ہوں .اس صورت میں کسی ایک روایت پر بھی ہم عمل نہیں کرسکتے .کیونکہ کوئی بھی روایت قابل اعتماد نہیں ہوسکتی. اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہمارے آئمہ معصومین کا تقیہ کرنا کسی قواعد و ضوابط کے بغیر ہو تو یہ اشکال وارد ہے .

----

(1):- . محمود یزدی؛ اندیشہ ہای کلامی شیخ طوسی، ص۳۳۳.

لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ تقیہ کرنے کیلئے خواہ وہ تقیہ کرنے والا امام ہو یا عوام ہو یا خواص ہو ، خاص شرائط ہیں اگر وہ شرائط نہ ہو تو تقیہ کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے .اور جب اماموں کے تقیہ کے علل و اسباب اگر ان کو معلوم ہوجائے تو یہ اشکال بھی باقی نہیں رہے گا .

تقیہ اور علم امام (ع)

علم امام کے بارے میں شیعہ متکلمین کےدرمیان دو نظریے پائے جاتے ہیں :اور یہ اختلاف بھی روایات میں اختلاف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں .

پہلا نظریہ : قدیم شیعہ متکلمین جیسے ، سید مرتضی وغیرہ معتقد ہیں کہ امام تمام احکامات اور معارف اسلامی کا علم رکھتے ہیں . لیکن موضوعات اور بعض واقعات جیسے اپنی رحلت کب ہوگی؟ یا دوسروں کی موت کب واقع ہوگی ؟و...صورت موجبہ جزئیہ ہے نہ موجبہ کلیہ .

دوسرا نظریہ : علم امام(ع) دونوں صورتوں میں یعنی تمام احکامات دین اور موضوعات کے بارے میں بصورت موجبہ کلیہ علم رکھتے ہیں (۱)

بہ ہر حال دونوں نظریہ اکل بات پر اتفاق ہے کہ علم امام(ع)احکام اور معارف اسلامی کے بارے میں بصورت موجبہ ہے . وہ شبہات جو تقیہ اور علم امام سے مربوط ہے وہ بعض کے نزدیک دونوں مبنا میں ممکن ہے . اور بعض کے نزدیک صرف دوسرے مبنی میں ممکن ہے .

پہلا اشکال: تقیہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آئمہ تمام فقہی احکام اور اسلامی معارف کا علم نہیں رکھتے ہیں اور اس کی توجیہ کرنےاور روایات میں موجود اختلاف کو ختم کرنے کیلئے تقیہ کا سہارالیتے ہیں.

----

(۱):- . کلینی ؛ اصول کافی، ج ۱ ، ص ۳۷۶

اس اشکال کو سلیمان ابن جریر زیدی نے مطرح کیا ہے ،جوعصر آئمہ میں زندگی کرتا تھا .وہ کہتا ہے کہ رافضیوں کے اماموں نے اپنے پیروکاروں کیلئے دو عقیدہ بیان ئے ہیں . جس کی موجودگی میں کوئی بھی مخالف ان کے ساتھ بحث و مباحثہ میں نہیں جیت سکتا.

پہلا عقیدہ بداء ہے .

دوسرا عقیدہ تقیہ ہے.

شیعیان اپنے اماموں سے مختلف مواقع پر سوال کرتے تھے اور وہ جواب دیاکرتے تھے اور شیعہ لوگ ان روایات اور احادیث کو یاد رکھتے اور لکھتے تھے ،لیکن ان کے امام ، چونکہ کئی کئی مہینے یا سال گذرجاتے لیکن ان سے مسئلہ پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا ؛ جس کی وجہ سے وہ پہلے دئے ہوئےجوابات بھی بھول جاتے تھے . کیونکہ اپنے دئے گئےجوابات کو یاد نہیں رکھتے تھے اس لئے ایک ہی سوال کے مختلف اور متضادجوابات دئے جاتے تھے .اورشیعہ جب اپنے اماموں پر ان اختلافات کے بارے میں اشکال کرتےتھے تو توجیہ کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ہمارےجوابات تقیۃً بیان ہوئے ہیں .اور ہم جو چاہیں اور جب چاہیں جواب دے سکتے ہیں .کیونکہ یہ ہمارا حق ہے. اور ہم جانتے ہیں کہ کیا چیز تمہارے مفاد میں ہے اور تمہاری بقا اور سالمیت کس چیز میں ہے .اور تمہارے دشمن کب تم سے دست بردار ہونگے .

سلیمان آگے بیان کرتا ہے : پس جب ایسا عقیدہ ایجاد ہوجائے تو کوئی بھی ان کے اماموں پر جھوٹے ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا . اور کبھیٔ بھی ان کے حق اور باطل میں شناخت نہیں کرسکتا. اور انہی تناقض گوئی کی وجہ سے بعض شیعیان ابو جعفر امام باقر(ع) کی امامت کا انکار کرنے لگے [1]

----

(1):- ا۔ نوبختی؛ فرق الشیعہ ، ص ۸۵ -۸۷.

پس معلوم ہوا کہ دونوں مبنی کے مطابق شیعوں کے اماموں کے علم پر یہ اشکال وارد ہے ۔

جواب :

امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے امامان معصوم تمام احکام اور معارف الٰہی کے بارے میں کلی علم رکھتے ہیں ۔ بات پر مستقل دلیل بھی بیان کیا گیا ہے لیکن ممکن ہے وہ دلائل برادران اہل سنت کیلئے قابل قبول نہ ہو۔

چنانچہ شیخ طوسی نے اپنی روایت کی کتاب تہذیب الاحکام کو انہی اختلافات کی وضاحت اور جواب کے طور پر لکھی ہے ۔

لامہ شعرانی اور لامہ قزوینی یہ دو شیعہ دانشور کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ شیعوں کے امام تقیہ نہیں کرتے تھے بلکہ تقیہ کرنے کا اپنے ماننے والوں کو حکم دیتے تھے ۔

لامہ شعرانی کہتے ہیں : آئمہ تقیہ نہیں کرتے تھے بلکہ صرف امر بہ معروف کیا کرتے تھے کیونکہ امامان تمام واقعیات سے باخبر تھے : اذا شاؤا ان یعلموا علموا۔کے مالک تھے ہمارے لئے تو تقیہ کرنا فرق کرتا ہے لیکن آئمہ کیلئے فرق نہیں کرتا کیونکہ وہ لوگ تمام عالم اسرار سے واقف ہیں ۔

لامہ قزوینی فرماتے ہیں :آئمہ تقیہ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ عالم تھے اور تمام اوقات اور وفات کی کیفیت اور نوعیت سے باخبر تھے ۔ اس لئے وہ صرف ہمیں تقیہ کا حکم دیتے تھے (۱)

اس شبہ کا جواب

اولا: علم امام کے دوسرے مبنا پر یہ اشکال ہے نہ کہ پہلے مبنا پر ، کیونکہ ممکن ہے جو پہلے مبنا کا قائل ہے وہ کہے امام اپنی موت اور مرنے کے وقت اور کیفیت سے آگاہ نہیں تھے ، اس لئے جان کے خوف سے تقیہ کرتے تھے

----

(۱):- . مجلہ نور علم، ش ۵۰ - ۵۱، ص ۲۴ - ۲۵.

۔ ثانیاً : امام کا تقیہ کرنا اپنی جان کے خوف سے نہیں بلکہ ممکن ہے اپنے اصحاب اور چاہنے والوں کی جان کے خوف سے ہوں ؛ یا اہل سنت کے ساتھ مدارات اور اتحاد کی خاطر تقیہ ئے ہوں. دوسرے لفظوں میں اگر کہیں کہ تقیہ کبھی بھی جان یا مال کے خوف کے ساتھ مختص نہیں ہے .

۔ ثالثاً: جو لوگ دوسرے مبنا کے قائل ہیں ممکن ہے کہہ دیں کہ امام اپنی موت کے وقت اور کیفیت کا علم رکھتے تھے اور ساتھ ہی جان کا خوف بھی کھاتے اور تقیہ کے ذریعے اپنی جان بچانا چاہتے تھے .

ان دو شیعہ عالم دین پرو جو اشکال وارد ہے یہ ہے ، کہ اگر آپ آئمہ کے تقیہ کا انکار کرتے ہیں تو ان تمام روایتوں کا کیا جواب دیں گے کہ جن میں خود آئمہ طاہرین تقیہ کے بارے میں فضائل بیان فرماتے ہیں اور ان روایتوں کا کیا کروگے جو امام کے تقیہ کرنے کو ثابت کرتی ہیں؟!

تقیہ اور عصمت

احکام اسلام کی تبلیغ اور ترویج میں ایک عام دین دار شخص سے بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی بات کو خدا اور رسول کی طرف نسبت دے دے . تو یہ کیسے ممکن ہے کہ امام تقیہ کرتے ہوئے ایک ناحق بات کو خدا کی طرف نسبت دے ؟!یہ حقیقت میں امام کے دین اور عصمت پر لعن کرنے کے مترادف ہے ! (1)

جواب یہ ہے کہ اگر ہم تقیہ کی مشروعیت کو آیات کے ذریعے ثابت مانتے ہیں چنانچہ اہل سنت بھی اسے مانتے ہیں ، کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تقیہ کو حکم کلی قرار دیا ہے.

----

(1):- محسن امین، عاملی؛ نقض الوشیعہ ، ص ۱۷۹.

ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ امام (ع) نے بہ عنوان حکم اولی۔ بات کو خدا کی طرف نسبت دی ہے ؛ لیکن۔ بعنوان حکم ثانوی کسی بات کو خدا کی طرف نسبت دینے میں کوئی اشکال نہیں ہے .جیسے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مجبور شخص کیلئے مردار کھانے کو بحکم ثانوی ، جائز قرار دیا ہے .

ثانیاً: شیعہ اپنے اماموں کوصرف راوی کی حیثیت سے قبول نہیں کرتے بلکہ انہیں خودشارعین میں سے مانتے ہیں .جو اپنے صلاح دید کے مطابق حکم جاری کرتے ہیں .

بجائےتقیہ؛ خاموشی کیوں اختیار نہیں کرتے؟

اشکال: تقیہ کے موقع پر امام . ور تقیہ جواب دینے کی بجائے خاموشی کیوں اختیار نہیں کرتے ؟!

جواب :

اولا: امام معصوم(ع) نےبعض موارد میں سکوتَ بھی اختیار ئے ہیں اور کبھی طفرَہ بھی ئے ہیں اور کبھی سوال اور جواب کو جابجا بھی ئے ہیں .

ثانیاً:سکوت خود تعریف تقیہ کے مطابق ایک قسم کاتقیہ ہے کہ جسے تقیہ کتمانیہ کہا گیاہے .

ثالثاً: کبھی ممکن ہے کہ خاموش رہنا ، بزیادہ مسئلہ کو خراب کرے . جیسے اگر سوال کرنے والا حکومت کا جاسوس ہو تو اس کو گمراہ کرنے کیلئے تقیۃً جواب دینا ہی بزیادہ فائدہ مند ہے [1]

رابعا: کبھی امام کے تقیہ کرنے کے علل اور اسباب کو مد نظر رکھتے ہوئے واقعیت کے خلاف اظہار کرنا ضروری ہوجاتا ہے . جیسے اپنے چاہنے والوں کی جان بچانے کی خاطر اپنے عزیز کو دشمنوں کے درمیان چھوڑنا . اور یہ صرف اور صرف واقعیت کے خلاف اظہار کرکے ہی ممکن ہے

----

(۱):- فخر رازی؛ محصل افکار المتقدمین من الفلاسفۃ والمتکلمین،ص ۱۸۲.

.اور کبھی دوستوں کی جان بچانے کیلئے اہل سنت کے فتوی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہوجاتے تھے . چنانچہ امام موسی کاظم(ع)نے علی ابن یقطین کو اہل سنت کے طریقے سے وضو کرنے کا حکم دیا گیا (۱)

تقیہ کی بجائے توریہ کیوں نہیں کرتے ؟!

شبہ: امام(ع)موارد تقیہ میں توریہ کرسکتے ہیں، تو توریہ کیوں نہیں کرتے ؟ تاکہ جھوٹ بولنے میں مرتکب نہ ہو (۲)

اس شبہہ کا جواب:

اولاً:تقیہ کے موارد میں توریہ کرنا خود ایک قسم کا تقیہ ہے .

ثانیاً: ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام کیلئے ہر جگہ توریہ کرنے کا امکان ہوتا تو ایسا ضرور کرتے .

ثالثاً:بعض جگہوں پر امام کیلئے توریہ کرنا ممکن نہیں ہوتا اور اظہار خلاف پر مجبور ہوجاتے ہیں.

تقیہ اور دین کا دفاع

شبہہ:اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ، اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کرنا ہے .اگر چہ اس راہ میں قسم قسم کی اذیتیں اور صعوبتیں برداشت کرنا پڑے .اور اہل بیت پیغمبر بالخصوص ان ذمہ داری کو نبھانے کیلئے زیادہ حقدار ہیں (۳)

جواب: آئمہ طاہرین نے جب بھی اصل دین کیلئے کوئی خطر محسوس کیا اور اپنے تقیہ کرنے کو اسلام پر کوئی مشکل وقت آنے کا سبب پایا تو تقیہ کو ترک کرتے ہوئے دین کی حفاظت کرنے میں مصروف ہوئے

----

(۱):- ہمان ، ص ۱۹۳.

(۲):- وسائل شیعہ، ج۱، ص ۲۱۳.

(۳):- ابوالقاسم، آلوسی؛ روح المعانی،ج۳، ص۱۴۴.

.اور اس راہ میں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا .جس کا بہترین نمونہ سالار شہیداں اباعبداللہ (ع) کا دین مبین اسلام کا دفاع کرتے ہوئے اپنی جان کے علاوہ اپنے عزیزوں کی جانوں کا بھی فدیہ دینے سے دریغ نہیں کیا لیکن کبھی ان کا تقیہ نہ کرنا اسلام پر ضرر پہنچنے ، مسلمانوں کا گروہوں میں بٹنے ، اسلام دشمن طاقتوں کے کامیاب ہونے کا سبب بنتا تو ؛ وہ لوگ ضرور تقیہ کرتے تھے .چنانچہ اگر علی(ع) رحلت پیغمبر (ص) کے بعد تقیہ نہ کرتے اور مسلحانہ جنگ کرنے پر اترآتے تو اصل اسلام خطرے میں پڑجاتا . اور جو ابھی ابھی مسلمان ہو چکے تھے دوبارہ کفر کی طرف پلٹ جاتے .کیونکہ امام کو اگرچہ ظاہری فتح حاصل ہوجاتی ؛ لیکن لوگ کہتے کہ انہوں نے پیغمبر کے جانے کے بعد ان کی امت پر مسلحانہ حملہ کرکے لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا .

پس معلوم ہوا کہ آئمہ طاہرین کا تقیہکرنا ضرور بہ ضرور اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر تھا.

تقیہ « سلونی قبل ان تفقدونی» کے منافی

امام علی(ع) فرماتے ہیں : مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ میں تمھارے درمیان سے اٹھ جاؤں ، اورتم مجھےنہ پاسکو .

اس روایت میں سوال کرنے کا حکم فرمارہے ہیں ، جس کا لازمہ یہ ہے کہ جو کچھ آپ جواب فرمائیں گے ، اسے قبول کرنا ہم پر واجب ہوگا؛ اور امام کا تقیہ کرنے کا لازمہ یہ ہے کہ بعض سوال کا امام جواب نہیں دیں گے.

جواب : یہ کلام امیر المومنین (ع) نے اس وقت فرمایا ، کہ جب آپ برسر حکومت تھے ؛ جس وقت تقیہ کے سارے علل و اسباب مفقود تھے یعنی تقیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی.اور جو بھی سوال آپ سے کیاجاتا ،اس کا جواب تقیہ کے بغیر کامل دئے جاسکتے تھے . البتہ اس سنہرے موقع سے لوگوں نے استفادہ نہیں کیا .لیکن ہمارے دیگر آئمہ طاہرین کو اتنی مدت کابھی موقع نہیں ملا. یہی وجہ ہے کہ بقیہ اماموں سے ایسا جملہ صادر نہیں ہوا . اگرچہ شیعہ اور سنی سوال کرنے والوں کو احکام بیان کرنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کی .امام سجاد(ع)سے روایت ہے کہ ہم پر لازم نہیں ہے کہ ہمارے شیعوں کے ہر سوال کا جواب دیں .اگر ہم چاہیں تو جواب دیں گے ، اور اگر نہ چاہیں تو گریز کریں گے [1]

----

(۱):- وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص۴۳.

تقیہ اور شجاعت

اس شبہہ کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے سارے امام انسانیت کے اعلیٰ ترین کمال اور فضائل کے مرتبے پر فائز ہیں یعنی ہر کمال اور فضائل اور اتم ان میں پائے جاتے ہیں ۔ اور شجاعت بھی کمالات انسانی میں سے ایک ہے ۔

لیکن تقیہ اور واقعیت کے خلاف اظہار کرنا، ت سارے مواقع پر جانی خوف کی وجہ سے ہے ۔

اس کے علاوہ اس سخن کا مضمون یہ ہے کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے رہنما اور امام بھیجے ہیں، جو اپنی جان کی خوف کی وجہ سے پوری زندگی حالت تقیہ میں گذاری[1]

جواب: اولاً شجاعت اور تہور میں فرق ہے ۔ شجاعت حد اعتدال اور درمیانی راہ ہے لیکن تہور افراط اور بزدلی ، تفریط ہے ۔اور شجاعت کا یہ معنی نہیں کہ بغیر کسی حساب کتاب کے اپنے کو خطرے میں ڈالے ۔ بلکہ جب بھی کوئی زیادہ اہم مصلحت خطرے میں ہو تو اسے بچانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

ثانیاً: ہمارے لئے یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ تقیہ کے سارے موارد میں خوف اور ترس ہی علت تامہ ہو ، بلکہ اور بھی علل و اسباب پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے تقیہ کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں ۔جیسے اپنے ماننے والوں کی جان بچانے کی خاطر ، کبھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ محبت اور مودت ایجاد کرنے کی خاطر تقیہ کرتے ہیں ۔ جن کا ترس اور خوف سے کوئی رابطہ نہیں ہے ۔

ثالثاً: امام کا خوف اپنی جان کی خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ دین مقدس اسلام کے مصالح اور مفاد کے مد نظر امام خائف ہیں ، کہ ایسا نہ ہو ، دین کی مصلحتوں کو کوئی ٹھیس پہنچے ۔جیسا کہ امام حسین (ع) نے ایسا ہی کیا ۔

اب اس اشکال یا بہتان کا جواب کہ آئمہ طاہرین نے اپنی آخری عمر تک تقیہ کیا ہے ؛ یہ ہے:

----

(۱):- کمال جوادی؛ ایرادات و شبہات علیہ شیعیان در ہند و پاکستان.

اولاً : یہ بالکل بیہودہ بات ہے اور تاریخ کے حقائق سے بہت دور ہے ۔کیونکہ ہم آئمہ طاہرین کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ بہت سارے موارد میں انہوں نے ظالم و جابر حکمرانوں کے ساتھ اعلانیہ طور پر جنگ و جہاد کیے ہیں ۔ چنانچہ امام موسیٰ کاظم (ع)نے اس وقت ، کہ جب ہارون نے چاہا کہ باغ فدک آپ کو واپس کریں ، ہارون الرشید کے کارندوں کے سامنے برملا عباسی حکومت کے نامشروع اور ناجائز ہونے کا اعلان فرمایا ، اور مملکت اسلامی کے حدود کو مشخص کیا ۔

ثانیاً : ہدایت بشری صرف معارف اسلامی کا برملا بیان کرنے پر منحصر نہیں ہے ، بلکہ بعض اہم اور مؤثر افراد تک پہنچانا بھی کافی ہے باعث بنتا تھا کہ سارے لوگوں تک آپ کا پیغام پہنچ جائیں.

تقیہ اور تحلیل حرام و تحریم حلال

شبہہ یہ ہے کہ اگر اس بات کو قبول کرلے کہ امام بعض فقہی مسائل کا جواب ۔ و ر تقیہ دیں گے تو مسلماً ایسے موارد میں حکم واقعی (حرمت) کی بجائے (حلیت) کا حکم لگے گا . اور یہ سبب بنے گا شریعت میں تحلیل حرام اور تحریم حلال کا، یعنی حرام حلال میں بدل جائے گا اورحلال حرام میں (1)

اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک تقیہ سے مراد اضطراری حالات میں ۔ عنوان حکم ثانوی ، آیات اور روایات معصوم کی پیروی کرنا ہے .

تقیہ کا حکم بھی دوسرے احکام جیسے اضطرار، اکراہ ، رفع ضرر اور حرج کی طرح ہے ، کہ ایک معین وقت کیلئے حکم اولی کو تعطیل کرکے اس کی جگہ تقیہ والا حکم لگایا جاتا ہے .اور ان جیسے کام ثانوی فقہی ابواب میں بھی ہر جگہ موجود ہے .

تقیہ ایک حکم اختصاصی ہے یا عمومی؟

----

(1):- احسان الہی ظہیر؛ السنۃ والشیعہ، ص ۱۳۶۔

اس حصے میں درج ذیل مسائل کی بررسی کرنے کی ضرورت ہے :

1. قانون تقیہ پر اعتقاد رکھنا کیا صرف شیعہ امامیہ کے ساتھ مختص ہے یا دوسرے مکاتب فکر بھی اس کے قائل ہیں ؟اور اسے ایک الٰہی قانون کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں ؟!

2. کیا تقیہ کوئی ایسا حکم ہے جو ہرجگہ اور ہرحال میں جائز ہے یا اس کے لئے بھی خاص زمان یا مکان اور دیگر اسباب کا خیال رکھنا واجب ہے ؟

3. کیا حکم تقیہ ،متعلّق کے اعتبار سے عام ہے یا نہیں ؟ . وری کہ سارےلوگ ایک خاص شرائط میں اس پر عمل کرسکتے ہیں ؟ یا بعض لوگ . ور استثنا ہر عام و خاص شرائط کے بغیر بھی تقیہ کرسکتے ہیں ؟جیسے : پیغمبر و امام(ع)؟

جواب: دو احتمال ہیں :

ا- تقیہ یک حکم ثانوی عام ہے کہ سارے لوگ جس سے استفادہ کرسکتے ہیں .

۲- پیغمبران تقیہ سے مستثنی ہیں . کیونکہ عقلی طور پر مانع موجود ہے . شیخ طوسی اور اکثر مسلمانوں نے دوسرے احتمال کو قبول ئے ہیں . کہ پیغمبر کیلئے تقیہ جائز نہیں ہے .کیونکہ اس کی شناخت اور علم اور رسائی صرف اور صرف پیغمبرکے پاس ہے

.

اور صرف پیغمبر اور ان کے فرامین کے ذریعے شریعت کی شناخت اور علم ممکن ہے .پس جب پیغمبر کیلئے تقیہ جائز ہوجائے تو ہمیں کوئی اور راستہ باقی نہیں رہتا جس کے ذریعے اپنی تکلیف اور شرعی وظیفہ کو پہچان لیں اور اس پر عمل کریں [۱]اسی لئے فرماتے ہیں : فلا یجوز علی الانبیاء قبائح و لا التقیة فی اخبارهم لا نّه یؤدی الی التشکیک[۲]

(ا):- محمود یزدی؛ اندیشه های کلامی شیخ طوسی،ص ۳۲۸.

(۲):- التبیان ، ج۷ ، ص ۲۵۹.

یعنی انبیا کیلئے نہ عمل تبلیغ جائزہے اور نہ اپنی احادیث بیان کرنے میں تقیہ جائز ہے.کیونکہ تقیہ آپ کے فرامین میں شکوک و شبہات پیدا ہونے کا باعث بنتا ہے. اور جب کہ ہم پر لازم ہے کہ ہم پیغمبر (ص) کی ہربات کی تصدیق کریں .اور اگر پیغمبر (ص) کے اعمال ، شرعی وظیفے کو ہمارے لئے بیان نہ کرے اور ہمیں حالت شک میں ڈال دے ؛ تو یہ ارسال رسل کی حکمت کے خلاف ہے . پس پیغمبر (ص) کے لئے جائز نہیں کہ تقیہ کی وجہ سے ہماری تکالیف کو بیان نہ کرے .

شیخ طوسیپر اشکال : اگر ہم اس بات کے قائل ہوجائیں کہ پیغمبر(ص) کیلئے تقیہ جائز نہیں ہے تو حضرت ابراہیم (ع) کا نمرود کے سامنے بتائی گئی ساری باتوں کیلئے کیا تاویل کریں گے کہ بتوں کو آنحضرت ہی نے توڑ کر بڑے بت کی طرف نسبت دی ؟!اگر اس نسبت دینے کو تقیہ نہ مانے تو کیا توجیہ ہوسکتی ہے ؟!

شیخ طوسی کاجواب:

آپ نے دو توجیہ دئے ہیں :

۱. بل فعله کو «ان کانوا ینطقون»کے ساتھ مقید کئے ہیں یعنی اگریہ بت بات کرسکتاہے تو ان بتوں کوتوڑنے والا سب سے بڑا بت ہے .جب کہ معلوم ہے کہ بت بات نہیں کرسکتا.

۲. حضرت ابراہیم(ع) چاہتے تھے کہ نمرود کے چیلوں کو یہ بتا دے کہ اگر تم لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہو تو یہ حالت ہوگی . پس آپ کا یہ فلوما: « بل فعله کبیرهم» الزام کے سوا کچھ نہیں اور « انی سقیم» سے مراد یہ کہ تمھارے گمراہ ہونے کی وجہ سے روحی طور سخت پریشانی میں مبتلا ہوں.

اسی طرح حضرت یوسف(ع) کا:« انّکم لسارقون»کہنا بھی تقیہ ہی تھا ورنہ جھوٹ قاموس نبوت سے دور ہے[1]

تمام انبیاءالٰہی کے فرامین میں توریہ شامل ہے اور توریہہونا کوئی مشکل کا سبب نہیں بنتا .اور توریہً بھی ایک قسم کا تقیہ ہے . بنابرایں انبیاء الٰہی کے فرامین احکام شرعی بیان کرنے کے مقام میں نہیں ہے .

----

(۱):- . ہمان ، ص ۲۶۰.

کیوں کسی نے تقیہ کیا اور کسی نے نہیں کیا ؟!

یہ سوال ہمیشہ سے لوگوں کے ذہنوں میں ابھرتا رہتا ہے کہ کیوں بعض آئمہ اور ان کے چاہنے والوں نے تقیہ کیا اور خاموش رہے ؟! لیکن بعض آئمہ نے تقیہ کو سرے سے مٹادئے اور اپنی جان تک کی بازی گئی ؟!

اور وہ لوگ جو مجاہدین اسلام کی تاریخ ، خصوصاً معاویہ کی ذلت بار حکومت کے دور کا مطالعہ کرتے تو ان کو معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ بشریت کا سب سے بڑا شجاع انسان یعنی امیر المؤمنین(ع) کا چہرہ مبارک نقاب پوش ہوکر رہ گیا . جب یہ ساری باتیں سامنے آتی ہیں تو یہ سوال ذہنوں میں اٹھتا ہے کہ کیوں پیغمبر (ص) اور علی(ع) کے باوفا دوستوں کے دو چہرے کاملاً ایک دوسرے سے مختلف نظر آتا ہے :

ایک گروہ : جو اپنے زمانے کے ظالم و جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کا مقابلہ کرنے پر اتر آتے ہیں ؛ جیسے میثم تمار ، حجر بن عدی، عبداللہ و... اسی طرح باقی آئمہ کے بعض چاہنے والوں نے دشمن اور حام وقت کے قید خانوں میں اپنی زندگیاں رنج و آلام میں گذارتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش ئے .اور وحشتناک جلادوں کا خوف نہیں کھائے ، اور عوام کو فریب دینے والے مکار اور جبار حاکموں کا نقب اتار کر ان کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے واضح کردئے .

اور دوسرا گروہ : باقی آئمہ طاہرین کے ماننے والوں اور دوستوں میں بہت سارے ، جیسے علی ابن یقطین بڑی احتیاط کے ساتھ ہارون الرشید کے وزیراور مشیر بن کر رہے !

جواب اس اشکال کا جواب امامیہ مجتھدین اور فقہا دے چکے ہیں : کہ کبھی تقیہ کو ترک کرتے ہوئے واضح طور پر ما فی الضمیر کو بیان کرنا اور اپنی جان کا نذرانہ دینا واجب عینی ہوجاتا ہے ؛ اور کبھی تقیہ کو ترک کرنا مستحب ہوجاتا ہے . اور اس دوسری صورت میں تقیہ کرنے والے نے نہ کوئی خلاف کام کیا ہے اور نہ ان کے مد مقابل والے نے تقیہ کو پس پشت ڈال کر فداکاری اور جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ، جام شہادت نوش کرکے کوئی خلاف کام کیاہے

اسی دلیل کی بنا پر میثم تمار ، حجر بن عدی اوررشید ہجری جیسے عظیم اور شجاع لوگوں کو ہمارے اماموں نے بہت سراہا ہے ، اور اسلام میں ان کا بہت بڑا مقام ہے .

ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے ، جنہوں نے اپنے حقوق سے ہاتھ اٹھائے ہیں اور معاشرے میں موجود غریب اور نادار اور محروم لوگوں کی حمایت کرتے ہوئے ان پر خرچ کیا ہو ، اور خود کو محروم کیا ہو.اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی یہ فداکاری اور محروفیت کو قبول کرنا ؛ سوائے بعض موارد میں ،واجب تو نہیں تھا . کیونکہ جو چیز واجب ہے وہ عدالت ہے نہ ایثار . لیکن ان کا یہ کام اسلام اور اہل اسلام کی نگاہ میں بہت قیمتی اور محترم کام شمار ہوتا ہے .اور یہ احسان کہلاتا ہے . بات کی دلیل ہے کہ احسان کرنے والا عوا ف انسانی کی آخرین منزل کو طے کرچکا ہے .جو دوسروں کو آرام و راحت میں دیکھنے کیلئے اپنے کو محروم کرنے کو اختیار کرے .

پس تقیہ کو ترک کرتے ہوئے اپنی جانوں کو دوسرے مسلمانوں اور مؤمنوں کا آرام اور راحت کی خاطر فدا کرنا بھی ایسا ہی ہے .اور یہ اس وقت تک ممکن ہے ، جب تک تقیہ کرنا وجوب کی حد تک نہ پہنچا ہو . اور یہ پہلاراستہ ہے .

دوسرا راستہ یہ ہے کہ لوگ موقعیت اور محیط کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں . اگر پست محیط میں زندگی کر رہے ہوں ، جیسے معاویہ کی حکومت کا دور ہے ؛اس کی سوء تبلیغ اور اس کے ریزہ خواروں اور مزدوروں اور بعض دین فروشوں کی جھوٹی تبلیغات کی وجہ سے اسلام کے حقائق اور معارف معاشرے میں سے بالکل محو ہوچکا تھا .اور لوگ اسلامی اصول سے بالکل بے خبر تھے .اور امیر المؤمنین (ع) کا انسان ساز مکتب بھی اپنی تمام تر خصوصیات کے باوجود ، سنسر کر دئے گئے ، اور پردہ سکوت کے پیچھے چلا گیا .اور اس ظلمانی پردے کو چاک کرکے اسلامی معاشرے کو تشکیل دینے کیلئے عظیم قربانی کی ضرورت تھی .ایسے مواقع پر انشاگری ضروری تھا ، اگرچہ جان بھی دینا کیوں نہ پڑے .

حجر بن عدی اور ان کے دوستوں کے بارے میں کہ جنہوں نے معاویہ کےدور میں مہر سکوت کو توڑ کر علی (ع) کی محبت کا اظہار کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمائی ؛اور ان کی طوفانی شہادت اور شہامت اس قدر مؤثر تھا کہ پورے مکہ اور مدینہ کے علاوہ عراق میں بھی لوگوں میں انقلاب برپا کیا ؛ جسے معاویہ نے کبھی سوچا بھی نہ تھا

امام حسین(ع) نے ایک پروگرام میں ، معاویہ کے غیراسلامی کردار کو لوگوں پر واضح کرتے ہوئے یوں بیان فرمایا : الست قاتل حجر بن عدی اخا کنده ؛ والمصلين العابدين الذين كانوا ينكرون الظلم و يستعظمون البدع و لا يخافون فى الله لومة لائم!

اے معاویہ ! کیا تو وہی شخص نہیں ، جس نے قبیلہ کندہ کے عظیم انسان (حجر بن عدی) کو نماز گزاروں کے ایک گروہ کے ساتھ بے دردی سے شہید کیا ؟ ان کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ ظلم اور ستم کے خلاف مبارزہ کرتے اور بدعتوں اور خلاف شرع کاموں سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے ؟!.[1]

شیعوں کے تقیہ سے مربوط شبہات ، تہمتیں:

تقیہ شیعوں کی بدعت

شبہہ پیدا کرنے والے کا کہنا ہے کہ :تقیہ شیعوں کی بدعت ہے جو اپنے فاسد عقیدے کو چھپانے کی خاطر کرتے ہیں[2]

اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ اس نے بدعت کے معنی میں اشتباہ کیا ہے . جب کہ مفردات راغب نے بدعت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے : البدعة هى ادخال ما ليس من الدين فى الدين[3]بدعت سے مراد یہ ہے کہ جوچیز دین میں نہیں، اسے دین میں داخل کرے .اور گذشتہ مباحث سے معلوم ہوا کہ تقیہ دین کی ضروریات میں سے ہے . کیونکہ قرآن اور احادیث آئمہ میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ تقیہ کو اہل تشیع اور اہل سنت دونوں مانتے ہیں اور اس کے شرعی ہونے کو بھی مانتے ہیں لہٰذا ، تقیہ نہ بدعت ہے اور نہ شیعوں کا اختراع ،کہ جس کے ذریعے اپنا عقیدہ چھپائے ،

----

(۱):- مکارم شیرازی؛ تقیہ مبارزہ عمیقتر، ص ۱۰۷.

(۲):- فہرست ایرادات و شبہات علیہ شیعیان در ہند و پاکستان، ص ۳۶.

(۳):- راغب اصفہانی ؛ مفردات، بدع.

بلکہ یہ اللہ اور رسول کا حکم ہے گذشتہ مباحث سے معلوم ہوا کہ تقیہ دین کا جز ہے کیونکہ وہ آیات جن کو شیعہ حضرات اسلام کا بپاکنندہ جانتے ہیں،ان کی مشروعیت کو ثابت کرچکے ہیں اور اہل سنت نے بھی ان کی مشروع ہونے کا فی الجملہ اعتراف کیا ہے۔ اس بنا پر یہ نہ تقیہ بدعت ہے اور نہ شیعوں کا اپنا عقیدہ چھپانے کیلئے اختراع ہے

تقیہ، مکتب تشیع کا اصول دین ؟!

بعض لوگوں کا اپنے مخالفین کے خلاف مہم چلانے اور ان کو ہرانے کیلئے جو خطرناک اور وحشتناک راستہ اختیار کرتے ہیں ، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو متہم کرنا ہے اور ایسی تہمتیں لگاتے ہیں ، جن سے وہ لوگ مبری ہیں ۔ اگرچہ عیوب کا کنز کرنا معیوب نہیں ہے ۔ان لوگوں میں سے ایک ابن تیمیہ ہے ؛ جو کہتا ہے کہ شیعہ تقیہ کو اصول دین میں سے شمار کرتے ہیں ۔ جبکہ کسی ایک شیعہ بچے سے بھی پوچھ لے تو وہ بتائے گا : اصول دین پانچ ہیں :

اول : توحید۔ دوم :عدل سوم: نبوت چہارم:امامت پنجم : معاد۔لیکن وہ اپنی کتاب منہاج السنہ میں لکھتا ہے : رافضی لوگ اسے اپنا اصول دین میں شمار کرتے ہیں ۔ایسی باتیں یا تہمتیں لگانے کی دو ہی وجہ ہوسکتی ہیں:

۱۔ یا وہ شیعہ عقائد سے بالکل بے خبر ہے ؛ کہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ کیونکہ مذہب تشیع کا اتنا آسان مسئلہ ؛ جسے سات سالہ بچہ بھی جانتا ہو ، ابن تیمیہ اس سے بے خبر ہو ۔کیونکہ ہمارے ہاں کوئی چھٹا اصل بنام تقیہ موجود نہیں ہے ۔

۲۔ یا ابن تیمیہ اپنی ہوا وہوس کا اسیر ہوکر شیعوں کو متہم کرنے پر تلا ہوا ہے ۔ وہ چاہتا ہے کہ اس طریقے سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرےاوراسلام اور مسلمین کی قوت اور شان و شکوکت کو متزلزل کرے ۔اس قسم کی بیہودہ باتیں ایسے لوگوں کی دل خوشی کا سبب بن سکتے ہیں ، جو کسی بھی راستے سے شیعیان علی ابن ابی طالب کی شان شوکت کو دنیا والوں کے سامنے گھٹائے اور لوگون کو مکتب حق سے دور رکھے [۱]

----

(۱):- ۔ عباس موسوی؛ پاسخ و شبهاتی پیرامون مکتب تشیع، ص۱۰۲۔

جب کہ خود اہل سنتؒ بھی تقیہ کے قائل ہیں اور ان کے علماء کا اتفاق اور اجماع بھی ہے ، کہ تقیہ ضرورت کے وقت جائز ہے چنانچہ ابن منذر لکھتا ہے: اجمعوا علی من اکرہ علی الکفر حتی خشی علی نفسہ القتل فکفر و قلبہ مطمئن بالایمان انہ لا یحکم علیہ بالکفر[۲]

اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی کفر کے اظہار کرنے پر مجبور ہو جائے ، اور جان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں ضرور اظہار کفر کرے .جبکہ اس کا دل ایمان سے پر ہو ، تو اس پر کفر کا فتوی نہیں لگ سکتا..یا وہ کفر کے زمرے میں داخل نہیں ہوسکتا .

ابن بطال کہتا ہے : واجمعوا علی من اکرہ علی الکفر واختار القتل انہ اعظم اجرا عنداللہ یعنی علماء کا اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کفر پر مجبور ہوجائے ، لیکن جان دینے کو ترجیح دے دے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا اجر اور ثواب ہے .

خوداہل سنت تقیہ کے جائز ہونے کو قبول کرتے ہیں . لیکن جس معنی میں شیعہ قائل ہیں ، اسے نہیں مانتے .یعنی ان کے نزدیک تقیہ ، رخصت یا اجازت ہے ، لیکن شیعوں کے نزدیک ، ارکان دین میں سے ایک رکن ہے . جیسے نماز. اور پھر میں امام صادق(ع)کی روایت کو نقل کرتے ہیں، جو پیغمبر اسلام سے منسوب ہے . قال الصادق(ع): لو قلت ان تارک التقیہ کتارک الصلوۃ . اس کے بعد کہتے ہیں کہ شیعہ صرف اس بات پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں : لا دین لمن لا تقیة لہ [۱]

----

(۱):- دکتر ناصر بن عبداللہ؛ اصول مذہب شیعہ،ج ۲، ص ۸۰۷.

(۲):- ہمان

تقیہ، زوال دین کا موجب ؟!

کہا جاتا ہے کہ تقیہ زوال دین اور احکام کی نابودی کا موجب بنتا ہے ۔ لہذا تقیہ پر عمل نہیں کرنا چاہئے ۔اور اس کو جائز نہیں سمجھنا چاہئے ۔

جواب: تقیہ ، احکام پنجگانہ میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی:واجب ، حرام ، مستحب ، مکروہ ، مباح.

حرام تقیہ، دین میں فساد اور ارکان اسلام کے متزلزل ہونے کا سبب بنتا ہے ۔

بہ الفاظ دیگر جو بھی اسلام کی نگاہ میں جان، مال ، عزت، ناموس وغیرہ کی حفاظت سے زیادہ مہم ہو تو وہاں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے ، بلکہ حرام ہے ۔اور شارع اقدس نے بھی یہی حکم دیا ہے ۔کیونکہ عقل حکم لگاتی ہے کہ جب بھی کوئی اہم اور مہم کے درمیان تعارض ہوجائے تو اہم کو مقدم رکھاجائے ، اور اگر تقیہ بھی موجب فساد یا ارکان اسلام میں متزلزل ہونے کا سبب بنتا ہے تو وہاں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے ۔

آئمہ طاہرین سے کئی روایات ہم تک پہنچی ہے کہ جو اس بات کی تائید کرتی ہیں ؛ اور بتاتی ہیں کہ بعض اوقات تقیہ کرنا حرام ہے ۔

امام صادق (ع)فرماتے ہیں: ... فكل شيئ يعمل المؤمن بينهم لمكان التقية مما لا يؤدى الى الفساد فى الدين فانّه جائز.[1] امام نے فرمایا: ہر وہ کام جو مؤمن تقیہ کے طور پر انجام دیتے ہیں ؛اور دین کیلئے کوئی ضرر یا نقصان بھی نہ ہو ،اور کوئی فساد کا باعث بھی نہ ہو ؛ تو جائز ہے ۔

----

(۱):- وسائل الشیعہ ، ج۱۱، باب۲۵، ص۴۶۹.

امام صادق (ع)کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ . ور مطلق حرام نہیں ہے بلکہ وہ تقیہ حرام ہے جو زوال دین کا سبب بنتا ہو .

لیکن وہ تقیہ واجب یا مباح یا مستحب ہے جو زوال دین کا سبب نہیں بنتا . اس کا مکتب تشیع قائل ہے .

امام کی پیروی اور تقیہ کے درمیان تناقض

اس شبہہ کو یوں بیان کیا ہے کہ شیعہ آئمہ کی پیروی کرنے کا ادعا کرتے ہیں جبکہ آئمہ طاہرین نے تقیہ کرنا چھوڑ دئے ہیں ؛ جس کا نتیجہ علی (ع)نے ابوبکر کی بیعت کی ، اور امام حسین (ع)نے یزید کے خلاف جہاد کیا [۲]

اس شبہہ کا جواب :

اولاً :شیعہ نظریے کے مطابق تقیہ ایسے احکام میں سے نہیں کہ ہر حالت میں جائز ہو ، بلکہ اسے انجام دینے کیلئے تقیہ اور حق کا اظہار کرنے کے درمیان مصلحت سنجی کرنا ضروری ہے کہ تقیہ کرنے میں زیادہ مصلحت ہے یا تقیہ کو ترک کرنے میں زیادہ مصلحت ہے ؟ آئمہ طاہرینؑ بھی مصلحت سنجی کرتے اور عمل کرتے تھے. جیسا کہ اوپر کی دونوں مثالوں میں تقیہ کو ترک کرنے میں زیادہ مصلحت پائی جاتی ہے لہذا دونوں اماموں نے تقیہ کو ترک کیا . اگر امام حسین (ع)تقیہ کرتے تو اپنے جد امجد (ص) کا دین نہیں بچتا .

ثانیا: شیعہ سارے اماموں کی پیروی کرنےکو واجب سمجھتے ہیں . اور ہمارے سارے آئمہ نے بعض جگہوں پر تقیہ کئے ہیں اور بعض جگہوں پر تقیہ کو ترک کئے ہیں . بلکہ اس سے بھی بالا تر کہ بعض مقامات پر تقیہ کرنے کا حکم دئے ہیں . یہی بات کسی دلیل ہے کہ ان کی زندگی میں کتنی سخت دشواریاں پیش آتی تھیں.

----

(۲):- موسی موسوی؛ الشیعه والتصحیح، ص۷۹.

۔ ثالثاً: تقیہ کےبہت سے موارد ، جہاں خود آئمہ نے تقیہ کرنے کو مشروع قرار دئے ہیں ، جن کا تذکرہ گذرچکا ۔

۔ رابعاً: شبہہ پیدا کرنے والا خود اعتراف کررہا ہے کہ حضرت علی(ع)نے فقط چھ ماہ بیعت کرنے سے انکار کیا پھر بعد میں بیعت کرلی .یہ خود دلیل ہے سیرہ حضرت علی(ع) میں بھی تقیہ ہے ۔

تقیہ اورفتوائے امام(ع)کی تشخیص

اس کے بعد کہ قائل ہوئے کہ آئمہ بھی تقیہ کرتے تھے ؛ درج ذیل سوالات ، اس مطلب کی ضمن میں کہ اگر امام حالت تقیہ میں کوئی فتوی دیدے، تو کیسے پہچانیں گے کہ تقیہ کی حالت میں فتوی دے رہے ہیں یا عام حالت میں ؟!

جواب:

اس کی پہچان تین طریقوں سے ممکن ہے :

1. امام کا فتوی ایسے دلیل کے ساتھ بیان ہوجو حالت تقیہ پر دلالت کرتی ہو ۔
2. فتوی دینے سے پہلے کوئی قرینہ موجود ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ حالت تقیہ میں امام نےفتوی دیا ہے ۔
3. امام(ع) قرینہ اور دلیل کو فتوی صادر کرنے کے بعد بیان کرے کہ حالت تقیہ میں مجھ سے یہ فتوی صادر ہوا ہے ۔

تقیہ اورشیعوں کا اضطراب!

تقیہ یعنی جبن و اضطراب کادوسرا نام ہے ،اور شجاعت اور بہادری کے خلاف ہے ۔ جس کی وجہ سے اپنےقول و فعل میں، اورظاہر و باطن میں اختلاف کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے .اور یہ صفت ، رزائل اخلاق کےآثار میں سے ہے اور اس کی سخت مذمت ہوئی ہے؛ لہذا خود امام حسین(ع)نے کلمہ حق کی راہ میں تقیہ کے حدود کو توڑ کر شہادت کیلئے اپنے آپ کو تیار کیا [1]

----

(۱):- . دکتر علی سالوس؛ جامعہ تقریبین الشیعہ و السنہ،ص۹۲.

جواب: اگرشیعوں میں نفسیاتی طور پر جبن، اضطراب اور خوف پایا جاتا توظالم بادشاہوں کے ساتھ ساز باز کرتے ، اور کوئی جنگ یا جہاد کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی . یہ لوگ بھی درباری ملاؤں کی طرح اپنے اپنے دور کے خلیفوں کے ہاں عزیز ہوتے .اور تقیہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی.

اس سے بڑھ کر کیا کوئی شجاعت اور بہادری ہے کہ جس دن اسلام کی رہبری اور امامت کا انتخاب ہونے والاتھا ؛ اس دن لوگوں نے انحرافی راستہ اپناتے ہوئے نااہل افراد کو مسندخلافت پر بٹھادئے . اس دن سے لیکر اب تک شیعوں کا اور شیعوں کے رہنماؤں کا یہی نعرہ اور شعار رہا ہے کہ ہر طاغوتی طاقتوں کے ساتھ ٹکراتا ہے اور مظلوموں کی حمایت کرتا ہے . اور اسلام سے بیگانہ افراد کی سازشوں کو فاش کرتا ہے .

اگرچہ شیعہ ابتدای تقیہ پر حرکت کرتے ہیں ؛ لیکن جہاں بھی اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ ظالم اور جابر کے خلاف آواز اٹھانا ہے ؛ وہاں شیعوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اسلام اور مسلمین اور مظلوموں کی حمایت میں اپنا خون اور اپنے عزیزوں کی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا.

شیعوں کا آئیڈیل یہ ہے کہ اسلام ہمیشہ عظمت اور جلالت کے مسند پرقائم رہے اور امّت اسلامی کے دل اور جان میں اسلام ی عظمت اور عزت باقی رہے .

اور یہ بھی مسلمان یاد رکھے ! کہ تاریخ بشریت کا بہترین انقلاب ؛ شیعہ انقلاب رہا ہے . اور دنیاکے پاک اور شفاف ترین انقلابات ، جو منافقت ، دھوکہ بازی ، مکر و فریب اور طمع و لالچ سے پاک رہے ؛ وہ شیعہ انقلابات ہیں .

ہاں ان انقلابات میں مسلمان عوام اور حکومتوں کی عظمت اور عزت مجسم ہوچکی تھی .اور طاغوتی قوتوں کےمقابلے میں اس مکتب کے ماننے والوں کو عزت ملی اور شیعہ، طاغوتی طاقوتوں اور حکومتوں کو برکات اور خیرات کا مظہر مانتےتھے،بلکہ ان کے ساتھ ساز باز کرنے سے پر ہیز کرتے تھے .ہم کچھ انقلابات کا ذکر کریں گے ، جن کو آئمہ طاہرین نے سراہتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے دعا کی ہیں .کیونکہ کسی بھی قوم کی زندگی اور رمز بقا انہی انقلابات میں ہے . جن میں سے بعض یہ ہیں:

- زید ابن علی کا انقلاب
- محمد بن عبداللہ کا حجاز میں انقلاب
- ابراہیم بن عبداللہ کا بصرہ میں انقلاب
- محمد بن ابراہیم و ابو السرایا کا انقلاب
- محمد دیباج فرزند امام جعفر صادق(ع) کا انقلاب
- علی ابن محمد فرزند امام جعفر صادق(ع) کا انقلاب

اسی طرح دسیوں اور انقلابات ہیں ، کہ جن کی وجہ سے عوام میں انقلاب اور شور پیدا ہوگئی ہے . اور پوری قوم کی ضمیر اور وجدان کو جگایا ہے [1]

اماماں معصوم ان انقلابات کو مبارک اور خیر وبرکت کا باعث سمجھتے تھے .اور ان سپہ سالاروں کی تشویق کرتے تھے .راوی کہتا ہے : فَدَخَلْنَا عَلَى الصَّادِقِ ع وَ دَفَعْنَا إِلَيْهِ الْكِتَابَ فَقَرَأَ وَ بَكَى ثُمَّ قَالَ إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ راجِعُونَ عِنْدَ اللهِ أَحْتَسِبُ عَمِّي إِنَّهُ كَانَ نِعْمَ الْعَمُّ إِنَّ عَمِّي كَانَ رَجُلًا لِدُنْيَانَا وَ آخِرَتِنَا مَضَى وَ اللهِ عَمِّي شَهِيداً كَشُهَدَاءَ اسْتُشْهِدُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ وَ عَلِيٍّ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ [2] جب امام صادق(ع) کو زیدابن علی کی شہادت کی خبر ملی تو کلمہ استرجاع کے بعد فرمایا :میرے چچا واقعا بہترین اور عزیز ترین چچا ہیں . اور ہمارے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں چاہنے والے ہیں . خدا کی قسم ! میرے چچا ایسے شہید ہوئے ہیں ، جیسے رسول خدا (ص) ، علی اور حسین کے رکاب میں شہید ہوچکے ہوں .خدا کی قسم ! وہ شہید کی موت مرے ہیں .

----

(۱):- علی عباس موسوی؛ پاسخ شبہاتی پیرامون مکتب تشیع ، ص۹۷.

(۲):- بحارالانوار ، ج ۴۶،ص ۱۷۵ ، باب ۱۱- احوال اولادہ و ازواجہ

ایسے کلمات آئمہ معصومین (ع)سے صادر ہوئے ہیں ، اور یہ ۔ت دقیق ۔ٓ یبر یں ہیں کہ جو شیعہ تفکر کی عکاسی کرتی ہیں کہ۔ ہر ظالم و جابر حکمران کو غاصب مانتے تھے .اور ہر حام ، شیعہ کو اپنے لئے سب سے بڑا خ ر ہ جاتا تھا .

ہم ہزیادہ دور نہیں جاتے ، بلکہ اسی بیسویں ری کا انقلاب اسلامی ایران پر نز ر کریں ؛ کیسا عظیم انقلاب تھا ؟! کہ ساری دنیا کے ظالم وجابر ؛ کافر ہو یا مسلمان ؛طاغوتی قوتیں سب مل کر اسلامی جمہوری ایران پر حملہ آور ہوئے ؛ اگرچہ ظاہراً ایران اور عراق کے درمیان جنگ تھی ، لیکن حقیقت میں اسلام اور فر کے درمیان جنگ تھی . کیونکہ عالم فر نے دیکھا کہ اگر کوئی آئین یا مکتب ، ان کیلئے خطرناک ہے ، تو وہ اسلام ناب محمدی (ص) اور اس کے پیروی کرنے والے ہیں

اسی لئے باطل طاقتیں اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ ، اسلام ناب محمدی(ص) کے علمبردار یعنی خمینی بت شکن اور ان کے انقلاب کو سرکوب کرنے پر اتر آئے ، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل و خوار کیا اور جمہوری اسلامی ایران کی ایک فٹ زمین بھی چھین نہ سکے، جبکہ رام نے مغرورانہ انداز میں کہا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر تہران میں وارد ہونگے اور ظہرانہ تہران میں جشن مناتے ہوئے کھائیں گے .

آج پوری دنیا میں اگر اسلام کا کوئی وقار اور عزت نظر آتا ہے تو انقلاب اسلامی کی وجہ سے ہے .

آئیں اس انقلاب سے بھی نزدیکتر دیکھتے ہیں کہ مکتب اہل بیت کے پیروکاروں نے کس رح حقیقی اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ابھرانہ طور پر مقابلہ کیا اور دشمن کے سارے غرور کو خاک میں ملاتے ہوئے ، شکست فاش دیا ؟! میرا مقصد ؛ شیعیان لبنان (حزب اللہ اور ان کے عظیم لیڈر ، سید حسن نصراللہ) ہیں . جو کردار خمینی بت شکن نے امریکا اور اسرائیل کے مقابلے میں دنیا کے مستضعفوں کی حاکمیت قائم کرنے میں ادا کیا ، وہی کردار سید حسن نصراللہ نے جنایت کار اور خون خوار اسرائیل کے ساتھ ادا کیا .

مناسب ہے کہ اس بارے میں کچھ تفصیل بیان کروں، تاکہ دنیا کے انصاف پسند لوگوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ تقیہ کے دائرے کو توڑ کر دشمن کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے والا کون تھا ؟!

رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی نے ایک تحقیر آمیز انداز میں اسرائیل کی حیثیت کو دنیا کے سامنے واضح کرتے ہوئے فرمایا تھا : کہ اگر دنیا کے سارے مسلمان متحد ہوکر ایک ایک گلاس پانی پھینک دیں تو اسرائیل اس صفحہ ہستی سے محو ہوجائے گا . دنیا کے بہت سارے دانشوروں اور روشن فکروں نے اس بات کا مزاق لڑایا تھا ، لیکن حزب اللہ لبنان کی تجربات اور مہارت نے یہ بات دنیا کے اوپر واضح کردیا کہ اسرائیل کی حکومت ہزاروں ایٹمی میزائیلوں اور بموں اور جدید ترین ہتھیاروں کے رکھنے کے باوجود بھی ایک باایمان اور مختصر گروہ کے سامنے بے بس ہوکر اپنے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہوئے .اور شیشے کے درودیوار والے محل اور بنگلوں میں رہنے والے چھوٹے چھوٹے فلسطینی بچوں کے غلیل کی زد میں آکر پریشان اور بیچین نظر آتے ہیں.

آج پوری دنیا میں خمینی بت شکن کے افکار اور نظریات پھیل چکے ہیں ؛ جس کا مصداق اور نمونہ اتم ، سید حسن نصر اللہ اور حزب اللہ لبنان کی شکل میں نظر آتا ہے .اور آپ کے اس فرمان کی ترجمانی کرتے ہوئے سید حسن نصراللہ نے کہا: واللّٰہ انّ هی(اسرائیل) اوهن من بيت العنكبوت؛ خدا کی قسم یہ اسرائیل مکڑی کی جال سے بھی زیادہ نازک اور کمزور ہے . یہ کہہ کر امام خمینی کے اس جملے(اسرائیل کو اس صفحہ ہستی سے مٹ جانا چاہئے) کی صحیح ترجمانی کی .

ہاں ! سید حسن نصر اللہ کیلئے یہی باعث فخر تھی کہ رہبر معظم و مرجع عالی قدر حضرت آیۃ اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کے بازؤں کا بوسہ لیتے ہوئے ، دنیا پر واضح کررہے تھے کہ میں امام زمان (عج)کے نائب برحق کےشاگردوں میں سے ایک ادنی شاگرد ہوں. اس مرد مجاہد نے لبنان کے سارے رہنے والوں کو ؛ خواہ وہ مسلمان ہویا غیر مسلمان ، شہادت طلبی کا ایسا درس دیا کہ سارے مرد ،عورت ، چھوٹے بڑے نے ان کی باتوں پر لبیک کہہ کر کلمہ لاالہ الا اللہ کی سربلندی کے لئے شہادت کی موت کو خوشی سے لے گئے .یہی حزب اللہ کی جیت کی اصل وجہ تھی .اور یہ ثابت کردیا کہ مکتب اہل بیت(ع) کے ماننے والا ہی رہبری کے لائق ہے

آج پورے دنیا والوں نے یہ محسوس کرلیا ہے ، خصوصاً جوانوں نے ، کہ حزب اللہ ، شیعہ ہے ، اور ان کی مکتب حت ِ کا بزیادہ سے بزیادہ مطالعہ کرنے لگے ہیں ، جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حقیقی اسلام کی شناخت کیلئے دروازہ کھل گیا ہے .

نیو یورک ٹائمز نے لکھا ہے کہ : سید حسن نصر اللہ نے اسرائیل کے ساتھ جنگ کرکے اپنی اور اپنی ٹیم کی شخصیت اور وقار کو حد سے بزیادہ بلند کیا ہے . اور جو چیز نتیجہ تاریخ سے مٹادینے کے قابل ہیں، وہ مصر کا رر جمال عبد الناصر کا یہودیوں کو سمندر میں پھینک دینے کا خالی اور کھوکھلا دعوا اور رام کا آدھا اسرائیل کو جلانے کا جھوٹا ادعی تھا ؛ ان دنوں رام کے بڑے بڑے پوسٹرز پاکستان کے مختلف شہروں میں روڈوں پرلگنے لگے . اور رام کو صلاح ارین ایوبی کا لقب دینے لگے . لیکن اس نے اسرائیل کے اوپر حملہ کرنے کی بجائے کویت پر حملہ کر کے مسلمانوں کا مال اور خزانہ لوٹ کر سب سے بڑا ڈاکو بن گیا .

لیکن ان کے مقابلے میں دیھ لو کہ سید حسن نصر اللہ،۴۶ سال ایک روحانیت کے لباس میں محاذ جنگ پر ایک فوجی جرنیل کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی ٹیم کا کمانڈ کرتے ہوئے نظر آتا ہے .

یہ اخبار مزید لکھتا ہے کہ : وہ مشرق وسطی کا قدرتمند ترین انسان ہے .یہ بات عرب ممالک کے کسی ایک وزیر اعظم کے مشیر نے اس وقت کہی کہ جب سید حسن نصراللہ ٹی وی پر خطاب کررہے تھے .پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر کہتا ہے : حسن نصراللہ ہی تمام عرب ممالک کے رہبر ہیں .کیونکہ وہ جو جو وعدکرتا ہے اسے ضرور پورا کرتے ہیں .

خود اسرائیل کے ذرائع ابلاغ نے اعلان کردیا تھا کہ ۳۳ روزہ جنگ میں ۱۲۰ اسرائیلی فوج کو قتل اور ۴۰۰ کوشدید زخمی کردئے ، جن میں سے بھی اکثر مرنے کے قریب تھے .اسی طرح ۵۰ یہودی سویلین بھی حزب اللہ کے میزائلوں کی زد میں آکر مرے ، اور ۲۵۰۰ افراد زخمی تھے .حزب اللہ نے یہ کر دکھایا کہ اس مختصر مدت میں ۱۲۰ میر کاوا ٹینک ، ۳۰ زرہی ، ۲ اپاچی ہیلی کاپٹر کو منہدم کردیا .

غربی سیاستمداروں ، وایٹ ہاوس کے حکمران لوگ ، شروع میں حزب اللہ کی اس مقاومت اور مقابلے کو بہت ہی ناچیز اور کم سمجھ رہے تھے ،اور ان کا یہ تصور تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر حزب اللہ پسپا ہوجائے گا ، اور اسرائیل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر

مجبور ہوجائے گا ۔یہی وجہ تھی کہ پہلے دو ہفتے تک نہ تو اقوام متحدہ کی جانب سے اور نہ ہی وائٹ ہاؤس کی جانب سے اور نہ ہی کوئی سازمان کنفرانس اسلامی عرب لیگ کی جانب سے اعتراض ہوا نہ ہی اس جنگ کو روکنے کی بات ہوئی ؛ صرف یہ لوگ تماشا دیکھتے رہے ، اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ تھی کہ ایک دفعہ بھی اسرائیل کی ان جنایات اور لبنان میں بچوں اور عورتوں کے قتل عام کرنے پر ، ایک احتجاجی جلسہ بھی عرب لیگ میں منعقد نہیں ہوا !!.

جب امریکہ کی وزیر خارجہ مس کونڈولارائس سے جنگ بندی کیلئے تلاش کرنے کی اپیل کی گئی تاکہ لبنان خون خرابہ میں تبدیل نہ ہو ؛ تو اس نے بڑی نزاکت کے ساتھ کہا تھا :کوئی بات نہیں ، بچہ جننے کیلئے اس کی ماں کو درد زہ برداشت کرنا پڑتا ہے ، اسی طرح ہم اس کرہ زمین پر ایک جدید مشرق وسطی کے وجود میں لانے کیلئے کوشاں ہے ، جس کا وجود میں آنے کیلئے کوئی ایک ملک(لبنان) خون خرابہ میں تبدیل ہوجائے ، اور یہ ایک طبیعی چیز ہے !!

اس بیان کے جواب میں سید حسن نصراللہ نے مناسب اور منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کہا : ہم بھی اس ناجائز رستے سے وجود میں آنے والے بچے کو دنیا میں قدم رکھتے ہی گلا دبا کر ماردیں گے .

تیسرے ہفتے میں دھیمی دھیمی الفاظ میں بعض ممالک کے رہنماؤں اور سیاسی لیڈروں کے منہ کھلنے لگیں .اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ، جیسے طولانی خواب سے بیدار ہوا ہو، سمجھنے لگے کہ لبنان میں کوئی معمولی حادثہ رونما ہوا ہے ،

تیسرے ہفتے کے آخر میں جب حزب اللہ ، اسرائیل کے چار بحری کشتیوں کو منہدم کرنے میں کامیاب ہوئے ، اور اسرائیل اپنے کسی بھی ایک ہدف کو پہنچ نہیں پایا ؛ تو امریکہ ؛ جو کسی بھی صورت میں شورای امنیت کا جلسہ تشکیل دینے کیلئے حاضر نہ تھا ، ایک دم وہ جنگ بندی کرنے کی خاطر اتفاق رای کے ساتھ شق نمبر ۱۷۰۱ کے مطابق ، میدان میں اتر آیا ؛ کیونکہ اسرائیل نے امریکہ اور دوسرے ممالک کی طرف سے دئے ہوئے تمام تر جدید میزائل ، بمب اور دوسرے سنگین اسلحے سے لیس ہونے کے باوجود ؛ حزب اللہ کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دیا تھا، اور مزید سیاسی امداد کیلئے ہاتھ پھیلا رہا تھا . اس ضرورت کو امریکہ ، قطعنامہ کے ذریعے جبران کرنا چاہتا تھا .

مکتب اہل بیت (ع) کے ماننے والوں کے یہ سارے انقلابات ، شیعوں کی شجاعت ، دلیری اور بہادری کو ثابت کرتی ہیں .اور یہ سارے انقلابات ، اپنی ذاتی مفاد کی خاطر نہیں تھیں ، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کو حاکم بنانا اور ظلم و ستم کو ختم کرنا مقصود تھا .

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض مسلم ممالک کے مفتی حضرات ؛ جیسے سعودی عرب کے مفتی بن جبرین ، اور مصر کے دربار ی ملا ، طنطاوی ، نے فتوی دئے تھے کہ حزب اللہ کا مدد کرنا تو درکنار ان کے لئے دعا کرنا بھی جائز نہیں ہے ، بلکہ حرام ہے ؛ کیونکہ وہ لوگ شیعہ ہیں . اسی طرح سعودی حکومت نے بھی اسرائیل کے جنگی طیاروں کولبنان پر حملہ کرنے کیلئے پیٹرول (فیول) دیتی رہی.

اور جب مسلمانوں کی طرف سے یہ لوگ پریشر میں آئے تو اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی ملت اور قوم کے سامنے معافی مانگنے پر مجبور ہوئے . اور مفتی بن جبرین نے اپنے ویب سایٹ پر غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگا ، اور کہا: جو کچھ مجھ سے پہلے نقل ہوئی ہے وہ میرا قدیم اورپرانا نظریہ تھا ؛ ابھی میرا جدید نظریہ یہ ہے کہ یہ حزب اللہ ، وہی حزب اللہ ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے .اور ہم انہیں دوست رکھتے ہیں اور ان کیلئے دعا بھی کرتے ہیں .اور طنطاوی نے بھی جب جامعۃ الازہر کے اساتذہ نے ان کے اوپر اعتراض کئے تو ان کے سامنے کہا: جو کچھ میں نے پہلے بتایا تھا وہ میرا اپنا ذاتی نظریہ نہیں تھا بلکہ حکومت کی طرف سے کہلوایا گیا تھا . اور میرا ذاتی نظریہ ان کے بارے میں یہ ہے کہ حزب اللہ کے مجاہدین، اس وقت اسلام ، مسلمین اور عرب امّت کی عزت اور کرامت کے لئے اسرائیل کے ساتھ لڑ رہے ہیں ،لہذا ان کی حمایت کرنا ضروری ہے آج کے دور میں سارے عرب ممالک میں محبوب ترین اسلامی شخصیت ، سید حسن نصراللہ کو ٹھہرایا جاتا ہے . اور ہر بچہ ، جو پیدا ہوتا ہے ؛ اس کا نام حسن نصراللہ رکھ رہے ہیں . یہ بات دلچسپ بات تھی کہ اس سال جب ماہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور لوگ روزہ رکھنے لگے ؛ مصر میں بہترین اور اعلی درجے کے خرما یا کھجور کا نام حسن نصراللہ رکھا گیا،تاکہ روزہ دار ، افطاری کے وقت حسن نصراللہ کو دعائیں دیں اور خراب کھجور کا نام بش اور بلر رکھا گیا.

یہ وہ تاریخی حقائق ہیں ، جن سے کوئی بھی اہل انصاف انکار نہیں کرسکتا . اور ان حقیقتوں سے لوگ جب آشنا ہوجاتے ہیں تو خود بخود مذہب حقہ کی طرف مائل ہوجاتے ہیں ، بشرطیکہ درباری ملاؤں کی طرف سے مسلمانوں کو کوئی رکاوٹ درپیش نہ ہو.

اب ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کوئی ایک نمونہ پیش کریں جو آپ کے کسی سیاسی یا مذہبی رہنما نے ایسا کوئی انقلاب برپا کیا ہو ، اور اپنی شجاعت کا ثبوت دیا ہو، تاکہ ہم بھی ان کی پیروی کریں ؟!اور ہمیں یقین ہے کہ وہ لوگ نہ اسلام سے پہلے اور نہ اسلام کے بعد ، کوئی ایسی جوانمردی نہیں دکھا سکتے . کیونکہ انہیں اپنی جوان مردی دکھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی ؛ جو ہمیشہ ظالم و جابر حکمرانوں کے کوڑوں اور تلواروں سے ہمیشہ محفوظ رہے ہیں .کیونکہ وہ لوگ ہمیشہ حاکموں کے ہم پیالہ بنتے رہے ہیں اوران کی ہر قسم کے ظلم وستم کی تائید کرتے رہے ہیں . جس کی وجہ سے تقیہ کا موضوع ہی منتفی ہوجاتا ہے

اگر شیعہ علما بھی ان کی طرح حکومت وقت کی حمایت کرتے اور ان کے ہاں میں ہاں ملاتے رہتے تو ان کو بھی کبھی تقیہ کی ضرورت پیش نہ آتی .بلکہ ان کیلئے تقیہ جائز بھی نہ ہوتا ، کیونکہ تقیہ جان اور مکتب کی حفاظت کی خاطر کیاجاتا ہے ، اور جب ان کی طرف سے جان اور مال کی حفاظت کی گارنٹی مل جاتی تو ، تقیہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی .

تقیہ کافروں سے کیاجاتاہے نہ مسلمانوں سے

اہل سنت اشکال کرتے ہیں کہ تقیہ کافروں سے کیاجاتاہے نہ مسلمانوں سے . کیونکہ قرآن مجید میں تقیہ کا حکم کافروں سے کرنے کا ہے نہ مسلمانوں سے . چنانچہ فرمایا: لاَّ يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُوْنِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّهِ فِي شَيْءٍ إِلاَّ أَن تَتَّقُواْ مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّهِ الْمَصِيرُ.[1]

خبردار صاحبانِ ایمان !مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا و لی اور سرپرست نہ بنائیں کہ جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے اور خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے. اور یہ تقیہ ابتدای اسلام میں تھا ، لیکن شیعہ حضرات ، اہل حدیث سے تقیہ کرتے ہیں .

----

(۱):- . سورہ مبارکہ آلعمران/۲۸.

پہلا جواب: یہ شیعیان حیدر کرار(ع) کی مظلومیت تھی کہ جو مسلمانوں سے بھی تقیہ کرنے اور اپنا عقیدہ چھپانے پر مجبور ہوئے . اور یہ نام نہاد مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اپنے اعمال اور کردار اور عقیدے پر نظر ثانی کرے ؛ کہ جو کافروں والا کام اور برتاؤ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتا ہو ، کیونکہ اگر تقیہ کرنے کی وجہ اور علت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ نتیجہ ایک نکلتا ہے ، اور وہ دشمن کی شر سے دین، جان اور مال کی حفاظت کرنا ہے

دوسرا جواب: ظاہر آیہ بات پر دلالت کرتی ہے کہ تقیہ ان کافروں سے کرنا جائز ہے جو تعداد یا طاقت کے لحاظ سے مسلمان سے زیادہ قوی ہو

لیکن شافعی مذہب کے مطابق اسلامی مختلف مکاتب فکر سے تقیہ کرنا جائز ہے . کیونکہ شافعی کے نزدیک مجوز تقیہ ، خطر ہے ، خواہ یہ خطر کافروں سے ہو یا مسلمانوں سے ہو ؛ کہ شیعہ ،مسلمانوں کے ہاتھوں بہت سی سختیوں اور مشکلات کو تحمل کرنے پر مجبور ہوئے ہیں . اور یہ مظلومیت ،شہادت علی ابن ابی طالب(ع) کے بعد سے شروع ہوئی .ان دوران میں بنی امیہ کے کارندوں نے شیعہ مرد عورت ، چھوٹے بڑے ، حتی شیعوں کے کھیتوں اور حیوانات پر بھی رحم نہیں کیا .آخر کار انہیں بھی آگ لگادی گئی.

جب معاویہ اریکہ قدرت پر بیٹھا تو شیعیان علی(ع)کو سخت سے سخت قسم کی اذیتیں پہنچانا شروع کیا . اور ان کے اوپر زندگی تنگ کردی .اور اس نے اپنےایک کارندے کو خط لکھا : میں علی اور اولاد علی کے فضائل بیان کرنے والوں سے اپنی ذمہ بری کرتا ہوں یعنی انہیں نابود کروں گا .

یہی خط تھا کہ جس کی وجہ سے ان کے نماز جماعت اور جمعے کے خطیبوں نے علی پر ممبروں سے لعن طعن کرتے ہوئے ان سے اظہار برائت کرنے لگے ، یہ دور،کوفہ والوں پر بہت سخت گذری ، کیونکہ اکثر کوفہ والے علی کے ماننے والے تھے . معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو کوفہ اور بصرہ کی حکومت سپرد کی ، یہ ملعون شیعوں کو خوب جانتا تھا ، ایک ایک کرکے انہیں شہیدکرنا ، ہاتھ پیر ، کان اور زبان کاٹنا ، آنکھیں نکالنا اور شہربدر کرنا شروع کیا .

اس کے بعد ایک اور خط مختلف لاقوں میں بھیجنا شروع کیا ؛ جس میں اپنے کارندوں اور حکومت والوں کو حکم دیا گیاکہ شیعوں کی کوئی گواہی قبول نہ کریں .سب سے زیادہ دشواری اور سختی عراق ، خصوصاً کوفہ والوں پر کی جاتی تھی ؛ کیونکہ وہ لوگ اکثر شیعیان علی ابن ابی طالب تھے .اگر یہ لوگ کسی معتبر شخص کے گھر چلا جائے تو ان کے غلاموں اور کنیزوں سے بھی احتیاط سے کام لینا پڑتا تھا ؛ کیونکہ ان کے اوپر اعتماد نہیں کرسکتے تھے .اور انہیں قسم دلاتے تھے کہ ان اسرار کو فاش نہیں کریں گے . اور یہ حالت امام حسن مجتبی (ع) کے دور تک باقی رہی ، امام مجتبی (ع)کی شہادت کے بعد امام حسین (ع)پر زندگی اور تنگ کردی.

عبدالملک مروان کی حکومت شروع ہوتے اور حجاج بن یوسف کے بر سر اقتدار آتے ہی ، دشمنان امیر المؤمنین(ع) ہر جگہ پھیل گئے اور علی(ع) کے دشمنوں کی شان میں احادیث جعل کرنے ، اور علی (ع)کی شان میں گستاخی کرنے لگے.اور یہ جسارت اس قدر عروج پر تھا کہ عبدالملک بن قریب جو اصمعی کا دادا تھا ؛ عبدالملک سے مخاطب ہوکر کہنے لگا : اے امیر ! میرے وارثین نے مجھے عاق کردیا ہے اور سزا کے طور پر میرا نام علی رکھا ہے . میرا کوئی مددگار نہیں ، سوائے امیر کے . اس وقت حجاج بن یوسف ہنسنے لگا اور کہا: جس سے تو متوسل ہوا ہے ؛ اس کی وجہ سے تمھیں فلان جگہ کی حکومت دونگا [۱]

امام باقر(ع)شیعوں کی مظلومیت اور بنی امیہ کے مظالم کے بارے میں فرماتے ہیں : یہ سختی اور شدت معاویہ کے زمانے اور امام مجتبی(ع) کی شہادت کے بعد اس قدر تھی کہ ہمارے شیعوں کو کسی بھی بہانے شہید کئے جاتے ، ہاتھ پیر کاٹتے اور جو بھی ہماری محبت کا اظہار کرتے تھے ، سب کو قید کرلیتے تھے اور ان کے اموال کو غارت کرتے تھے . اور گھروں کو آگ لگائے جاتے تھے ،یہ دشواری اور سختی اس وقت تک باقی رہی کہ عبید اللہ جو امام حسین(ع) کا قاتل ہے کے زمانے میں حجاج بن یوسف اقتدار پر آیا تو سب کو گرفتار کرکے مختلف تہمتیں لگا کر شہید کئے .اور اگر کسی پر یہ گمان پیدا ہوجائے ، کہ شیعہ ہے ، تو اسے قتل کیا جاتا تھا [۲]

----

(۱):- عباس موسوی؛ پاسخ و شبہاتی پیرامون مکتب تشیع،ص۸۶.

(۲):- ابن ابی الحدید؛ شرح او، ج ۱۱ ص۴۴.

یہ تو بنی امیہ کا دور تھا اور بنی عباس کا دور تو اس سے بھی زیادہ سخت دور، اہل بیت کے ماننے والوں پر آیا . چنانچہ شاعر نے علی(ع)کے ماننے والوں کی زبانی یہ آرزو کی ہے ، کہ اے کاش ، بنی امیہ کا دور واپس پلٹ آتا !:

فیالیت جور بنی مروان دام لنا و کان عدل بنی العباس فی النار

اے کاش ! بنی امیہ کا ظلم و ستم ابھی تک باقی رہتا اور بنی عباس کا عدل و انصاف جہنم کی آگ میں .

جب منصور سن ۱۵۸ھ میں عازم حج ہوا کہ وہ اس کی زندگی کا آخری سال تھا ؛ریطہ جو اپنے بھائی سفاح کی بیٹی اور اپنے بیٹے کی بیوی (بہو) تھی ، اسے اپنے پاس بلا کر سارے خزانے کی چابی اس کا حوالہ کیا ، اور اسے قسم دلائی کہ اس کے خزانے کو کسی کیلئے بھی نہیں کھولے گی.اور کوئی ایک بھی اس کے راز سے باخبر نہ ہو، حتی اس کا بیٹا محمد بھی ، لیکن جب اس کی موت کی خبر ملی تو محمد اور اس کی بیوی جا کر خزانے کا دروازہ کھولا ، بہت ہی وسیع اور عریض کمروں میں پہنچے ، جن میں علی(ع) کے ماننے والوں کے کھوپڑیاں اور جسم کے ٹکڑے اور لاشیں ملیں .اور ہر ایک کے کانوں میں کوئی چیز لٹکی ہوئی تھی کہ جس پر اس کا نام اور نسب مرقوم تھا . ان میں جوان ، نوجوان اوربوڑھے سب شامل تھے . الا لعنة الله علی القوم الظالمین!.محمد نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ مضطرب ہو ا اور اس نے حکم دیا کہ ان تمام لاشوں کو گودال کھود کر اس میں دفن کئے جائیں [1]

بنی امیہ کے بادشاہوں نے علی (ع)کے فضائل بیان کرنےوالے شاعروں کی زبان کاٹی ، اور ان کو زندہ درگور کئے اور جو پہلے مر چکے تھے ان کو قبروں سے نکال کرجسموں کو جلادئے گئے . ان سب کا صرف ایک ہی جرم تھا ؛ اوروہ محبت علی(ع) کے سوا کچھ اور نہ تھا . شیعیان آفریقا ،معاذبن بادیس کے دور میں سنہ ۴۰۷ ھ میں سب کو شہید کئےگئے ، اور حلب کے شیعوں کو بھی اسی طرح بے دردی سے شہید کئے گئے .ای اہل انصاف!خود بتائیں کہ ان تمام سختیوں ، قید وبند کی صعوبتوں اور قتل و غارت ، کے مقابلے میں اس مظلوم گروہ نے اگر تقیہ کر کے اپنی جان بچانے کی کوشش کی ، تو کیا انہوں نے کوئی جرم کیا؟!!

اور یہ بتائیں کہ کون سا گروہ یا فرقہ ہے ؛ جس نے شیعوں کی طرح اتنی سختیوں کو برداشت کیا ہو ؟!!

----

(۱):- عباس موسوی؛ پاسخ و شبہاتی پیرامون مکتب تشیع،ص۸۷.

وہ لوگ خود قابل مذمت ہیں

پہلے عرض کر چکا کہ تقیہ کہاں واجب ہے؟ کہاں مستحب ہے ؟ اور کہاں حرام ہے؟اور کہاں مکروہ و مباح ؟ یہاں ہم اس کا خلاصہ ان موارد کو بیان کریں گے تاکہ مکمل طور پر واضح ہو سکے :

تقیہ کا واجب ہونا :تقیہ کرنا اس وقت واجب ہوجاتا ہے کہ بغیر کسی فائدے کے ، اپنی جان خطرے میں پڑجائے .

تقیہ کا مباح ہونا:تقیہ اس صورت میں مباح ہوجاتا ہے کہ اس کا ترک کرنا ایک قسم کا دفاع اور حق کی تقویت کا باعث ہو. ایسے مواقع پر انسان فداکاری کرکے اپنی جان بھی دے سکتا ہے ،اسی طرح اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حق سے دست بردار ہوکر اپنی جان بچائے .

تقیہ کا حرام ہونا: اس صورت میں تقیہ کرنا حرام ہوجاتا ہے کہ اگر تقیہ کرنا، باطل کی ترویج، گمراہی کا سبب، اور ظلم وستم کی تقویت کا باعث بنتا ہو.ایسے موقعوں پر جان کی پروا نہیں کرنا چاہئے اور تقیہ کو ترک کرنا چاہئے .اور ہر قسم کی خطرات اور مشکلات کو متحمل کرنا چاہئے .

ان بیانات سے واضح ہوا کہ تقیہ کی حقیقت کیا ہے اور شیعوں کا عقلی اور منطقی ذریعہ سے بھی واقف ہوجاتا ہے ، اس ضمن میں اگر کوئی تقیہ کی وجہ سے ملامت اور مذمت کرنے کے لائق ہے تو وہ تقیہ کرنے پر مجبور کرنے والے ہیں ، کہ کیوں آخر اپنی کم علمی کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کے جان و مال کے درپے ہوئے ہو؟ اور تقیہ کرنے پر ان کو مجبور کرتے ہو؟!!پس وہ لوگ خود قابل مذمت ہیں نہ کہ یہ لوگ.کیونکہ تاریخ کے اوراق یہ بتاتے ہیں کہ معاویہ نے جب حکومت اسلامی کی باگ دوڑ مسلمانوں کی رضایت کے بغیر سنبھال لی تو اس کی خودخواہی اس قدر بڑھ گئی کہ جس طرح چاہے اور جو چاہے ، اسلامی احکام کے ساتھ کھیلتا تھا ، اور کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے ، حتی خدا سے بھی !! خصوصاً شیعیان علی ابن ابیطالب کا پیچھا کرتے تھے ، ان کو جہاں بھی ملے ، قتل کیا کرتے تھے ، یہاں تک کہ اگر کسی پر یہ شبہہ پیدا ہوجائے کہ یہ شیعہ ہے تو اسے بھی نہیں

چھوڑتا تھا . بنی امیہ اور بنی مروان نے بھی اسی راہ کو انتخاب کیا اور ادامہ رکھا .بنی عباس کی نوبت آئی تو انہوں نے بھی بنی امیہ کے مظالم اور جنایات کو نہ صرف تکرار کیا بلکہ ظلم وستم کا ایک نیا باب کھولا ، جس کا کبھی تصورَ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا.

ایسے میں شیعہ تقیہ کرنے کے سوا کیا کچھ کر سکتے تھے؟یہی وجہ تھی کہ کبھی اپنا عقیدہ چھپاتے اور کبھی اپنے عقیدے کو ظاہر کرتے تھے.جس طریقے سے حق اور حقیقت کا دفاع ہوسکتا تھا اور ضلالت اور گمراہی کو دور کرسکتا تھا . ایسے موارد میں شیعہ اپنا عقیدہ نہیں چھپاتے تھے ، تاکہ لوگوں پراتمام حجت ہوجائے .اورحقانیت لوگوں پر مخفی نہ رہ جائے .اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری بہت ساری ہستیاں اپنے دور میں تقیہ کو کلی طور پر پس پشت ڈالتے ہوئے اپنی جانوں کو راہ خدا میں قربان کئے، اور ظالموں کے قربان ہوگئی اور پھانسی کے پھندوں تک جانے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھنے لگے۔تاریخ کبھی بھی مجعذراء (شام کی ایک دیہات کانام ہے) کے شہداء کو فراموش نہیں کرے گی.یہ لوگ چودہ افراد تھے جو بزرگان شیعہ میں سے تھے ، جن کا سربراہ وہی صحابی رسول تھے جو زہد و تقوی اور عبادت کی وجہ سے جسم ضعیف ہوچکے تھے.اور وہ کون تھا ؟ وہ عظیم نامور حجر بن عدی کندی تھا ، شام کو فتح کرنے والی فوج کے سپہ سالاروں میں سے تھے لیکن معاویہ نے ان چودہ افراد کو سخت اذیتیں دے کر شہید کیا . اور اس کے بعد کہا: میں نے جس جس کو بھی قتل کیا ، اس کی وجہ جانتا ہوں ؛سوائے حجر بن عدی کے ، کہ اس کا کیا جرم تھا ؟!ابن زیاد بن ابیہ جو بدکارعورت سمیہ کا بیٹا تھا ؛ شراب فروش ابی مریم کی گواہی کی بناپر معاویہ نے استنا اپنا بھائی کہہ کر اپنے باپ کی طرف منسوب کیا ؛ اسی زیادنے حکم دیا کہ رشید ہجری کو علی(ع) کی محبت اور دوستی کے جرم میں ، ان کے ہاتھ پیر اور زبان کاٹ دئے جائیں .اور ایک درخت کے ٹہنی کے سولی پر چڑھائے گئے.ابن زیاد جو اسی زنازادہ کا بیٹا تھا ، نے علی کے دوستدار میثم تمار کو مار پیٹ کے بعد اسے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور زبان کو کاٹ کر تین دن تک کجھور کے اس سوکھے ٹہنی پر لٹکائے رکھا، جس کی جب سے مولا نے پیشن گوئی کی تھی اس وقت سے اس کو پانی دیتا رہا تھا ، اور تین دن بعد اسے بے دردی سے شہید کیا گیا .

----

(۱):- شیعہ می پرسد، ص ۲۹۰.

اے اہل انصاف! اب خود بتائیں کہ ظلم و ستم کے ان تمام واقعات میں کون زیادہ قابل مذمت ہے ؟! کیا وہ گروہ جسے تقیہ کرنے اور اپنا عقیدہ چھپانے پر مجبور کیا گیا ہو یا وہ گروہ جو اپنے دوسرے مسلمانوں کو تقیہ کرنے اور عقیدہ چھپانے پر مجبور کرتے ہوں؟! دوسرے لفظوں میں مظلوموں کا گروہ قابل مذمت ہے یا ظالموں کا گروہ ؟!

ہر عاقل اور باانصاف انسان کہے گا یقیناً دوسرا گروہ ہی قابل مذمت ہے.

آقای کاشف الغطاء دوسروں کو تقیہ کرنے پر مجبور کرنے والوں سے سوال کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں : کیا رسول خدا کے صحابی عمر بن حمق خزاعی اور عبد الرحمن ابن حسانی ، زیاد کے ہاتھوں قس الناطف میں زندہ درگور ئے جانے کو فراموش کرسکتے ہیں؟!!

کیا میثم تمار ، رشید ہجری اور عبداللہ بن یقطر جیسی ہستیوں کو ابن زیادہ نے جس طرح بے دردی سے سولی پر چڑا کر شہید کیا ؛ قابل فراموش ہے؟!

ان جیسے اور سینکڑوں علی (ع) کے ماننے والے تاریخ میں ملیں گے جنہوں نے اپنی پیاری جانوں کو اللہ کی راہ میں فدا کرنے سے دریغ نہیں کیا .کیونکہ یہ لوگ جانتے تھے کہ تقیہ کہاں استعمال کرنا ہے اور کہاں ترک کرنا ہے .یہ لوگ بعض مواقع میں تقیہ کو اپنے آپ پر حرام سمجھتے تھے.کیونکہ اگر یہ لوگ ان موارد میں تقیہ کرتے تو حق اور حقیقت بالکل ختم ہوجاتا .

آقای کاشف الغطاء فرماتے ہیں:میں معاویہ سے یہی پوچھوں گا کہ حجر بن عدی کا کیا قصور تھا اور اس کا کیا جرم تھا ؟ سوای علی کی محبت اور مودت کے ، جس سے اس کا دل لبریز تھا .اس نے تقیہ کو کنار رکھتے ہوئے بنی امیہ کا اسلام سے کوئی رابطہ نہ ہونے کو لوگوں پر آشکار کردیا تھا. ہاں اس کا اگر کوئی گناہ تھا تو وہ حق بات کا اظہار کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا . اور یہی اس کا مقدس اور اہم ہدف تھا ، جس کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ دینے سے دریغ نہیں کیا [1]

----

(۱):- این است آئین ما، ص ۳۶۸.

ابن أثیر لکھتا ہے کہ حجر بن عدی کے دو دوست کو پکڑ کرشام میں معاویہ کے پاس روانہ کیا گیا ؛ معاویہ نے ایک سے سوال کیا : علی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟!

اس نے کہا: وہی ، جو تو کہتا ہے .

معاویہ نے کہا: میں ان سے اور ان کے دین سے کہ جس کی وہ پیروی کرتا ہے، اور اس خدا سے کہ جس کی وہ پرستش کرتا ہے ، بیزار ہوں .

وہ شخص خاموش رہا.اس مجلس میں موجود بعض لوگوں نے ان کی سفارش کی، اور معاویہ نے بھی ان کی سفارش قبول کرلی .اور اسے آزاد کردیا . لیکن اسے شہر بدر کرکے موصل میں بھیجا گیا .

معاویہ نے دوسرے سے سوال کیا :تو علی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو نہ پوچھے تو تمھارے لئے بہتر ہے .

معاویہ نے کہا: خدا کی قسم تمہیں جواب دئے بغیر نہیں چھوڑوں گا .

اس مرد مجاہد نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں علی بن ابیطالب(ع) ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ تعالی کو بہت یاد کرتے تھے اور حق بات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے ، عدل اور عدالت کے قیام کے لئے کوشاں تھے،علی(ع) ان میں سے تھے جو لوگوں کی دادو فریاد سنتے تھے ،... اس طرح وہ فضائل علی بیان کرتے گئے اور لوگ انہیں داد دیتے گئے.یہاں تک کہ معاویہ نے کہا : تو نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا .

اس محب علی (ع)نے کہا:بلکہ میں نے تجھے بھی ہلاک کیا، یعنی لوگوں کے سامنے تجھے بھی ذلیل و خوار کیا.

معاویہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو زیاد بن ابیہ کے پاس واپس بھیج دو، تاکہ وہ اسے بدترین حالت میں قتل کرے !

زیاد بن ابیہ ملعون نے بھی اس محب علی کو زندہ درگور کیا .

اگر یہ لوگ تقیہ کرتےتو لوگوں تک علی(ع) کے فضائل بیان نہ ہوتے ، اور دین اسلام معاویہ ، یزیداور ابن زیاد والا دین بن کر رہ جاتا۔یعنی ایسا دین ؛ جو ہر قسم کے رزائل ، جیسے مکرو فریب ، خیانت ومنافقت،ظلم و بربریت ،... کا منبع ہو .اور یہ دین کہاں اور وہ دین جو تمام فضلیتوں کامنبع ہو، کہ جسے رسول اسلام (ص)نے لایا اور علی اور اولاد علی نے بچایا اور ان کے دوستداروں نے قیامت تک کیلئے حفاظت کی ؛ کہاں؟!!!

ہاں یہ لوگ راہ حق اور فضیلت میں شہید ہونے والے ہیں . جن میں سے ایک گروہ شہدائے طف ہیں ، جن کا سپہ سالار حسین ہیں ، جنہوں نے کبھی بھی ظلم وستم کو برداشت نہیں کیا ، بلکہ ظالموں کے مقابلے میں بڑی شجاعت اور شہامت کے ساتھ جنگ کیں ، اور تقیہ کو اپنے اوپر حرام قرار دیا ہوا تھا.

اب ان کے مقابلے میں بعض علی(ع) کے ماننے والے تقیہ کرنے پر مجبور تھے ، کیونکہ شرائط،اوضاع واحوال اور محیط فرق کرتا تھا.بعض جگہوں پرمباح ، یا جائز سمجھتے تھے اور بعض جگہوں پر واجب یا حرام یا مکروہ.

اب ہم مسلمانوں سے یہی کہیں گے کہ آپ لوگ دوسرے مسلمانوں کو تقیہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ شیعہ تقیہ کیوں کرتے ہیں ؟آپ کوئی ایسا کام نہ کریں ، کہ دوسرے مسلمان تقیہ کرنے پر مجبور ہوجائیں .

ان لوگوں کو کیا نام دیں ؟!

چالیس ہجری سے لیکر اب تک شیعہ اور ان کے اماموں نے رنج و الم، اذیت اورآزارمیں زندگی کیں.کسی نے زندگی کا بیشتر حصہ قید خانوں میں گذاری ، کسی کو تیر اور تلوار سے شہید کیا گیا، تو کسی کو زہر دیکر شہید کیا گیا .ان مظالم کی وجہ سے تقیہ کرنے پر بھی مجبور ہوجاتے تھے.

لیکن دوسرے لوگ معاویہ کی برکت سے سلسلہ بنی امیہ کے طویل و عریض دسترخوان پر لطف اندوز ہوتے رہے ، اس کے علاوہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے جوائز اور انعامات سے بھی مالامال ہوتے رہے ،اور بنی عباس کے دور میں بھی یہ برکتوں والا دسترخوان ان کیلئے بچھے رہے ۔یہی وجہ تھی کہ ان نام نہاد اور ظالم وجابر لوگوں کو بھی اولی الامر اور واجب الاطاعۃ سمجھتے رہے

.اس رح یزید پلید ، ولید ملون اور حجاج خونخوار کو بھی خلفائے راشدین میں شامل کرتے رہے .

خدایا !ان کی عقل کو کیا ہوگیا ہے ؟ یہ لوگ دوست کو بھی رضی اللہ اور دشمن کو بھی رضی اللہ۔. علی (ع) کو بھی خلیفہ اور معاویہ کو بھی خلیفہ مانتے ہیں، جب کہ ان دونوں میں سے ایک برحق ہوسکتا ہے . اگر کہے کہ ان کے درمیان سیاسی اختلاف تھا ؛ تو سب سے زیادہ طولانی جنگ مسلمانوں کے درمیان ہوئی ، جنگ صفین ہے ، جس میں سینکڑون مسلمان مارے گئے. اور جہاں مسلمانوں کاقتل عام ہورہاہو؛ اسے معمولی یا سیاسی اختلاف سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا.اسی رح یزید کو بھی رضی اللہ اور حسین کو بھی رضی اللہ ، عمر بن عبدالعزیز کو بھی رضی اللہ اور متوکل عباسی اور معتصم کو بھی رضی اللہ؟!یعنی دونوں رف کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں. یہ کہاں کا انصاف اور قانون ہے ؟ اور کون سا عاقلانہ کام ہے ؟

جای سؤال یہاں ہے کہ کیا یہ لوگ بھی کوئی رنج و الم دیکھیں گے ؟!

لیکن اس بارے میں امامیہ کا کیا عقیدہ ہے؟ ذرا سن لیں : شیعہ اسے اپنا امام اور خلیفہ رسول مانتے ہیں جواللہ اور رسول کی جانب سے معین ہوا ہو نہ لوگوں کے ووٹ سے.اس سلسلے مین بہت لمبی بحث ہے ، جس کیلئے ایک نئی کتاب کی ضرورت ہے .

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعہ ہر کس و ناکس کو خلیفہ رسول نہیں مانتے؛ بلکہ ایسے شخص کو خلیفہ رسول مانتے ہیں ، جو خود رسول (ص) کی رح معصوم ہو. ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے ہم تقیہ کے قائل ہیں ،لیکن ہم پر اعتراض کرنے والے ہمیشہ حکام وقت کی چاپلوسی کرنے میں مصروف ہیں.اور آپ کوئی ایک مورد دکھائیں ، کہ جس میں اپنے کوئی رہبر یا عالم ،ظالم و جابر خلیفہ یا حاکم کو نہی از منکر کرتے ہوئےسے اعتراض کیا ہو؟!

اس کے باوجود کہ آپ کے بہت سے علما دربار اور تنخواہ دار تھے ، جب بنی امیہ کا حاکم ولید ، بقول آپ کے،امیرالمؤمنین مستی اور نشے کی حالت میں مسجد میں نماز جماعت کراتا ہے اور محراب عبادت کو شراب کی بدبو سے آلودہ کرتا ہے اور صبح کی نمازچار رکعت پڑھ لیتا ہے ، جب لوگ افسوس کرنے لگتے ہیں تو وہ پیچھے مڑ کر کہتا ہے : اگر تم کہو تو اور چار رکعت پڑھا دوں؟!کوئی بھی حالت تقیہ سے نکل کر اسے روکنے یا نہی از منکر کرنے والا نہیں ہوتا

اگر علی(ع)کے ہزاروں شیعوں کا حجاج بن یوسف خونخوار تمہاری نگاہوں میں اولوالامر ہے ، کے ساتھ گفتگو سننا چاہتے ہو تو معلوم ہوجائے گا کہ کن کن ہستیوں نے اس ظالم و جابر کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی ؟!

بڑے بڑے دانشوروں جیسے شہید اول محمد بن مکی عاملیؒ ، کو پہلے تلوار سے شہید کیا گیا ،پھر لاش کو سولی پر لٹکا رکھا ، پھر اسے دمشق کے قلعے میں لے جاکر جلایا گیا.

اسی طرح شہید ثانی زین الدین بن علی عاملیؒ کوشہید کیا گیا.

قاضی نوراللہ شوستری جوشہید ثالث کے نام سے معروف ہے ، اسے ہندوستان میں شہید کیا گیا.

سید نصر اللہ حائری جو نادر شاہ کا سفیر تھا ، جوصرف اور صرف شیعہ ہونے کی وجہ سے شہید کیا گیا[1] اور حکام نے دس لاکھ سے زیادہ شیعوں کا قتل عام کیا اور بہت سے لوگوں کا پورا گھر تباہ کیا .

ان تمام مظالم ، جرم ، قتل وغارت گری کے باوجود یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ شیعہ تقیہ کیوں کرتے ہیں ؟!جب کہ اس سے پہلے اپنے آپ سے پوچھنا چاہئے کہ شیعوں کو تقیہ کرنے پر مجبور کیوں کرتے ہیں.

تقلید کی حقیقت کیا ہے؟

اس سوال کے جواب میں علامہ عقیل غروی مدظلہ فرماتے ہیں: تقلید ایک فطری اور عقلی مسئلہ ہے اور یہ نظام ولایت کی بنیاد اور اس کا حصہ ہے۔ جس طرح اپنے نفس کو بچانے کے لئے علم و عمل کی ضرورت ہے۔ اور یہ علم دو قسم کے ہیں: یا خود اپنے پاس مکمل موجود ہو یعنی خود مجتہد ہو یا کسی علم والے کی رہنمائی اور علم سے استفادہ کرے۔ ایک مثال کے ذریعے سمجھارہے ہیں : ایک شخص کے پاس روشنی ہے لیکن آپ کے پاس کوئی روشنی نہیں اب راستہ بھی طے کرنا ضروری ہے اگر یہ تصور ہے کہ اس کی روشنی میں نہیں چلنا ہے تو نجات مشکل ہے ۔

----

(1):- . محب الاسلام؛ شیعہ می پرسد، ج۲، ص ۲۹۳.

تقلید بھی عقلوں پر پابندی لگانے کا نام نہیں ہے بلکہ ماہر کار(مجتہد) کی رائے پر عمل کرنے کا نام ہے اس سے معلوم ہوا تقلید علم کی ہے جہل کی نہیں ۔اور اگر علم کو چھوڑ کر جہالت کی تقلید کرنے کی وجہ سے امت اسلامی ۷۳ فرقے میں بٹ گئی۔ اگر علی ؑ کی تقلید کرتے تو یہ نوبت نہیں آتی۔تقلید ختم نبوت کی برکات میں سے ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کھول رکھاہے خدا کی حکومت لیکن خود سامنے نہیں آسکتا اس لئے انبیاء بھیجے اور یہ بھی حکمت الٰہی میں نہیں تھا کہ نبی ہمیشہ رہے اس لئے امامت کا سلسلہ جاری کیا اور یہ بھی مصلحت میں نہیں تھا کہ امامت بھی ہمیشہ حاضر رہے لہذا مجتہدین کی طرف ہماری راہنمائی کرتے ہوئے امام حسن عسکری ؑ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ صَائِناً لِنَفْسِهِ، حَافِظاً لِدِينِهِ، مُخَالِفاً لِهَوَاهُ، مُطِيعاً لِأَمْرِ مَوْلَاهُ فَلِلْعَوَامِّ أَنْ يُقَلِّدُوهُ[1]

یعنی مجتہدین میں سے جو بھی اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو، اپنے دین کی حفاظت کرتا ہو، ہوائے نفس کی مخالفت کرتا ہے اور اپنے مولا کی پیروی کرتا ہوتو عوام پر فرض ہے ہے ایسےفقیہ اور مجتہد کی تقلید کرے۔اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں امام زمانہ ؑ کی تقلید یا بیعت کرتا ہوں تو اس میں یہ صلاحیت اور تیاری موجود ہونی چاہئے جو فقہاء اور صاحب علم ہی کی تقلید کے ذریعے پیدا ہوتی ہے

ہمارے دشمنوں کو ہماری قیادت اور مرجعیت سے حسد ہے ۔ ہماری قیادتوں کی مثال دنیا کو نصیب نہیں ہے ۔ اس قیادت پر ہمیں ناز کرنا چاہئے جو آفاقی قیادت ہے ۔ جس طرح اللہ کی حکومت سرحدوں میں محدود نہیں اسی طرح مرجعیت بھی سرحدوں میں محدود نہیں ۔ ایک متدین اور متعہد شیعہ دنیا کے جس کونے میں بھی ہو وہ سب ایک رہبر کی تقلید کرتے ہیں۔

----

(۱):- ۔ التفسیر المنسوب الی الامام الحسن العسکری علیہ السلام ؛ ؛ ص۳۰۰

ایسا نظام دنیا میں کسی بھی فرقے کے لئے نصیب نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارا پرچم یعنی علم حضرت عباسؑ بھی سرحدوں میں قید نہیں ہے دنیا کے ہر ملک میں مؤمن کے گھروں اور امام بارگاہوں پر لہرایا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں کوئی پاکستان کا جھنڈا ہندوستان میں یا ہندوستان کا جھنڈا چین میں لہرا نہیں سکتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے غازی شہنشاہ کی حکومت پوری دنیا پر قائم ہے اور حسین کی حکومت انسانیت کے دلوں پر قائم ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ پاک ہم سب کو راہ مستقیم پر ثابت قدم رکھے اور جو بھی ہدایت کے طلب گار ہیں انہیں ہدایت کے راستے پر گامزن فرما۔ آمین۔ (ختم بالخیر)

فہرست منابع

1. القرآن الکریم

2. ابن ابی احدید؛ شرح نہج البلاغہ

3. ابن الأثیر؛ اسد الغابۃ

4. ابن تیمیہ؛ منہاج السنہ النبویہ فی نقض الشیعہ و القدریہ ، مکتبہ الخیاط، بیروت.

5. ابن حزم ؛ المُحلّی بِالآثار، مکتبۃ الشاملہ نرم افزار.

6. ابن شبۃ؛ تاریخ مدینہ دمشق،

7. ابن عبد ربہ الاندلسی؛ العقد الفرید

8. ابن عربی، تحقیق : محمد عبد القادر عطا؛ احکام القرآن؛ ناشر : دار الفکر للطباعۃ والنشر.

9. ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو؛ تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: محمد حسین شمس الدین، دار الکتب العلمیۃ، منشورات: بیروت، 1419.

10. ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی ؛ تفسیر القرآن العظیم،دار طیبۃ للنشر والتوزیع الطبعۃ :الثانیۃ 1420ھ-- - 1999 م مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف.

11. ابو القاسم ،راغب الاصفہانی،؛ مفردات غریب القرآن

12. ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی السنن الکبری وفی ذیلہ الجوہر النقی ، عالناشر : مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الہند ببلدۃ حیدر آباد.

13. ابو بکر محمد بن الطیب بن جعفر بن القاسم ابو بکر الباقلانی؛ کتاب تمہید الاوائل و تلخیص الدلائل، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ، 1987

14. ابو حاتم محمد بن حبان البستی؛ المجروحین، تحقیق : محمود ابراہیم زاید،دار الوعی حلب.

15. ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی ؛سنن النسائی؛ موقع وزارۃ الاوقاف المصریۃ.

16. ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الا صبہانی ؛ حیلۃ الاولیاءوطبقات الا صفیاء دار الکتاب العربی بیروت،1405.

17. ابوالقاسم، آلوسی؛ روح المعانی،

18. ابوعبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، موقع وزارۃ الاوقاف المصریۃ.

19. ابوعبداللہ ا ام نیشاپوری، معرفۃ علوم احدیث ،

20. ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ ، الصدوقالقمی ،جماعۃ المدرسین فی احوزۃ العلمیۃ بقم المقدسۃ المتوفی 381 صححہ وعلق علیہ علی اکبر الغفاری.

21. احسان الٰہی ، ظہیر ؛ السنۃ و الشیعہ. پاکستان.

22. احمد بن حنبل ابو عبداللہ الشیبانی؛مسند الامام احمد بن حنبل بالناشر مؤسسۃ قرطبۃ القاہرۃ.

23. احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی ؛فتح الباری شرح صحیح البخاری،دار المعرفۃ - بیروت ، 1379.

24. احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی، تہذیب التہذیب،دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ، 1404 1984.

25. احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی؛ لسان المیزان مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات - بیروت الطبعۃ الثالثۃ ، 1406 - 1986 دائرۃ المعرف النظامیۃ الہند.

26. الاسلام کلینی، اکافی، 8 جلد، دار الکتب الاسلامیۃ تہران، 1365 ہجری شمسی

27. اللاصابۃ

28. ا لام النبلاء 1: 425.- در مصنف عبد الرزاق

29. آلوسی سید محمود، ابوالفضل؛ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، دارالکتب العلمیہ - بیروت، چاپ اول، 1415 ق.

30. الامام الشہید زید بن علی بن الحسین ابن علی بن ابی طالب علیہم السلام ؛ مسند الامام زید منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت لبنان.

31. امینی، عبد الحسین؛ الغدیر ، ج۲، تہران، ۱۳۳۶.

32. بدایۃ المجتہد کتاب النکاح.

33. البدایہ و النہایہ ،

34. بیہقی؛نیشاپوری؛ مناقب الشافعی ؛

35. پیشوائی، مہدی؛ سیرہ پیشوایان، مؤسسہ امام صادق، قم، ۱۳۷۶.

36. التقیہ فی رحاب العلمین(شیخ انصاری و امام خمینی) ، الامانۃالعامہ للمؤتمر، ۱۳۷۳.

37. تدوین السنۃ الشریفۃ،

38. ثامر ہاشم العمیدی ؛ تقیہ از دیدگاہ مذاہب وفرقہ ہای اسلامی غیر شیعی، مترجم سید محمد صادق عارف، آستان رضوی، مشہد، ۱۳۷۷.

39. جعفر سبحانی ، تنقیح المقال فی علم الرجال، قم

40. جعفر سبحانی؛ مع الشیعہ الامامیہ فی عقائدہم، حوزہ علمیہ قم.

41. امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم ؛المستدرک علی الصحیحین ،۷محرم۳۷۳ھ

42. حجتی، محمد باقر؛ تاریخ قرآن کریم، نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۶۰.

43. حر عاملی، محمد بن الحسن؛ وسائل الشیعہ، اسلامیہ،تہران،۱۳۸۷ھ

44. حسن بن علی علیہ السلام، امام یازدہم، التفسیر المنسوب الی الامام الحسن العسکری علیہ السلام، 1جلد، مدرسۃ الامام المہدی عجل الله تعالی فرجہ الشریف - ایران ؛ قم، چاپ: اول، 1409 ق.

45. حیاۃ فاطمۃ الزہراء؛ باقر شریف قرشی:

46. خطیب بغدادی، تقیید العلم

47. داوود؛ ترجمہ الطرائف،ج۲، نوید اسلام، قم ، ۱۳۷۴ش.

48. درالمنثور

49. دکتر علی سالوس؛ جامعہ تقریب بین الشیعہ و السنہ

50. دکتر محمود یزدی؛ اندیشہ ہای کلامی شیخ طوسی

51. دکترناصر بن عبداللہ؛ اصول مذہب شیعہ

52. روضۃ الواعظین لو بصیرۃ المتعظین،

53. بزناشوئی و اخلاق

54. سالوس، علی؛ بین الشیعہ و السنہ ، دار الاعتصام،قاہرہ.موسسہ الہادی؛

55. السید الخمینی؛تحریر الوسیلہ،

56. السید عبدالحسین شرف الدین (قدس سرہ)؛ الفصول المہمۃ فی تالیف الامۃ، تحقیق و تعلیق : العلامۃ الشیخ حسین الراضی

57. سید علی بن موسی بن طاوس ؛ الطرائف، چاپخانہ خیام قم، 1400 ہجری قمری

58. السید محمد صادق الروحانی؛ فقہ الصادق (ع)،ناشر مؤسسۃ دار الکتاب قم،1412.

59. سیوطی ؛ الاشباہ و النظایر فی قواعد و فروع الفقہ الشافعی؛

60. السیوطی؛سیر اعلام النبلاء،(تاریخ خلفاء)

61. شیخ الطائفۃ ابی جعفر محمد بن احسن الطوسی ؛التبیان فی تفسیر القرآن، تحقیق احمد حبیب قصیر العاملی،موقع الجامعۃ الاسلامیۃ.

62. شیخ انصاری، مرتضیٰ؛ رسائل و مکاسب،جامع المدرسین، ۱۳۷۵ھ۔

63. شیخ صدوق، من لا یحضرہ الفقیہ، 4 جلد، انتشارات جامعہ مدرسین قم، 1413 ہجری قمری

64. الشیخ عبد علی بن جمعۃ العروسی احویزی قدس سرہ المتوفی سنۃ 1112 ؛تفسیر نور الثقلین.

65. شیخ مفید; تصحیح اعتقادات الامامیۃ (413(تحقیق : حسین درگاہی چ۲۔ ناشر : دار المفید، بیروت ، لبنان 1414.

66. شیعہ می پرسد،

67. صحیح مسلم، باب من فضائل علی ابن ابیطالب،

68. الصدوق ابی جعفر محمد بن علی بن احسین بن بابویہ القمی المتوفی سنۃ 381؛من لا یحضرہ الفقیہ،

69. طبری ابو جعفر محمد بن جریر ؛جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفہ: بیروت: 1412 ق.

70. عبد الرحمن اجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ

71. عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز ؛مجموع فتاوی بن باز کتاب الحج والعمرہ،الرئاسۃ العامۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء.

72. عبد اللہ بن قدامہ; المغنی، م620، چ، جدید،ناشر دار الکتاب العربی ، بیروت ، لبنان.

73. عبداحمید النائب ، تاریخ الاسلام الثقافی، والسیاسی،

74. عروسی ،حویزی عبد علی بن جمعہ ؛ تفسیر نور الثقلین، انتشارات اسماعیلیان، قم ، 1415 ق.

75. العلامۃ احسن بن یوسف المطہر الحلی ؛ نہج الحق و کشف الصدق، سلسلۃ الکتب المؤلفۃ فی رد الشبہات (119)،مرکز الابحاث العقائدیۃ.

76. علامہ عسکری ، معالم المدرستین ،

77. علامہ مجلسی، بحار الانوار، 110 جلد، مؤسسۃ الوفاء بیروت - لبنان، 1404 ہجری قمری

78. علوی، عادل؛ التقیه بین الا لام، مؤ سه اسلامیه ، قم، ۱۴۱۵.

79. عی تہرانی؛ تقیه در اسلام ، انتشارات طباطبائی، ۱۳۵۲.

80. عی عباس موسوی؛ پاسخ شبہاتی پیرامون مکتب تشیع

81. عی عطائی، پسش و. پاسخ در مدینه منوره،

82. عیدروس بن احمد ال قاف العلوی المعروف ابن رویش الاندونیسی؛ شواہد التنزیل ان . ا التفضیل.

83. غزالی ؛ احیاء علوم ا رین ،

84. غفاری ؛ اصول مذہب الشیعه الامامیه، ۱۴۱۵.

85. فخر رازی ؛ المحصول ، تحقیق : دکتور . جابر فیاض ،الثانیة, مؤ سة الرسالة ، بیروت، 1412,

86. فخر رازی؛ محصل افکار المتقدمین من الفلاسفة والمتکلمین،

87. کاشف الغطاء، محمد حسین؛ این است آئین ما ، انتشارات سعدی، تبریز، ۱۳۴۷.

88. کمال جوادی؛ فہرست ایرادات و شبہات علیه شیعیان در رہہ . پاکستان،

89. مالک بن انس الموطا،المحقق : محمد مصطفی الاعظمی،الناشر : مؤ سة زاید بن سلطان آل نہیان،الطبعة : الاولی 1425ھ-- - 2004م

90. مالک بن انس ؛ المدونة الکبری، الطبعة الحادة،دار احیاء التراث، بیروت ، لبنان.

91. مجله نور علم، ش ۵۰ - ۵۱، ص ۲۴ - ۲۵.

92. محب السلام؛ شیعه می پرسد ، بی ۱۰ ، تہران، ۱۳۹۸.

93. محسن امین، عاملی؛ نقض الوشیعه ،

94. محمد باقر حجتی؛ تاریخ قرآن کریم،

95. محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح القرطبی ابو عبد اللہ تفسیر القرطبی ا ِامع لاحکام القرآن.

96. محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ا زہبی ابو عبد اللہ،تذکرۃ احفاظ،

97. محمد بن اسماعیل، بخاری؛ صحیح بخاری، دارال باعۃ العامرہ اسنبول، دارالفکر ، ۱۴۰۱ھ

98. محمد بن جریر ال بری ابو جعفر، تاریخ ال بری تاریخ الا م والملوک، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ال بعۃ الاولی ، 1407

99. محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الہ آملی، ابو جعفر ال بری، تفسیر جامع البیان فی تاویل القرآن المحقق : احمد محمد شاکر، مؤ سۃ الرسالۃ.

.100 محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم التمیمی البستی؛ ثقات ابن حبان

.101 محمد بن سعد بن منیع ابو عبداللہ البصری الزہری الناشر : دار صادر بیروت؛ال بقات الکبری،

.102 محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک، الترمذی، ابو عیسی، سنن الترمذی؛ موقع وزارۃ الاوقاف المصریۃ.

.103 محمد خلیل ہراس؛شرح العقیدۃ الواسیۃ لشیخ الاسلام ابن تیمیۃ،ال بعۃ : الاولی،الرئاسۃ العامۃ لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد،تاریخ النشر : 1413ھ - 1992م

.104 محمود ابوریۃ ؛ اضواء علی السنۃ المحمدیہ ،

.105 مکارم شیرازی ؛ الشیعۃ شبہات و ردود، آثار اعتقادی ،عربی

.106 مکارم شیرازی،ناصر؛ تقیہ سپری برای مبارزہ عمیقتر ، مطبوعاتی ہدف، قم،

.107 مکارم شیرازی و دوستان؛تفسیر نمونہ، تقبید العلم

.108 موسوی، موسیٰ ؛ الشیعہ و التصحیح ، طبع لوس انجلوس ، ۱۹۸۷.

.109 نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی؛ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،الناشر : دار الفکر، بیروت - 1412 ھ-

.110 یاقوت بن عبد اللہ الحموی ابو عبد اللہ ؛ معجم البلدان ،الناشر : دار الفکر ، بیروت.

111. یزدی، محمود ؛ اندیشہ ہای کلامی شیخ طوسی،دانشگاہ رضویہ،۱۳۷۸.

112. یعقوبی، ابن الواضح؛ تاریخ یعقوبی ، مکتبہ المرتضویہ، عراق، النجف.

113. یوسف بن الزکی عبدالرحمن ابو الحجاج المزی ؛ تہذیب الکمال مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت، الطبعۃ الاولی ، 1400 .1980

فہرست